

مسند اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

امام ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن المرزبان البغوی البغدادی

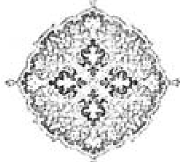
ترجمہ: امان اللہ عاصم
مراجعت: حافظ محمد فہیم اشفاق
تقدیم: فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ



انصار السنہ
پبلیکیشنز لاہور







ترجمہ: امان اللہ عاصم

نظر ثانی: شیخ الحدیث حکیم اشفاق احمد

تقریظ: شیخ الحدیث عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ



اسلامی اکادمی ۱۷- الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
042-37357587



نام کتاب: **مسند اسامہ بن زید** رضی اللہ عنہ

تالیف: امام ابو القاسم عبداللہ بن محمد ابن المرزبان البغوی البغدادی

ترجمہ: امان اللہ عاصم نظر ثانی: شیخ الحدیث حکیم اشفاق احمد

تقریظ: شیخ الحدیث عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

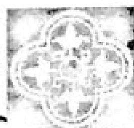
اہتمام: محمد رمضان محمدی محمد سلیم جلالی

ناشر: ابو مومن منصور احمد

اسلامی اکادمی ۱۷-الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور 042-37357587

Dar-us-Salam

486 ATLANTIC AVE, BROOKLYN, NY 11217
TEL(718) 625-5925 FAX:(718) 625-1511
E-Mail: darussalamny@gmail.com
Web Site: www.darussalamny.com



فہرست



بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ ، أَمَّابَعد!

حق و باطل اور صدق و کذب کی کشمکش ازل سے چلی آ رہی ہے۔ انبیاء ورسل علیہم السلام حق کے مبلغ اور داعی تھے۔ ان کے مخالفین راہ حق سے برگشتہ کرنے کے لیے ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرتے رہے۔ گمراہی و ضلالت سے بچنے اور راہ ہدایت پر مستقیم رہنے کا ہر دور میں ایک ہی اصول اور ضابطہ رہا کہ اس وقت کے نبی اور رسول کی اتباع وفرمانبرداری کی جائے۔ آخر میں خاتم النّبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے بھی وحی کی اتباع کوراہ حق پر قائم رہنے اور گمراہی سے تحفظ کا ضامن قرار دیا۔

((تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهِ .))

(مؤطا مالك : 321/2)

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں جب تک ان کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے گمراہ نہیں ہو گے: ایک اللہ کی کتاب، اور دوسرے اس کے رسول کی سنت۔''

دین اسلام کتاب و سنت کے مجموعے کا نام ہے۔ اہل اسلام کو اس پر عمل کی دعوت دی گئی ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے آپ کو قولاً و فعلاً قرآن و حدیث کے سانچے میں ڈھال دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت و شرف سے نوازا اور ان کے ایمان کو نمونہ قرار دیا۔ دین و دنیا کے تمام امور کو کتاب و سنت کے تناظر میں دیکھنا ضروری ہے۔

﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝﴾ (البقرة : 137)

''پھر اگر وہ اس جیسی چیز پر ایمان لائیں جس پر تم ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ ہدایت پا گئے اور اگر پھر جائیں تو وہ محض ایک مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں، پس عنقریب اللہ تجھے ان سے کافی ہو جائے گا اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

ہماری زندگی کے تمام معاملات کا حل اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی احادیث مبارکہ میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے موقع پر اختلاف ہوا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ فوت نہیں ہوئے اور اپنے اس مؤقف میں جذباتی نظر آئے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن کی ایک آیت تلاوت کی۔ مسئلہ کی وضاحت فرمائی تو عمر رضی اللہ عنہ قائل ہو گئے۔ خلافت و امارت کے سلسلہ میں اختلاف سامنے آیا، انصار نے خلافت کی آرزو کی، فرمان نبوی "اَلْأَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ" نے صحابہ کرام کے درمیان اختلاف کو ختم کر دیا اور خلعت خلافت قریش کے حصہ میں آئی۔

امت مسلمہ کے افتراق و انتشار کا سبب کتاب و سنت سے دوری ہے۔ نتیجتاً یہ خلیج بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ حالانکہ فی زمانہ ہر زبان میں قرآن کے تراجم و تفاسیر اور کتب احادیث کے مختلف زبانوں میں ترجموں نے ایک عام انسان کے لیے کتاب و سنت تک رسائی کو آسان بنا دیا ہے۔ اہل علم نے ہر دور کے تقاضوں کے مطابق عوام الناس کی راہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ شیخ الاسلام ابوالقاسم البغوی رحمہ اللہ (م 317ھ) کی کتاب "مسند الحب ابن الحب أسامه بن زيد" بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ کتاب چونکہ عربی زبان میں تھی تو اس کا اردو ترجمہ اور احادیث کی علمی تخریج اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فضل و کرم سے "ادارہ انصار السنہ پبلی کیشنز" نے خوبصورت انداز میں شائع کی ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ہمارے فاضل دوست فضیلۃ الشیخ امان اللہ عاصم حفظہ اللہ کو جنہوں نے اس عظیم کتاب کا سلیس اردو ترجمہ کر دیا تا کہ اُردو خواں طبقہ اس سے مکمل طور پر مستفید ہو سکے، مزید برآں تخریج اور حواشی کا کام بھی انہوں نے بڑے علمی انداز میں کیا۔ اور مولانا محمد اشفاق حفظہ اللہ نے اس پر نظر ثانی، تصحیح و تنقیح کا فریضہ انجام دیا۔

اس موقعہ پر میں اپنے قریبی دوست حافظ حامد محمود الخضری حفظہ اللہ کا شکریہ ادا کرنا انتہائی ضروری سمجھتا ہوں جو سلسلۃ خدمۃ الحدیث النبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں میرے دست راست ہیں اور سلسلۃ احیاء منہج اہل السنہ والجماعۃ اور سلسلۃ اربعینات کو مرتب کرنے میں میرے دست و بازو بنے ہوئے ہیں۔

ممبران ادارہ جناب ابو یحییٰ محمد طارق جاوید، منصور سلیم، میاں سجاد، محمد ناظر سدھو، ظفر اقبال، محمد نادر، فیصل جاوید، فیصل خان، اسجد محمود منج، محمد عرفان، اختر علی، شوکت حیات، انتصار، عبدالوحید، زاہد حسین چھیپہ، محمد مشتاق، ماسٹر الطاف، عندلیب اور ادارہ کی مجلس شوریٰ جناب محمد شاہد انصاری، حاجی نوید آصف، شمشیر اشرف، محمد اکرم سلفی، مرزا ذاکر احمد اور ابوطلحہ صدیقی کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ جن کے تعاون سے کتب حدیث کا

کام جاری وساری ہے۔

جناب انکل ابومؤمن منصور احمد حفظہ اللہ اور ان کے دست و بازو جناب محمد رمضان محمدی اور محمد سلیم جلالی حفظہم اللہ (اسلامی اکادمی) کی تمام کوششیں اللہ عزوجل اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، کیونکہ ان کے تعاون سے ان کتابوں کی اشاعت ہورہی ہے۔

جناب ابوحفص محمد حسن خان صاحب نے دیدہ زیب و جاذب نظر کمپیوٹر ڈیزائننگ کی، اللہ تعالیٰ اُن کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔

آخر میں ہم اپنے محسن اور مربی فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ کے انتہائی شکرگزار ہیں جو اپنی مصروفیات کے باوجود ادارہ کی سرپرستی کررہے ہیں، ان کی ترغیب، تشجیع اور اشراف کا ہی نتیجہ ہے کہ کتب حدیث زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آرہی ہیں اور ساتھ میں علمی و اصلاحی تقریظ لکھ کر ہماری حوصلہ افزائی فرماتے ہیں۔ کثر اللّٰہ أمثالہ فی العالم .

اللہ کے حضور سربسجود ہوکر دعا گو ہیں کہ وہ اس عظیم الشان کتاب کو ہم گنہگاروں کی نجات کا ذریعہ بنائے کہ اس کی رحمت بے کنار ہے۔ اللہ عزوجل اس عظیم کام خدمتِ حدیث کو ہمارے، ہمارے والدین، دوست احباب اور ہمارے اساتذہ کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ .

وکتبہ

ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی

رئیس: ادارہ انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور



بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ، وَ بَعْدُ!

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل وکرم کے تحت ادارہ ''انصار السنہ پبلی کیشنز'' عرصہ بائیس (22) سال سے کتب احادیث کے تراجم وتحقیق، تخریج وتشریح مسلمانان عالم کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔اس کے نتیجے میں کئی کتب شائع ہوکر منصۂ شہود پر آ گئیں۔ ان میں زیادہ تعداد ایسی کتب کی ہے جن کا پہلے کبھی اُردو زبان میں ترجمہ نہیں ہوا۔ اپنی اسی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے ہمارا ادارہ "مسند الحب ابن الحب اُسامہ بن زید" کا ترجمہ، تخریج اور حواشی آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ یہ کتاب چوتھی صدی ہجری کے عظیم محدث ابوالقاسم بغوی رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف ہے۔ (54) روایات کا یہ مجموعہ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے متعلق ہے۔ جو صاحب کتاب نے اپنی سند کے ساتھ سیّدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہیں۔ اس کتاب میں بہت کم روایات ضعیف ہیں۔ اس اعتبار سے یہ کتاب مستند احادیث کا اہم مرجع ومصدر ہے۔ یہ کتاب ایک نعمتِ غیر مترقبہ کے طور پر اُردو داں طبقہ کے سامنے پیش خدمت ہے۔

ہم سے جو خدمت ہوسکتی تھی وہ ہم نے کردی ہے، آپ اس سے استفادہ کریں، اسے دوسروں تک پہنچائیں اور اپنی صالح دعوات میں مصنف کتاب، مترجم بندۂ ناچیز، ادارے کی انتظامیہ اور اس کے کارکنان کو بھی ضرور یاد رکھیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین حنیف کی زیادہ سے زیادہ اور بہتر سے بہتر خدمت انجام دینے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ (آمین)

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمْ.

وکتبه

عبداللہ ناصر رحمانی

سرپرست: ادارہ انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور

عرض مترجم

اِنَّ الـحَـمْدَ لِلّٰهِ نَحمَدُهُ وَنَستَعِينُهُ وَنَستَغفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِن شُرُورِ أَنفُسِنَا وَمِن سَيِّـئَـاتِ أَعمَالِنَا مَن يَهدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَن يُضلِل فَلا هَادِيَ لَهُ وَأَشهَدُ أَن لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبدُهُ وَرَسُولُهُ۔أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيـرَ الـحَـدِيـثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيرَ الهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الأُمُورِ مُحدَثَاتُهَا وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلَّ ضَلالَةٍ فِي النَّارِ۔

أَمَّا بَعدُ فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطٰنِ الرَّجِيم، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيم!

معزز قارئین! اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ''مسـند الحِبّ ابن الحِبّ أسامة بن زيد'' کا اردو ترجمہ مع توضیحات ہے۔ یہ کتاب چوتھی صدی ہجری کے اوائل کی تالیفات میں سے ہے۔اس کتاب کے مصنف؛ شیخ الاسلام ابو القاسم البغوی رحمہ اللہ (المتوفی 317 ہجری) نے اپنی وفات سے دو سال قبل ماہِ رجب 315 ہجری میں اس کتاب کی املاء کروائی تھی۔اپنی نوعیت کی کتب میں یہ کتاب نہایت اہم اور مستند ہے۔

اس کتاب کا اردو ترجمہ وتوضیح رقم کرنے کی سعادت؛ اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔اس کی اشاعت کی سعادت، اشاعت حدیث کے معروف ادارہ انصار السنہ پبلی کیشنز لاہور کے حصہ میں آئی ہے۔ادارہ انصار السنہ، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے عوام الناس کی اصلاح اور تبلیغ دین کا فریضہ انجام دینے کے لیے متعدد کتب احادیث کو اردو ترجمہ وتوضیحات کے ساتھ شائع کر چکا ہے۔[الحمد لله على ذلك]

ترجمہ کے نمایاں پہلو:

❁:......ہم نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کرنے میں جس مطبوعہ نسخہ کو پیش نظر رکھا ہے، جسے ''مسند الحب ابن الحب أسامة بن زيد '' کے نام سے، دار الضیاء الریاض، السعودیہ، نے أبو الأشبال الزهيری حسـن بـن امیـن بـن الـمندوہ، کی تحقیق سے 1409 ہجری بمطابق 1989 عیسوی کو شائع کیا تھا۔اس مطبوعہ نسخہ کو اس کتاب کے قلمی نسخہ (مخطوط) سے تیار کیا گیا۔

:......محقق نے اگرچہ تخریج کا بھی اہتمام کیا ہے،لیکن ان کا اسلوب ہمارے ہاں رائج اسلوب سے مختلف ہونے کی بنا پر اردو ترجمہ میں ہم نے از سرنو، اس کتاب کی جملہ روایات کی تخریج نقل کی ہے۔الحمد للّٰہ .

:......مطبوعہ نسخہ کے محقق نے تمام احادیث و آثار پر صحت وضعف کے حوالے سے حکم بھی قلمبند کیا ہے۔ لیکن ہم نے احادیث و آثار کی تخریج میں دورحاضر کے معروف محقق ومحدث،علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کے رقم کردہ صحت وضعف کے حکم کو بیان کیا ہے۔ ماسوائے حدیث نمبر 40 ، 47 اور 50 کے، ان روایات پر راقم الحروف (مترجم) نے دیگر ائمہ کے بیانات سے ماخوذ حکم ذکر کیا ہے۔

:......اس کتاب کا قلمی نسخہ (مخطوطہ) ہمیں میسر نہیں آسکا۔ اس لیے دو چار مقامات پر اسناد میں بیاض ہے، جسے مطبوعہ نسخہ کے محقق نے جس طرح بیان کیا ہے۔ہم نے بھی اسی طرح فٹ نوٹ میں نقل کر دیا ہے۔

:......ہم نے قارئین کی تفہیم کے لیے احادیث مبارکہ پر عنوان نقل کیا ہے۔ جو کہ اصل کتاب (مخطوط اور مطبوعہ نسخہ) میں نہیں ہے۔

:......ترجمہ کرتے وقت نہایت سلیس اور سادہ الفاظ کا انتخاب کیا گیا ہے۔

:......احادیث و آثار کی توضیحات بیان کردی ہیں۔ تاکہ ان احادیث و آثار میں مذکور احکام و مسائل کی تفہیم آسان ہو۔اوران کی رو سے دور حاضر میں راہنمائی کے پہلو نمایاں ہوسکیں۔

:......احادیث کی توضیح میں قرآن مجید کی آیات، احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور معتبر کتب شرح و کتب فقہ سے استفادہ کیا ہے۔

:......مسند اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے اردو ترجمہ کے ساتھ ساتھ ہم نے اس کتاب کے متعلق ضروری مباحث بھی شامل اشاعت کیے ہیں۔جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

:......مؤلف کا مختصر تعارف

:......سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا تعارف

:......مسند اسامہ بن زید کا اسلوب

:......مسند اسامہ بن زید کے؛ راوی صحابہ رضی اللہ عنہم

:......کتاب کی اپنے مصنف سے نسبت کی توثیق

:......مسند اسامہ بن زید میں مؤلف کے شیوخ

ⓒ:......مسند اسامہ بن زید کے مخطوطہ کی سند اور راویوں کا تعارف

ⓒ:......مخطوطہ (قلمی نسخہ) کا تعارف

ⓒ:......مخطوطہ کے صفحات کے عکوس

ⓒ:......کتاب کے آخر میں، مراجع ومصادر کی مکمل فہرست

ان علمی وقیمتی مباحث کی بدولت یہ مترجم نسخہ ان شاء اللہ مرجع کی حیثیت سے مقبول ہوگا۔

میں اپنے محسن ومشفق استاذ مکرم، شیخ الحدیث، حکیم اشفاق احمد حفظہ اللہ [فاضل مدینہ یونیورسٹی] کا اعماق قلب سے شکرگزار ہوں؛ کہ انھوں نے اس کتاب کی نظر ثانی اور تصحیح وتہذیب فرمائی۔ اور کتاب کی بہترین ماہرانہ ٹیکسٹ سیٹنگ کرنے پر برادرم جناب ابوحفص حسن خان کا شکرگزار ہوں، اور بالخصوص دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نیک تمناؤں اور نیک دعاؤں کے ساتھ اپنے محسن؛ جناب ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی حفظہ اللہ [رئیس ادارہ انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور] کا شکرگزار ہوں، جنھوں نے اس کتاب کو شائع کر کے عوام الناس کی راہنمائی کے لیے مہیا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ رئیس ادارہ کو اپنی جناب سے عافیت، سلامتی اور خوشحالی کی دنیاوی اور روز قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے حوض کوثر کا جام نصیب فرمائے۔ آپ اس مادیت پرستی کے دور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حدیث مبارکہ کی خدمت، اشاعت اور ترویج کے لیے دن رات کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ، مؤلف سمیت ہم سب کے لیے؛ بالخصوص میرے والدین اور اساتذہ کے لیے خدمت حدیث کی اس کاوش کو ذخیرہ آخرت بنائے۔

والسلام

امان اللہ عاصم



مؤلف کا مختصر تعارف

نام ونسب:

مسند اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے مؤلف کا نام عبداللہ اور کنیت ابوالقاسم تھی۔ آپ رحمہ اللہ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے:

عبداللّٰه بن محمد بن عبدالعزيز بن المرزُبان بن سابور بن شاهنشاه .

آپ رحمہ اللہ بغداد میں پیدا ہوئے۔ آپ نے قرآن مجید کی قراءت اور ابتدائی دینی تعلیم اپنے نانا جان حافظ ابوجعفر احمد بن منیع المحدث البغوی رحمہ اللہ سے حاصل کی۔ آپ رحمہ اللہ اپنی نانا جان کی نسبت سے عبداللہ بن منیع (ابن منیع) کے نام سے معروف ہوئے۔ مخطوطہ کے سرورق (جلد) پر آپ کا نام یزید بن منیع لکھا گیا ہے۔ جبکہ اس مطبوعہ نسخہ کے محقق ابوالاشبال الزہیری حسن بن امین فرماتے ہیں: میں نے بہت تلاش کیا لیکن مؤلفین ورجال کے متعلق کسی بھی کتاب میں یزید بن منیع کا ذکر نہیں ملا تھا۔ اور جب اس کتاب کا مکمل مخطوطہ میسر آیا تو اس سے واضح ہوا کہ مؤلف کا نام ابوالقاسم عبداللہ بن منیع ہے۔

کتابت حدیث کا ذوق:

امام ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے چچا علی بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور نانا جان احمد بن منیع رحمہ اللہ نے آپ کی تعلیم وتربیت کا بخوبی اہتمام کیا۔ اور آپ کو تقریباً دس سال کی عمر میں روایات لکھنے کی تعلیم سے آراستہ کر دیا۔ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوالقاسم عبداللہ بن منیع رحمہ اللہ کے علاوہ اُس دور کا کوئی ایسا محدث ہمارے علم میں نہیں ہے جس نے اس قدر چھوٹی عمر میں طلب حدیث اور کتابت حدیث کا عمل شروع کیا ہو۔

آپ رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں کہ مَیں نے 225 ہجری کو ماہِ ربیع الاول میں پہلی روایت لکھی۔ اور یہ پہلی روایت، امام اسحاق بن اسماعیل الطالقانی رحمہ اللہ سے لکھی۔ ان کی مجلس میں بہت سے محدثین حاضر ہوا کرتے تھے۔

امام ابوالقاسم رحمہ اللہ نہایت نفیس اور عمدہ کتابت کرنے والے خوش خط ناسخ تھے۔ انھوں نے اپنے لیے، اپنے چچا اور نانا جان کے لیے بہت سی روایات اور کتب کی کتابت کر کے انھیں محفوظ کیا۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے بیان کیا

ہے کہ ابوالقاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے تقریباً ایک ہزار شیوخ کے لیے کتابت کی خدمات انجام دیں۔

کتب احادیث کا مطالعہ:

امام ابوالقاسم رحمہ اللہ کو کتابت حدیث کے ساتھ ساتھ کتب احادیث کے مطالعہ کا ذوق بھی بہت چھوٹی عمر سے ہی تھا۔ اور یہ ذوق وقت کے ساتھ ساتھ پختہ اور وسیع ہوتا گیا۔ آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک روز میں کچھ پریشان تھا۔ میں ساحل پر جا بیٹھا۔ میرے ہاتھ میں جزء یحییٰ بن معین تھا، جسے میں پڑھ رہا تھا۔ وہاں موسیٰ بن ہارون الحمال آئے اور کہا: ابوالقاسم! تمھارے ہاتھ میں کیا ہے؟ میں نے کہا: جزء یحییٰ بن معین۔ موسیٰ بن ہارون نے وہ کتاب میرے ہاتھ سے پکڑی اور دجلہ میں پھینک دی۔ اور کہا: آپ احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور علی بن المدینی کو جمع کرنا چاہتے ہیں؟ آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس قدر دلی رنج ہوا کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔ اس واقعہ کے پیش نظر علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: موسیٰ بن ہارون نے اچھا نہیں کیا تھا۔

روایت حدیث میں اساتذہ:

امام ابوالقاسم رحمہ اللہ نے بہت سی روایات کو عالی اسناد سے روایت کیا ہے۔ آپ رحمہ اللہ کو متعدد صغار تابعین سے احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل ہے۔

آپ رحمہ اللہ نے کبار حفّاظ و محدثین، ضبط حدیث اور تقویٰ میں معروف و مستند ناقدین و محققین سے کسب فیض کیا۔ آپ رحمہ اللہ کے بہت سے اساتذہ اور تلامذہ ایسے ہیں جو امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کے اساتذہ و تلامذہ بھی ہیں۔ آپ رحمہ اللہ کے اساتذہ میں درج ذیل محدثین شامل ہیں:

احمد بن حنبل۔ علی بن المدینی۔ علی بن الجعد۔ ابونصر التمار۔ خلف بن ہشام البزار۔ ہدبہ بن خالد۔ شیبان بن فروخ۔ ابوالربیع الزہرانی۔ محمد بن عبدالواہب الحارثی۔ یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی۔ بشر بن ولید الکندی۔ عبیداللہ بن محمد العیشی۔ حاجب بن الولید۔ ابوالاحوص محمد بن حیان۔ محرز بن عون۔ سوید بن سعید۔ داؤد بن عمرو الضبی۔ داؤد بن رشید۔ ابوبکر بن ابی شیبہ۔ محمد بن حسان السمتی۔ عبیداللہ بن عمر القواریری۔ محمد بن جعفر الورکانی۔ ہارون بن معروف۔ سریج بن یونس۔ ابوخیثمہ زہیر بن حرب۔ عبدالجبار بن عاصم۔ محمد بن ابی سمینہ۔ احمد بن منیع۔ مصعب بن عبداللہ الزبیری۔ محمد بن بکار بن ریان۔ ابراہیم بن الحجاج السامی۔ عمرو بن محمد بن بکیر الناقد۔ العلاء بن موسیٰ الباہلی۔ طالوت بن عباد الصیرفی۔ نعیم بن الہیصم۔ قطن بن نسیر الغُبری۔ کامل بن طلحہ۔ عبدالاعلیٰ بن حماد۔ عبیداللہ بن معاذ۔ اسحاق بن ابی اسرائیل المروزی۔ عمار بن نصر۔ عبداللہ بن عون الخزار۔ عاصم بن علی۔ عثمان بن ابی شیبہ

رحمہ اللہ۔ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ رحمہ اللہ کے اساتذہ کی تعداد تین سو سے زیادہ ہے۔

روایت حدیث میں تلامذہ:

امام ابوالقاسم عبداللہ بن منیع رحمہ اللہ کے تلامذہ کی فہرست بھی طویل ہے، جس میں سے چند کے نام یہ ہیں:
یحییٰ بن صاعد۔ ابن قانع۔ ابوعلی النیساپوری۔ ابوحاتم ابن حبان۔ ابوبکر اسماعیلی۔ ابواحمد عبداللہ بن عدی۔ ابوبکر الشافعی۔ دعلج السجزی۔ الطبرانی۔ ابوبکر الجعابی۔ ابوعلی بن السکن۔ ابوبکر بن السنی۔ ابواحمد نیساپوری۔ ابواحمد الحاکم۔ محمد بن المظفر۔ ابوحفص بن الزیات۔ ابوعمر بن حیویہ۔ ابوالحسن الدارقطنی۔ ابوبکر بن شاذان۔ ابوحفص بن شاہین۔ ابوالقاسم بن حبابہ۔ ابوبکر بن المہندس المصری۔ ابوالفتح القواس۔ ابوعبداللہ بن بطہ۔ زاہر بن احمد السرخسی۔ ابوبکر محمد بن محمد الطرازی۔ ابوالقاسم عیسیٰ بن علی الوزیر۔ ابومحمد الہروی۔ ابوحفص الکتانی۔ ابوطاہر المخلص۔ ابوبکر بن المقرئ الاصبہانی۔ ابوبکر محمد بن اسماعیل الوراق۔ ابوسلیمان بن زبر۔ ابوبکر احمد بن عبدان الشیرازی۔ المعافی بن زکریا الجریری۔ ابومسلم الکاتب محمد بن احمد۔

وفات وتدفین:

ابوالقاسم عبداللہ بن منیع رحمہ اللہ نے ایک سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ آپ رحمہ اللہ 213 ہجری کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ اور 317 ہجری کو عیدالفطر کی رات آپ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ آپ رحمہ اللہ کو عیدالفطر کے روز بغداد میں باب التبن کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ جہاں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے صاحبزادے امام عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ مدفون ہیں۔

علماء کے بیانات:

امام ابومحمد الرامہرمزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زمانہ قدیم کے محدثین میں سماع کے اعتبار سے ابوالقاسم رحمہ اللہ کے پایہ کا کوئی عالم نہ تھا۔

موسیٰ بن ہارون رحمہ اللہ کہتے ہیں: ابوالقاسم بغوی رحمہ اللہ صدوق اور ثقہ امام تھے۔ اگر ثقہ سے آگے بھی کوئی رتبہ ہوتا تو آپ رحمہ اللہ ہی اس کے حقدار ہوتے۔

عمر بن حسن اشنانی کہتے ہیں: یہ لوگ ابوالقاسم بغوی پر رشک کرتے ہیں۔ کیونکہ انھیں ابن ابی عائشہ رحمہ اللہ سے روایت کے سماع کی سعادت نصیب ہوئی اور ان لوگوں کو یہ سعادت نہ مل سکی۔ اور ابن منیع ابوالقاسم ہمیشہ سچ بولتے تھے۔

نقاش رحمہ اللہ نے کہا: میں نے ابوالقاسم بغوی میں انکساری اور (آخرت کا) غم دیکھا ہے۔ وہ ثقہ امام تھے۔

تصانیف و تالیفات:

امام ابوالقاسم عبداللہ البغوی رحمہ اللہ کی متعدد تالیفات و تصانیف ہیں۔ جن کی فہرست حسب ذیل ہے:

معجم الصحابه۔ المعجم الكبير۔ المعجم الصغير۔ الجعديات۔ مسند أسامه بن زيد (جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے)۔ السنن على مذاهب الفقهاء۔ تاريخ وفاة الشيوخ الذين أدركهم البغوی۔ جزء منتقىٰ من حديث أبي الجهم العلاء بن موسىٰ الباهلی۔ حديث أبی الجهم عن شيوخه۔ حديث مصعب بن عبدالله۔ حكايات شعبة بن الحجاج۔ مسائل عن أبی عبدالله أحمد بن حنبل۔ من حديث أبی خالد هدبة بن خالد۔ من حديث كامل بن طلحة۔



سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا تعارف

بزرگ صحابہ کے ساتھ ساتھ بعض نوجوان صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں دیگر بہت سے اصحاب کی نسبت خصوصی مقام حاصل تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں محبوب ترین نوجوان صحابہ رضی اللہ عنہم میں ایک نام سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابومحمد تھی، ابوحارثہ اور ابویزید بھی آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت بیان کیا گئی ہے۔ ❶ لیکن آپ رضی اللہ عنہ اپنے نام ''زید'' سے ہی معروف تھے۔ اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اور لاڈلے ہونے کی بدولت آپ رضی اللہ عنہ کو دیگر صحابہ کرام ''حِبُّ رسولِ اللّٰہ'' (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لاڈلا) کہہ کر بھی پکارا کرتے تھے۔ اور یہ عظیم الشان لقب سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کا بہترین اثاثہ تھا۔

جیسا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بنو مخزوم قبیلہ سے تعلق رکھنے والی خاتون کی چوری اور سزا کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''وَمَن يَجتَرِئُ عَلَيهِ إِلَّا أُسَامَةُ بنُ زَيدٍ، حِبُّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ'' ❷

یعنی: اس مخزومیہ عورت کی سزا معافی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب (لاڈلے) صحابی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے علاوہ کوئی بھی بات نہیں کر سکتا تھا۔

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی پیدائش ہجرت مدینہ سے سات سال قبل، 615 عیسوی کو مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے:

'' أسامة بن زيد بن حارثة بن شراحيل بن عبد العزى ابن امرئ القيس بن عامر بن النعمان بن عبد ود بن كنانة بن عوف ابن عذرة بن عدى بن زيد اللات بن رفيدة بن ثور بن كلب'' ❸

❶ تاريخ دمشق، لابن عساكر: 46/8 - سير أعلام النبلاء، للذهبي: 497/2.

❷ صحيح البخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب حديث الغار، حديث، 3475.

❸ تاريخ دمشق، لابن عساكر: 46/8.

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے اجداد، یمن کے معزز قبیلہ بنو قضاعہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کم سنی کے باعث ابتدائی غزوات وسرایا میں شرکت نہ کر سکے البتہ جنگ حنین سمیت میں کئی جنگوں میں آپ رضی اللہ عنہ نے بہادری کے جوہر دکھائے۔ فتح مکہ کے روز جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بھی سوار تھے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ غزوہ موتہ میں بھی شریک ہوئے تھے۔ ❶

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے جن جنگوں میں شرکت کی ان میں ایک معرکہ سریہ غالب بن عبداللہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سیدنا غالب بن عبداللہ اللیثی رضی اللہ عنہ کی امارت میں تشکیل دیا اور انھیں شام کے ایک علاقہ ''میفعہ'' میں اسلام دشمن سازشیوں کی سرکوبی کے لیے بھیجا گیا۔ جب جنگ شروع ہوگئی تو مرداس بن نہیک نامی کافر نے کئی مسلمانوں کو شہید کیا۔ اور یہ کافر، جب سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے ہتھے چڑھا تو جونہی آپ رضی اللہ عنہ نے اس پر تلوار سونتی تو اس نے کلمہ پڑھ لیا۔ جس کی وجہ سے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی انصاری صحابی نے کہا: اسامہ اسے قتل نہ کرو، اس نے کلمہ پڑھ لیا ہے۔ تو سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس نے کلمہ صرف موت کے ڈر سے پڑھا ہے۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے اس شخص کو قتل کر دیا۔ جب اسلامی لشکر فتح یاب ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح کی خوش خبری سنائی گئی۔ اسی دوران یہ بھی بتایا گیا کہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا جس نے کلمہ پڑھ لیا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت افسوس کے ساتھ فرمایا: اسامہ! جب وہ شخص روزِ قیامت اپنا کلمہ لے آئے گا تو تم کیا جواب دو گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی بات بار بار کرتے رہے۔ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نہایت پریشان ہوگئے۔ اور عرض کیا: اللہ کے رسول! اس شخص نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کریں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی بات دہراتے رہے کہ جب وہ شخص روزِ قیامت کلمہ لے آئے گا تو تم کیا جواب دو گے؟ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے دل میں خیال آیا کہ کاش میں آج سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا، اور نہ ہی اس لشکر کے ساتھ جاتا، اور نہ یہ واقعہ ہوتا۔ ❷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں، رومیوں سے جنگ کے لیے ایک لشکر ترتیب

❶ سير أعلام النبلاء، للذهبي: 497/2.

❷ تاريخ الطبري: 22/3 - صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم قتل الكافر بعد أن قال لا إله إلا الله، حديث، 160 - (97) - تاريخ الإسلام، للذهبي: 449/2 - الإيمان لابن منده: 209/1 - سير أعلام النبلاء، للذهبي: 96/1، 505/2.

دیا۔ جس کا امیر سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو مقرر فرمایا۔ جبکہ اس لشکر میں سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سمیت متعدد کبار صحابہ بھی شامل تھے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر انتخاب نے نوجوان صحابی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو امیر لشکر منتخب فرمایا۔ اسی لیے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب بھی سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے ملتے تو انھیں کہا کرتے تھے:

"السَّلَامُ عَلَيكَ أَيُّهَا الأَمِيرُ ، وَرَحمَةُ اللّٰهِ . تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَأَنتَ عَلَيَّ أَمِيرٌ"❶

''امیر محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے رخصت ہوئے، ان دنوں آپ میرے امیر تھے۔''

لشکر کی روانگی کے ابتدائی وقت میں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مزید خراب ہونے کی اطلاعات آنے لگیں۔ جس کے باعث اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا لشکر تاخیر کا شکار رہا۔ اسی اثنا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خالق حقیقی (رفیق اعلیٰ) سے جا ملے۔ [إِنَّـا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ] یہ وقت نہایت کٹھن اور تکلیف دہ تھا۔ مسلمان، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے صدمہ میں نڈھال تھے۔ دوسری طرف ارتداد کی خبروں کے باعث عالمی سطح پر ممکنہ طور پر حالات بگڑتے نظر آنے لگے۔ وقت کی نزاکت کے پیش نظر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر کو بلند حوصلوں اور بے کراں جرأتوں سے بھرپور، ایمانی جذبات سے مزین دعاؤں کے سائے میں رخصت کیا۔ اس وقت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی عمر 18 سال تھی۔❷ آپ رضی اللہ عنہما کی ایمانی جرأت اور خداداد عسکری صلاحیتوں کا نتیجہ تھا کہ اللہ کی رحمت وفضل سے یہ لشکر اپنے ہدف کو پانے میں کامیاب رہا، اور اسلام کا رعب ودبدبہ مزید مضبوط ہوا۔ جس کے نتیجہ میں مرتدین کی سازشوں اور عالمی سطح پر اہل اسلام پہ باغیوں کے دباؤ سمیت بے شمار شورشوں کا خاتمہ ہوا۔

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے ادوار میں سیاسی امور سے وابستہ رہے۔ لیکن سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انھوں نے سیاست کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ دیا۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی لڑائیوں کے متعلق بھی سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما غیر جانبدار ہی رہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی بے حد عزت واکرام کیا کرتے

❶ سير أعلام النبلاء، للذهبي: 501/2.
❷ سير أعلام النبلاء ، للذهبي : 500/2.

تھے۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب صحابی تھے۔ اس لیے سب صحابہ رضی اللہ عنہم آپ رضی اللہ عنہ کو دیگر لوگوں پر اہمیت دیتے تھے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان کا وظیفہ 3500 روپے مقرر کیا، جبکہ اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا وظیفہ 3000 روپے مقرر کیا تھا۔ اس پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کی وجہ پوچھی تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ کو تم سے اور ان کے والد کو تمھارے والد سے، بڑھ کر محبت کرتے تھے۔ ❶

ایک روایت کے مطابق سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا وظیفہ 2000 روپے جبکہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا وظیفہ 4000 روپے مقرر فرمایا تھا۔ جو کہ صرف اور صرف اس بنا پر تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اور ان کے والد محترم سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے بے حد محبت و شفقت فرمایا کرتے تھے۔ ❷

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے 54 ہجری، بمطابق 678 عیسوی کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ایک قول یہ بھی بیان کیا ہے کہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کچھ عرصہ تک دمشق کے جنوب مغرب میں ''مِـزَّہ'' نامی ایک بستی میں مقیم رہے۔ کچھ عرصہ وہاں رہنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ واپس مدینہ منورہ آ گئے۔ اور مدینہ منورہ میں ہی آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ جبکہ ایک قول یہ بھی ہے کہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی وفات، وادی قریٰ میں ہوئی۔ ❸

جب سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی وفات ہوئی تو ان کی تدفین کے حوالے سے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا:

" عَجِّلُوا بِحِبِّ رَسُولِ اللّٰهِ قَبلَ أَن تَطلُعَ الشَّمسُ . "❹

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب صحابی کو سورج طلوع ہونے سے قبل، جلدی لے چلو۔''

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث وسنن کو دنیا کے کونے کونے تک پھیلانے کے لیے نہایت قابل قدر خدمات انجام دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارکہ سے براہ راست سماعت فرما کر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی کا مشاہدہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین وسنن روایت کیے۔ علاوہ ازیں

❶ سير أعلام النبلاء، للذهبي: 499/2.
❷ مسند اسامة بن زيد، حديث، 6.
❸ سير أعلام النبلاء، للذهبي: 497/2.
❹ سير أعلام النبلاء، للذهبي: 507/2.

آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا بلال بن رباح، ام المومنین سیدہ ام سلمہ اور اپنے والد محترم سیدنا زید بن حارثہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین سماعت کر کے روایت کیے ہیں۔

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ روایت کرنے والوں میں محدث امت سیدنا ابو ہریرہ، مفسر امت سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری، سیدنا ابو وائل شقیق بن سلمہ، ابو عثمان النہدی، عروۃ بن الزبیر، ابوسلمہ، ابوسعید المقبری، عامر بن سعد، ابوظبیان، عطاء بن ابی رباح اور سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے محمد اور حسن وغیرہ شامل ہیں۔ ❶

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت محبوب اور لاڈلے صحابی تھے۔ ان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیار اور شفقت کا رویہ بہت سی احادیث میں مذکور ہے۔ ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گود میں ایک طرف اپنے نواسے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو بٹھایا اور دوسری طرف سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بٹھایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت فرما۔ ❷

ایک موقع پر سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لیے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف اٹھا کر ان کے لیے دعا فرمائی۔ ❸ یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے بے حد محبت کرتے تھے۔ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی عظمت اور فضائل ومناقب کو سمجھنے کے لیے یہی کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی محبت کو اپنی محبت کے لیے معیار قرار دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((مَن أَحَبَّنِي فَلْيُحِبَّ أُسَامَةَ.)) ❹

---

❶ سير أعلام النبلاء، للذهبي: 497/2.

❷ صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب وضع الصبي على الفخذ، حديث، 6003 ـ مسند أحمد بن حنبل: حديث، 21787 ـ مصنف ابن أبي شيبة: 379/6، حديث، 32183 ـ مسند ابن أبي شيبة: 121/1، حديث، 157 ـ السنن الكبرى، للنسائي: 323/7، حديث، 8128 ـ صحيح ابن حبان: 415/15، حديث، 6961 ـ المعجم الكبير، للطبراني: 47/3، حديث، 2642 ـ الآداب، للبيهقي: حديث، 15 ـ السنن الكبرى، للبيهقي: 394/10، حديث، 21074 ـ مسند أسامه بن زيد: حديث: 7، 8.

❸ سنن الترمذي، أبواب المناقب، باب مناقب أسامة بن زيد، حديث، 3817 ـ فضائل الصحابة، لأحمد بن حنبل: 834/2، حديث، 1526 ـ مسند أحمد بن حنبل: حديث، 21755 ـ المعجم الكبير، للطبراني: 160/1، حديث، 377 ـ مسند أسامة بن زيد، حديث: 4.

❹ صحيح مسلم، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب في خروج الدجال و مكثه في الأرض، حديث، 119 ـ (2942) ـ سنن النسائي، كتاب النكاح، باب الخطبة في النكاح، حديث، 3237.

''جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے وہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے بھی محبت کرے۔''

ایک حدیث مبارکہ میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد تو سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنا حرام قرار پاتا ہے؛ جو فرمان مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارکہ سے سنا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((مَن كَانَ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَلْيُحِبَّ أُسَامَةَ .)) ❶

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویدار ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے بھی محبت کرے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ سے اس قدر محبت اور شفقت فرماتے تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آپ رضی اللہ عنہ کو ''حِبُّ رسولِ اللّٰه ''(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لاڈلا) کہا کرتے تھے۔ ❷ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی اولاد پر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو فوقیت واہمیت دیتے تھے۔ ❸

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے والد محترم:

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے والد محترم کا نام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام سعدی بنت ثعلبہ تھا۔ سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور ترین خادم تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت 581 عیسوی کو ہوئی۔

آپ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ اپنے ننھال، بنومعن کے ہاں گئے تھے کہ راستے میں بنوقین کے کچھ لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو اغوا کر لیا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کو ایک منڈی میں بطور غلام فروخت کر دیا۔ جبکہ آپ رضی اللہ عنہ آزاد تھے۔ اور اپنے علاقے کے معزز ترین قبیلے کے چشم و چراغ تھے۔

فروخت ہوتے ہوتے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کی معروف مارکیٹ 'عکاظ' میں پہنچ گئے۔ جہاں بڑے بڑے تاجر دور دراز علاقوں سے مختلف اشیاء ضرورت سمیت غلام اور لونڈیاں بھی فروخت کے لیے لے کر آتے تھے۔ سیدنا حکیم بن حزام بھی کچھ خریداری کے لیے عکاظ پہنچے تو انھیں یہ غلام بہت پسند آیا، انھوں نے

❶ فضائل الصحابة، لابن حنبل: 835/2، حديث، 1527 ـ مسند أحمد بن حنبل، حديث، 25233 ـ مصنف ابن أبی شيبة: 392/6، حديث، 32303 ـ سير أعلام النبلاء، للذهبی: 498/2.

❷ صحيح البخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب حديث الغار، حديث، 3475.

❸ سير أعلام النبلاء، للذهبی: 499/2.

400 درہم میں خرید لیا، اور اپنی پھوپھی جان سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کر دیا۔ یہ غلام، نوجوان، باہمت، باشعور، نہایت خدمتگار اور نیک سیرت تھا۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کا رنگ گورا، سرخی مائل تھا۔

سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کی شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تو انھوں نے یہ غلام اپنے شوہر نامدار کو ہبہ کر دیا۔ اس طرح سے اس نوجوان کی خوش قسمتی اسے دور دراز علاقے سے قبل از اعلان نبوت ہی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تک لے آئی۔ اس وقت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ ایک روایت کے مطابق سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطحاء میں دیکھا، انھیں فروخت کرنے کے لیے تاجر اعلان کر رہا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر آ کر اپنی زوجہ محترمہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا تو انھوں نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو خرید لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا۔

اُدھر سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے والدین کی حالت بری تھی، کیونکہ انھیں اپنے بیٹے کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ کے والد حارثہ بن شراحیل نے آپ رضی اللہ عنہ کی جدائی میں شدت غم سے ایسے اشعار کہے جو دل کو دہلا دینے والے ہیں۔ طوالت تحریر کے خدشہ کے پیش نظر وہ اشعار یہاں بیان کرنا ممکن نہیں۔ البتہ کتب تاریخ و سیر میں مذکور ہیں۔

موسم حج میں سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے گاؤں سے کچھ لوگ مکہ مکرمہ آئے، انھوں نے وہاں زید رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو انھوں نے واپس جا کر اس کی اطلاع ان کے والد حارثہ بن شراحیل کو دی۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے والد حارثہ اور چچا (کعب بن شراحیل) اطلاع ملتے ہی مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سارا ماجرہ بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زید کو اختیار ہے کہ چاہے تو آپ کے ساتھ چلا جائے، چاہے تو یہیں رہے۔

سیدنا زید رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: زید! انھیں جانتے ہو؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، یہ میرے ابو جان اور یہ میرے چچا ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمھیں اختیار ہے کہ اپنے والد کے ساتھ جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے والد کے ساتھ جانے کی بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنا پسند کیا۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حطیم میں کھڑے ہو کر اعلان فرمایا تھا:

''زید میرا بیٹا ہے۔ یہ میرا وارث بنے گا اور میں اس کا وارث بنوں گا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حسن سلوک دیکھ کر سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے والد محترم اور چچا نے زید رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے پر کوئی

اعتراض نہ کیا، بلکہ خوشی خوشی اپنے بیٹے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھوڑ کر چلے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو متبنّٰی (منہ بولا بیٹا) بنالیا تھا۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انھیں زید بن محمد کہا کرتے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم زید بن حارثہ کو زید بن محمد ہی کے نام سے پکارتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل کردی:

﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ (الأحزاب: 5)

''اللہ تعالیٰ کے ہاں یہی بات انصاف والی ہے کہ تم ان (منہ بولے بیٹوں) کو انھی کے باپوں کے نام سے ہی پکارو۔''

اس آیت کے بعد سیدنا زید رضی اللہ عنہ، زید بن محمد کی بجائے زید بن حارثہ ہی کے نام سے پکارے جانے لگے۔ [1] مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشی و معاشرتی بنیادوں پر باہمی تعاون کے لیے بعض صحابہ کو بعض دوسرے صحابہ کا بھائی قرار دیا تھا۔ جسے مواخات مکہ کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا بھائی قرار دیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعلان نبوت فرمایا تو سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ دیگر صحیح روایات کے مطابق سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سب سے پہلے ایمان لائیں، جبکہ بعض روایات کے مطابق سیدنا ابوبکر اور بعض روایات کے مطابق سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔ اس کی توجیہ اس طرح ہے کہ آزاد خواتین میں سب سے ایمان لانے والی سیدہ خدیجہ تھیں۔ آزاد مردوں میں سب سے ایمان لانے والے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت محبوب صحابی تھے۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انھیں ''حِبُّ رَسُولِ اللّٰہ'' (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لاڈلا اور محبوب صحابی) کہا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں یہی مقام حاصل تھا، انھیں بھی ''حِبُّ رَسُولِ اللّٰہ'' کہا جاتا تھا۔ اسی لیے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ''الحِبُّ بْنُ الْحِبّ'' (محبوب صحابی کا محبوب بیٹا) کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

[1] ملخص، از: صفة الصفوة، لابن الجوزی: 144/1.

سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے ایک سے زائد شادیاں کیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی پہلی شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ ان کے ساتھ نبھاہ نہ ہوا سکا، طلاق دے دی۔ سیدہ ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ پھر درّہ بنت ابی لہب سے شادی کر لی۔ یہ شادی بھی زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی۔ درہ بنت ابی لہب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے کر سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کی بھتیجی ہند بنت عوام رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی۔ اس بیوی کو بھی طلاق دے دی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی شادی، سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا سے کر دی۔ ❶

❁:...... سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اگرچہ پیدائشی غلام نہیں تھے، بلکہ ایک معزز آزاد گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ لیکن ان پر غلامی کا دھبہ لگ چکا تھا۔ اور زینب رضی اللہ عنہا مکہ کے معروف معزز گھرانے کی بیٹی تھیں۔ جس کی وجہ سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبھاہ نہ ہوسکا۔ تقریباً ایک سال سے قبل ہی دونوں میں علیحدگی ہوگئی۔

یہ شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرائی تھی۔ اسی شادی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نام قرآن مجید میں ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا ﴾ (الأحزاب : 37)

''جب زید نے اس (زینب بنت جحش) سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے کر دیا۔''

سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ واحد صحابی ہیں جنھیں یہ شرف حاصل ہے کہ ان کا نام قرآن مجید میں باقاعدہ آیت میں نازل ہوا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ اس کے بعد زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔ جیسا کہ مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں واضح الفاظ میں مذکور ہے۔

❁:...... سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی دوسری بیوی سیدہ ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا کا تعلق بنو امیہ سے تھا۔ یہ عقبہ بن ابی معیط کی بیٹی تھیں۔ عقبہ، اسلام اور مسلمانوں کا شدید مخالف اور خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سخت عداوت رکھنے والا شخص تھا۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی والدہ اروی بنت کریز تھیں۔ اس اعتبار سے ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اخیافی (یعنی: باپ کی طرف سے سوتیلی) بہن تھیں۔ ان کے حقیقی بھائی ولید بن

❶ طبقات ابن سعد: 33/3 ـ الإصابة فی تمییز الصحابة : 496/2 .

عقبہ اور خالد بن عقبہ تھے۔ جو فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔

ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا اور 7 ہجری کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئیں۔ اگلے ہی روز ان کے بھائی آ گئے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ ہماری بہن کو ہمارے ساتھ واپس بھیجیں۔ کیونکہ صلح حدیبیہ کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر کوئی شخص مکہ مکرمہ سے مسلمان ہوکر مدینہ چلا جائے تو مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اس شخص کو اس کے گھر والوں کے سپرد کر کے واپس مکہ بھیج دیں گے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ﴾ (الممتحنۃ : 10)

''اے ایمان والو! اگر تمھارے پاس مومن خواتین، ہجرت کر کے آ جائیں تو انھیں پرکھ لو (کیا واقعی ایمان قبول کیا ہے؟)، اللہ تعالیٰ تو ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ البتہ اگر تمھیں تصدیق ہو جائے کہ وہ مومنات ہیں، تو پھر انھیں کفار کے پاس واپس مت بھیجو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا کی شادی سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کر دی۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے انھیں طلاق دے دی۔ بعد ازاں ام کلثوم رضی اللہ عنہا سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آ ئیں۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی۔ سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک بیٹا (زید بن زید) اور ایک بیٹی (رقیہ بنت زید) پیدا ہوئی۔ زید صغرسنی میں وفات پا گیا۔

❁:...... درہ بنت ابی لہب رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔ ابولہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والا پہلا شخص تھا۔ یہ ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت اور انھیں تکالیف پہنچانے میں پیش پیش رہا۔ اس کی بیوی ام جمیل بنت حرب تھی جو اسلام دشمنی میں اپنے خاوند سے بھی بڑھ کر تھی۔ یہ بد بخت خاتون، معروف صحابی سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی اور سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بہن تھی۔ ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل کی بدبختی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں (خاوند بیوی) کے لیے غصہ کا اظہار اور عذاب کی وعید قرآن مجید میں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝

وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۚ﴿۴﴾ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ﴿۵﴾

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہوگیا۔ اس کا مال اس کے کام آیا نہ ہی اس کی کوئی کمائی۔ وہ یقیناً شعلوں والی آگ میں جائے گا۔ اور اس کی بیوی بھی، جو لکڑیاں اٹھاتی ہے۔ اس کی گردن میں مونج کی رسی ہوگی۔''

اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ وہ زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ نکالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت فرمائی تو ابولہب کی اولاد دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگی۔ سیدہ درہ بنت ابی لہب رضی اللہ عنہا ابولہب اور ام جمیل کی بیٹی تھیں۔

❁:...... ہند بنت عوام رضی اللہ عنہا ام المومنین سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے بھائی عوام بن خویلد کی بیٹی تھیں۔ ان کی والدہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا معروف صحابی سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔

❁:...... سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی حمیمہ بنت صیفی بھی تھیں۔ ان کی شادی لیلہ عقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر کے اسلام قبول کرنے والے براء بن معرور رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ ان کے انتقال کے بعد حمیمہ بنت صیفی رضی اللہ عنہا کی شادی سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔

❁:...... ام ایمن رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی ایام میں پرورش کرنے والی خاتون تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں تو آپ کے بطن اطہر سے ایک بیٹا اسامہ پیدا ہوا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت محبوب صحابی بنا۔ سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کا تفصیلی تعارف آئندہ سطور میں ''سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی والدہ محترمہ'' کے عنوان سے آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نہایت معاملہ فہم، سنجیدہ، زاہد و متقی اور بہادر و نڈر جنگجو انسان تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی کسی لشکر کو جنگ کے لیے روانہ کیا، تو اگر اس لشکر میں سیدنا زید رضی اللہ عنہ موجود ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اس لشکر کا امیر مقرر کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ تقریباً سات جنگی لشکروں کے امیر مقرر ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ غزوہ موتہ میں شہید ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ شہادت کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً 48 برس تھی۔

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی والدہ محترمہ:

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی والدہ ماجدہ کا نام برکت (برکہ) تھا۔ وہ اپنی کنیت، ام ایمن سے معروف

ہوئیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے والد محترم کی خادمہ تھیں۔ ان کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خادمہ بنیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں آزاد کر دیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا اولیں ہجرت کرنے والے صحابہ میں سے تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی شادی عبید بن حارث خزرجی سے ہوئی۔ جس سے ایک بیٹا ایمن پیدا ہوا۔ اس نے بھی اسلام قبول کیا، ہجرت کی، جہاد کیا اور غزوہ حنین میں جام شہادت نوش کر گیا۔ اسی بیٹے ''ایمن'' کی نسبت سے آپ رضی اللہ عنہا اپنی کنیت ''ام ایمن'' سے مشہور ہوئیں۔

رسول اللہ ﷺ ام ایمن رضی اللہ عنہا کا اس قدر احترام کیا کرتے تھے، کہ آپ ﷺ انھیں آواز دیتے وقت کہا کرتے تھے: اے میری امی جان۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ام ایمن میرے اہل بیت میں سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: جس شخص کی تمنا ہے کہ وہ جنتی خاتون سے شادی کرے، اسے چاہیے کہ ام ایمن سے شادی کر لے۔ اسی فضیلت کو پانے کے لیے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کر لی تھی۔

سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کی زبان بہت سے الفاظ بولنے میں اٹک جاتی تھی۔ جس طرح کہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے امام باقر رحمہ اللہ کی روایت بیان کی ہے کہ: سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور ''السلام علیکم'' کہنا تھا تو آپ رضی اللہ عنہا سے الفاظ کی ادائیگی درست نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے آپ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''سلام لَا علیکم'' تو اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے انھیں صرف ''السلام'' کہنے کی اجازت دی تھی۔

ایک مرتبہ سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت حاضر ہوئیں اور عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھے سواری کرنے اور بوجھ لادنے کے لیے کوئی اونٹ عطا فرما دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں آپ کو اونٹنی کا بچہ سواری کے لیے دوں گا۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کے رسول! وہ تو بوجھ اٹھانے کی ہمت نہیں رکھتا ہوگا، اس لیے بچہ نہیں، اونٹ دیجیے۔ آپ ﷺ نے مزاح کرتے ہوئے فرمایا، نہیں! آپ کو تو اونٹنی کا بچہ ہی ملے گا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ ام ایمن رضی اللہ عنہا سے مزاح کر رہے تھے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی مراد بھی اونٹ ہی تھا، کیونکہ اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہے۔ سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے طویل عمر پائی۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہا غم وصدمہ سے نڈھال رو رہی تھیں۔ کسی نے کہا: ام ایمن! کیوں رو رہی ہو؟ انھوں نے فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ نبی پاک ﷺ نے اپنے خالق حقیقی کے پاس جانا ہی تھا۔ لیکن مجھے ایک صدمہ یہ بھی ہے کہ اب وحی کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا ہے۔ جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا بہت روئیں۔ اور کہا: آج اسلام کمزور ہو گیا۔ سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وفات پائی۔

مسند اسامہ بن زید کا اسلوب

مسند اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی ایک صحابی یا کسی مخصوص محدث کی بیان کردہ روایات کو جمع کیا گیا ہو۔ یا متعدد صحابہ کی روایات کو ان کے اسماء کی ترتیب پر مرتب کیا ہو۔ ''مسند الحِبّ ابن الحِبّ أسامة بن زيد '' کے مؤلف امام ابوالقاسم البغوی رحمہ اللہ نے اس کتاب میں وہ روایات جمع کی ہیں، جو ان کی اپنی سند کے ساتھ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔

اس کتاب کا تقریباً تین چوتھائی حصہ ایسی روایات پر مشتمل ہے جنھیں کبار صحابہ رضی اللہ عنہم نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب 6 حصوں میں منقسم ہے۔

①: حدیث نمبر 1 تا 12۔ یہ حصہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے فضائل و مناقب سے متعلق احادیث و آثار پر مشتمل ہے۔ اس حصہ میں سیدنا اسامہ بن زید، سیدنا عبداللہ بن عمر اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کی بیان کردہ روایات ہیں۔

②: حدیث نمبر 13 تا 29۔ یہ حصہ ان روایات پر مشتمل ہے جو معروف صحابی، مفسر قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہیں۔

③: حدیث نمبر 30 تا 47۔ یہ حصہ ان روایات پر مشتمل ہے جو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہیں۔

④: حدیث نمبر 48 اور 49۔ یہ حصہ ان روایات پر مشتمل ہے جو محدث امت، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہیں۔

⑤: حدیث نمبر 50 اور 51۔ یہ حصہ ان روایات پر مشتمل ہے جو سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہیں۔

⑥: حدیث نمبر 52 تا 54۔ یہ حصہ ان روایات پر مشتمل ہے جو معروف تابعی ابووائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہیں۔

مسند اسامہ بن زید میں کل 54 روایات ہیں۔ ان میں سے اکثر روایات مرفوع ہیں۔ مصنف نے روایات کی صحت کا التزام نہیں کیا، البتہ اس کتاب کی نمایاں خوبی یہ ہے کہ اس میں بہت کم روایات ہیں جو سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں۔

ایک بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ اس کتاب میں سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ تمام احادیث نہیں ہیں۔ بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ بہت سی احادیث دیگر کتب میں بھی مذکور ہیں۔ اس کتاب میں سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ صرف وہ روایات ہیں جو اس کتاب کے مؤلف: امام ابوالقاسم عبداللہ بن محمد المعروف عبداللہ بن منیع رحمہ اللہ نے اپنے اساتذہ سے سنیں اور انھیں اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔



مسند اسامہ بن زید کے؛ راوی صحابہ رضی اللہ عنہم

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا شمار ان اصحاب علم وفضل صحابہ کرام میں ہوتا ہے، جن سے روایت کرنے والوں میں بعض کبار صحابہ کرام بھی شامل ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ سطور میں بیان کیا گیا ہے کہ مسند اسامہ بن زید کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اس میں ایسی احادیث بھی مذکور ہیں جنھیں بعض کبار صحابہ رضی اللہ عنہم نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور ان کے ساتھ ساتھ ایک معروف مخضرم، ابووائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ بھی ان کبار ہستیوں میں شامل ہیں جنھوں نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ سماعت کر کے آگے بیان کی ہیں۔ ان تمام کبار ومقدس نفوس کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں معروف ترین مفسر قرآن صحابی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ہجرت مدینہ سے 3 سال قبل مکہ مکرمہ میں شعب ابی طالب کی محصوری کے دوران پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے منہ میں اپنا لعاب دہن لگایا اور آپ کے حق میں دعا فرمائی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ سیدہ ام فضل لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سابقون اولون میں سے تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے بھی فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی خالہ، سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ اور ام المومنین تھیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے والد گرامی سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے سیدہ ثویبہ کا دودھ پیا تھا۔ ❶ اس اعتبار سے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد رشتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی،

❶ البداية والنهاية، لابن كثير: 302/5.

چچا اور خالو بھی تھے۔مشہور صحابی سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ بھی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں۔

8 ہجری میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اپنے والدین کے ساتھ مدینہ منورہ آئے۔تب آپ کی عمر 11 سال تھی۔آپ رضی اللہ عنہ کو لڑکپن ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت وشفقت میسر آئی،جس کی برکت سے آپ رضی اللہ عنہ نے عمر کے ابتدائی حصے میں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال سے شریعت کے متعدد احکام سیکھ لیے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے حصول علم کے جذبہ کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائی تھی: اے اللہ! عبداللہ کو دین کی فقاہت اور قرآن مجید کی تفسیر کا علم عطا فرما۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اپنی خالہ جان ام المومنین سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے ہاں بعض اوقات رات گزار لیا کرتے تھے۔تو اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا نہایت وقیع و پرسعادت موقع آپ رضی اللہ عنہ کو بہت قریب سے نصیب ہوتا۔سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے 68 ہجری، مطابق: 687 عیسوی، کو طائف میں وفات پائی۔آپ رضی اللہ عنہ کے پانچ بیٹے تھے: علی بن عبداللہ، عباس بن عبداللہ، محمد بن عبداللہ، فضل بن عبداللہ اور عبداللہ بن عبداللہ۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے متعدد احادیث مبارکہ براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سماعت کر کے بیان فرمائیں۔علاوہ ازیں آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا اسامہ بن زید، سیدنا ابی بن کعب، سیدنا بریدہ بن حصیب اسلمی، سیدنا تمیم الداری، سیدنا سعد بن عبادہ، سیدنا خالد بن ولید، سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا عمار بن یاسر، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف، اپنے بھائی سیدنا فضل بن عباس اور اپنے والد محترم سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم سمیت متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ سماعت کر کے بیان کیں اور اشاعت وترویج حدیث کا عظیم فریضہ سرانجام دیا۔

سیدنا انس بن مالک، سیدنا ثعلبہ بن حکم اللیثی اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہ جیسے جید صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ امام حسن بصری، حبیب بن ابی ثابت، امام شعبی، ابوصالح ذکوان، سعید بن مسیّب، شہر بن حوشب، سنان بن سلمہ، ضحاک بن مزاحم، طاؤس بن کیسان، عطاء بن ابی رباح، وہب بن منبہ، مجاہد بن جبر اور محمد بن سیرین رحمہم اللہ سمیت بے شمار تلامذہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔

② سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت محبوب صحابی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بہن سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں۔ اس اعتبار سے آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر نسبتی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا تھا۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ ابھی سن بلوغت کو پہنچے ہی تھے۔

دیگر صحابہ کی نسبت اتباع سنت میں آپ رضی اللہ عنہ بہت کوشاں اور حریص رہتے۔ آپ رضی اللہ عنہ بغیر کسی حاجت کے دوران سفر کسی مقام پر سواری سے اتر جاتے، پوچھنے پر وضاحت کرتے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں اپنی سواری سے اترتے دیکھا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم کی اس حد تک پیروی کرتے تھے کہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی وقت بیٹھے تھے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ونقل کرنے میں وہاں بیٹھا کرتے تھے۔ ایک درخت کے نیچے آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھے دیکھا تھا، تو آپ رضی اللہ عنہ اس درخت کو ہمیشہ پانی دیتے اور اس کی حفاظت کرتے رہے کہ کہیں یہ درخت خشک نہ ہو جائے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما معروف فقہاء صحابہ میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ بنے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام سیدہ زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا تھا۔ جو معروف صحابی سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے 73 ہجری کو وفات پائی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارکہ سے سماعت کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال وسنن کو بیان کیا۔ علاوہ ازیں آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا اسامہ بن زید، سیدنا بلال، سیدنا رافع بن خدیج، سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا زید بن ثابت، سیدنا ابوسعید خدری، سیدنا سعد بن ابی وقاص، سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا علی بن ابی طالب، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ، اپنی بہن ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر اور اپنے والد گرامی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم سمیت متعدد صحابہ کرام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث وسنن روایت کی ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام روایت کرنے والے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے۔ جن میں سے چند تلامذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں: آدم بن علی، اسلم، اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن ابی ذویب، امیہ بن عبداللہ الاموی، انس بن سیرین، بسر بن سعید، بشر بن حرب، بشر بن عائذ، ثابت البنانی، ثابت بن عبید، جبیر

بن ابی سلیمان، جبیر بن نفیر، حبیب بن ابی ثابت، حسن بصری، ابوالخصیب زیاد القرشی، سعید بن میسّب، سعید بن وہب الہمدانی، سعید بن یسار، سلیمان بن یسار، شہر بن حوشب، صدقہ بن یسار، عبداللہ بن بدر الیمامی، عبداللہ بن بریدہ، ابوالولید عبداللہ بن الحارث، عبداللہ بن دینار اور عبداللہ بن ابی سلمہ الماجشون رحمہم اللہ۔

③ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اصل نام عبدشمس تھا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبدالرحمٰن رکھ دیا تھا۔ بعض مؤرخین کے بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام، عبداللہ رکھا تھا۔ البتہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی کنیت ''ابو ہریرہ'' سے ہی شہرت پائی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت، بلی کے ایک بچے کی نسبت سے تھی۔ جسے آپ رضی اللہ عنہ اکثر اوقات اپنے پاس؛ حتیٰ کہ اپنی آستین یا گود میں رکھا کرتے تھے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نسبی تعلق، قبیلہ دوس سے تھا۔ یہ قبیلہ عرب کے مشہور قبیلہ، ازد، کی ایک شاخ تھی۔ دوس قبیلہ، یمن کے ایک طرف ایک پہاڑ کے دامن میں آباد تھا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے تیس سال اپنے علاقے میں ہی گزارے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے والد محترم کا نام عمیر تھا۔ جو آپ رضی اللہ عنہ کے بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام امیمہ یا میمونہ بنت صبیح تھا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کا بے حد احترام اور خدمت کرنے والے تھے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سیدنا طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کی تبلیغ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ سے قبل اپنے علاقے میں قیام کے دوران ہی مشرف باسلام ہوئے۔ سیدنا طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کی معیت میں دَوس قبیلے کے تقریباً چارسو افراد نے مدینہ منورہ ہجرت کا شرف حاصل کیا جائے۔ اس قافلے میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ بھی تھیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی دعا کے نتیجہ میں وہ بھی مسلمان ہوگئیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی عمر 80 سال سے زائد ہوچکی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ سخت بیمار رہنے لگے۔ بالآخر آپ رضی اللہ عنہ خالق حقیقی سے جا ملے۔ [إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيهِ رَاجِعُونَ] آپ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات سے متعلق مختلف روایات ہیں، کسی میں آپ رضی اللہ عنہ کا سن وفات 57 ہجری، کسی میں 58 جبکہ کسی روایت میں 59 ہجری مذکور ہے۔ سیدنا

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مدینہ کے امیر، ولید بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کے معروف قبرستان ''البقیع'' میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں علمی لحاظ سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام بہت نمایاں ہے۔ عہد رسالت کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اشاعت حدیث میں گزارا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مادری زبان عربی تھی لیکن آپ رضی اللہ عنہ فارسی زبان پر بھی خوب دسترس رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کے احکام و مسائل سے بھی واقف تھے۔

علمی دنیا میں آپ رضی اللہ عنہ کا نام محدث امت کے طور پر لیا جاتا ہے۔ کیونکہ تمام صحابہ میں سب سے زیادہ احادیث آپ رضی اللہ عنہ ہی نے بیان کی ہیں۔ محدثین کے شمار کرنے کے مطابق سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے 5374 احادیث رسول علیہ الصلاۃ والسلام روایت کی ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارکہ سے سماعت کر کے اور دیگر اکابر صحابہ سے اخذ کر کے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آپ رضی اللہ عنہ نے احادیث مبارکہ روایت کی ہیں ان میں: سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ، سیدنا ابی بن کعب، سیدنا اسامہ بن زید، سیدنا سلمان فارسی، سیدنا علاء الحضرمی، سیدنا کعب بن عجرہ، سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص، سیدنا عبداللہ بن سلام، سیدنا زید بن ثابت، سیدنا فضل بن عباس، سیدنا خریم بن فاتک اور سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل ہیں۔

اسی طرح روایت حدیث میں آپ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کی بہت طویل فہرست ہے۔ جس میں بہت سے صحابہ کرام اور صحابیات رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ ان سب کے نام ذکر کرنا یہاں طوالت کا باعث ہے۔

④ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ:

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کے ایک گھرانے سے تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ ہجرت مدینہ سے پندرہ سال پہلے مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم کا نام عبداللہ بن عمرو بن حرام السلمی رضی اللہ عنہ تھا۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ سے قبل بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کر کے اسلام قبول کیا تھا۔ اور اس بیعت کی دفعات پر عمل درآمد کے لیے منتخب ہونے والے بارہ نقباء میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے والد محترم سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ انھوں نے جنگ بدر اور احد میں شرکت کی۔ اور جنگ احد میں شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام نسیبہ بنت عقبہ تھا۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی 9 بہنیں تھیں۔ والد محترم کی شہادت کے بعد بہنوں کی تربیت اور دیکھ بھال کی مکمل ذمہ داری آپ رضی اللہ عنہ پر ہی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے 3 ہجری میں غزوہ ذات الرقاع سے قبل شادی کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے وقت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نوجوان تھے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرپور خدمت کی سعادت حاصل کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ سے بے حد شفقت فرمایا کرتے تھے۔ ایک روز آپ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے، بیماری کی شدت اس قدر تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کو زندگی کی امید نہ رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حوصلہ دیا، شفا اور لمبی عمر کی دعا فرمائی۔ چونکہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ اپنی بہنوں میں اپنے ترکہ کی تقسیم کے بارے میں نہایت پریشان تھے۔ اس حوالے سے ان کے سوالوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورت النساء کی آیت نمبر: 176 نازل فرمائی۔ اور یہ آیت مبارکہ ''آیت کلالہ'' کے نام سے معروف ہوئی۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا شمار اصحاب علم وفضل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے 70 ہجری کے بعد (غالبا: 78 ہجری کو) مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں پانچ بیٹے: عبدالرحمٰن، محمد، محمود، عبداللہ اور عقیل تھے۔

⑤ سیدنا ابووائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ:

سیدنا ابووائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ ہجرت مدینہ کے پہلے سال پیدا ہوئے۔ آپ رحمہ اللہ جلیل القدر تابعی تھے۔ بلکہ آپ رحمہ اللہ کا شمار مخضرمین میں ہوتا ہے۔ ❶ کیونکہ آپ رحمہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تو پایا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہ ہوسکی۔ شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ کا تعلق بنواسد بن خزیمہ سے تھا۔ یہ قبیلہ کوفہ میں آباد تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس قبیلہ کے لوگ مرتد ہوگئے تھے۔ اس وقت شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ کی عمر تقریبا گیارہ سال تھی۔

ابووائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ جب جوان ہوئے تو کوفہ سے مدینہ منورہ آگئے۔ یہاں آپ رحمہ اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اسلامی تعلیمات حاصل کیں۔ آپ رحمہ اللہ نے دو ماہ میں قرآن مجید کی تعلیم مکمل کر لی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی

❶ مخضرم اس شخص کو کہا جاتا ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اسلام تو قبول کیا لیکن اس کی ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہوسکی۔

شہادت کے بعد آپ رحمہ اللہ نے جنگ صفین میں بھی شرکت کی۔ آپ رحمہ اللہ نے 82 ہجری کو کوفہ میں وفات پائی۔ اس وقت عراق پر حجاج بن یوسف کی حکومت تھی۔

شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ نے متعدد صحابہ کرام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ سماعت کیں، ان کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا اور ترویج اسلام کی سعادت کے لیے احادیث مبارکہ کو روایت بھی کیا۔ آپ رحمہ اللہ نے سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا معاذ بن جبل، سیدنا ابوموسیٰ اشعری، سیدنا ابوہریرہ، سیدنا براء بن عازب اور سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سمیت بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث مبارکہ روایت کیں۔



کتاب کی اپنے مصنف سے نسبت کی توثیق

''مسند الحِبّ ابن الحِبّ أسامة بن زید '' کی اپنے مصنف، امام ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز، المعروف عبداللہ بن منیع رحمہ اللہ کی طرف نسبت بالکل درست اور ثابت شدہ ہے۔ اس ضمن میں چند امور قابل توجہ ہیں:

①:......مخطوطہ کے سرورق پر اس کتاب کی سند مذکور ہے۔ جس کے رواۃ جلیل القدر ائمہ اور ثقہ وثبت محدثین ہیں۔ ان کا مختصر تعارف اگلے صفحات میں آئے گا۔ ان شاء اللہ.

②:......ابن ندیم نے اپنی معروف کتاب ''الفھرست'' میں اس مسند کو ''کتاب المسند'' کے نام سے امام ابوالقاسم البغوی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ ❶

③...دور حاضر (پندرھویں صدی ہجری) کے عظیم محدث ومحقق علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے دار الکتب الظاہریہ دمشق کے مخطوطات کی جو فہرست مرتب کی ہے اس میں، صفحہ نمبر: 318 پر امام البغوی ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز بن بنت احمد بن منیع البغدادی رحمہ اللہ کا نام ذکر کرنے کے بعد صفحہ نمبر: 320 (مخطوطہ نمبر: 1132، کتاب نمبر: 852) پر ان کی تصنیف کے طور پر ''مسند الحب ابن الحب اسامة بن زید'' کا ذکر کیا ہے۔ ❷



❶ الفهرست، لابن الندیم: ص، 284.

❷ فهرس مخطوطات دارالکتب الظاهرية ، (المنتخب من مخطوطات الحدیث)، للالبانی : صفحه نمبر: 320.

مسند اسامہ بن زید میں مؤلف کے شیوخ

مؤلف رحمہ اللہ کے تمام شیوخ کبار محدثین، جلیل القدر ائمہ اور اپنے دور کے معروف و جید علماء تھے۔ مؤلف نے اپنے اساتذہ میں سے جن سے سماعت شدہ؛ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی روایات کو اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے، ان کے اسماء حسب ذیل ہیں:

احمد بن زہیر، علی بن عبداللہ المدینی، علی بن الجعد الجوہری، احمد بن محمد بن حنبل، مصعب بن عبداللہ الزبیری، محمد بن بکار بن الریان، عبدالاعلی بن حماد النرسی، احمد بن ابراہیم، منصور بن ابی مزاحم، ہارون بن عبداللہ، محمد بن عباد، ابراہیم بن سعد، محمد بن عباد، داؤد بن عمرو، سریج بن یونس، ہارون بن عبداللہ، حکم بن موسی ابوصالح، ہارون بن عبداللہ، یعقوب بن ابراہیم، ابوعقیل یحییٰ بن حبیب، ابراہیم بن ہانی، ابوخیثمہ زہیر بن حرب، اسحاق بن اسماعیل، احمد بن منصور، ابوبکر بن ابی شیبہ، حسن بن محمد، ابن الاموی سعید، علی بن شعیب، شریح، اسحاق بن ابراہیم، عبیداللہ بن عمر، عمرو الرمادی، داود بن عمرو اور مؤلف کے نانا احمد بن منیع رحمہم اللہ۔



مسند اسامہ بن زید کے مخطوطہ کی سند اور راویوں کا تعارف

اسلامی احکام میں سند بنیادی اور اہم ترین حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ سند ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے احکام کا رسول اللہ ﷺ سے صحیح یا غلط منسوب ہونا واضح ہوتا ہے۔ سابقہ شریعتوں میں احکام کی تبدیلیاں اور من چاہے اضافے کا یہی سبب تھا کہ ان کے ہاں سند کا وجود نہیں تھا جس کی بنا پر کھرا اور کھوٹا پرکھا جا سکتا۔ اسلام ہم تک اپنی اصل شکل اور اصل احکام کے ساتھ اسی لیے درست پہنچا ہے کہ اس میں بیان کرنے والے کا وجود، اس کے حالات اور اس کی حیثیت کو پرکھ کر پوری تحقیق کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا ﴾ (الحجرات: 6)

''مومنو! اگر تمھارے پاس کوفاسق شخص کسی بھی نوعیت کی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔''

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے بنیادی طور پر ہمیں خبر کی تحقیق کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرامین وسنن کو روئے زمین پر بعد از انبیا عظیم جماعت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محفوظ کیا اور اپنے اولاد، تلامذہ سمیت حتی الوسع اپنے ہم عصر لوگوں تک پہنچایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت بلا شک وشبہ، یقیناً عدول وصادقین تھے۔ اس مقدس جماعت سے فیض یاب ہونے والے جن لوگوں نے علم دین آگے پہنچایا وہ یقیناً بڑے اصحابِ علم وفضل تھے۔ مگر وہ علمی جلالت کے باوجود؛ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام سے یقیناً کم درجہ تھے، جنھیں تابعین کہا جاتا ہے۔ اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم سے براہ راست فیض یاب ہونے والوں، یعنی تابعین کی نسبت کم درجہ تھا، ان اصحاب علم کو تبع تابعین کہا جاتا ہے۔ اسی طرح درجہ بدرجہ آگے منتقل ہوتے ہوتے دین ہم تک پہنچا ہے۔ چونکہ دین کی اس ترویج و ترسیل میں ہم تک باعتبار زمانہ اصحاب علم کی ایک فہرست وسلسلہ تشکیل پاتا ہے۔ اسی سلسلہ کو سند کہا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ سند کے جملہ اراکین، جنھیں راوی یا رواۃ کہا جاتا ہے؛ کے احوال کی معرفت بھی ہم پر لازم ہے تاکہ نقل کنندگان کی جانچ ہو جائے، ان کے حالات کا پتہ چل جائے۔ معتبر اور ثقہ راویوں سے جھوٹے اور غیر معتبر راویوں کا فرق ہو جائے۔

لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے فرامین کی اسناد کا علم ہونا اور ان کے راویوں کے احوال معلوم ہونا ضروری ہے۔

تاکہ ہم دین اسلام کی صحیح تعلیمات کو اپنی زندگیوں کا حصہ بناسکیں۔

مسند اسامہ بن زید کی سند:

یہ کتاب:''مسند الحِبّ ابن الحِبّ أسامة بن زيد رضى الله عنهما '' بھی رسول اللہ ﷺ کے فرامین کا مجموعہ ہونے کے اعتبار سے اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ اس کتاب کی سند اور راویوں کا تعارف معلوم ہو۔لہٰذا اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

یہ کتاب:''مسند الحِبّ ابن الحِبّ أسامة بن زيد'' عبیداللہ بن علی بن محمد بن محمد بن الحسین ابن الفراء کی سند سے ہم تک پہنچی ہے۔انھوں نے ابوالفضل محمد بن ناصر بن محمد بن علی بن عمر السلامی سے اس کتاب کو سنا،انھوں نے ابوالوفاء علی بن عقیل بن محمد البغدادی سے روایت کیا،انھوں نے ابویعلی بن الفراء سے روایت کیا، انھوں نے ابوالحسن علی بن معروف البـــــزاز سے روایت کیا،انھوں نے مؤلف،امام ابوالقاسم عبداللہ بن محمد، المعروف عبداللہ بن منیع رحمہ اللہ سے اس کتاب کو روایت کیا۔

راویوں کا تعارف:

نسخہ کے کاتب سے مصنف تک اس کتاب کے راویوں کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:

① عبیداللہ بن علی،ابن الفراء رحمہ اللہ:

عبیداللہ بن علی بن محمد بن محمد بن الحسین بن الفراء،کی کنیت ابوالقاسم تھی۔آپ رحمہ اللہ 527 ہجری، ذوالحجہ کی چودھویں رات کو پیدا ہوئے۔آپ ثقہ و عادل راوی تھے۔آپ رحمہ اللہ نہایت سخی اور وسیع الظرف انسان تھے۔ آپ کا گھر علم دین کا مرکز تھا۔آپ رحمہ اللہ نے 850 ہجری،عیدالاضحیٰ کے دن بروز جمعہ وفات پائی۔

② ابوالفضل محمد بن ناصر السلامی رحمہ اللہ:

الشیخ،الامام،الحافظ،الثقہ ،الصدوق، ناصر السنہ ابوالفضل محمد بن ناصر بن محمد بن علی بن عمر السلامی رحمہ اللہ 467 ہجری میں پیدا ہوئے۔آپ رحمہ اللہ ابوعامر العبدری،ابوطاہر السّلفی،ابن طاہر،ابوموسیٰ المدینی،ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ وغیرہ جیسے جید ائمہ کرام کے استاذ تھے۔

ابوسعد السمانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: آپ رحمہ اللہ ثقہ راوی، ماہر لغت،متون و اسانید کے عارف و عالم تھے۔آپ رحمہ اللہ بغداد میں اپنے وقت کے سب سے بڑے عالم تھے۔550 ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔

③ ابوالوفاء علی بن عقیل رحمہ اللہ :

آپ رحمہ اللہ ابن عقیل البغدادی الظفری کے نام سے معروف تھے۔ آپ رحمہ اللہ 431 ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ حنابلہ کے مستند امام اور فقیہ؛ اور اپنے وقت کے سب سے بڑے عالم تھے۔ آپ رحمہ اللہ کی متعدد تصانیف بھی ہیں۔ آپ رحمہ اللہ قاضی ابویعلی بن الفراء رحمہ اللہ کے تلمیذ تھے۔ 513 ہجری میں آپ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

④ ابویعلی بن الفراء رحمہ اللہ :

الامام القاضی محی الدین ابویعلی محمد بن الحسین بن محمد بن خلف بن احمد بن الفراء رحمہ اللہ 380 ہجری کے اوائل میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمہ اللہ ابوالحسن علی بن معروف بن محمد البزاز کے تلمیذ تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے ابوطاہر المخلص سے بھی روایات سماعت کیں۔ آپ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں آپ کا صاحبزادہ قاضی ابوالحسین، خطیب بغدادی، ابوالوفاء بن عقیل اور ابوعلی الاہوازی وغیرہ شامل ہیں۔ آپ رحمہ اللہ ثقہ راوی اور فقہ کے امام تھے۔ عراق میں آپ سے بڑھ کر کوئی بھی فقہ کا عالم نہیں تھا۔ آپ رحمہ اللہ نے اپنے استاذ امام ابوالحسن علی بن معروف بن محمد البزاز سے حدیث کا پہلا سماع 385 ہجری میں کیا۔ آپ رحمہ اللہ نے 458 ہجری کو وفات پائی۔

⑤ ابوالحسن علی بن معروف بن محمد البزاز رحمہ اللہ :

آپ رحمہ اللہ ابوالفرج احمد بن معروف رحمہ اللہ کے بھائی تھے۔ آپ رحمہ اللہ ثقہ امام تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے اس کتاب (مسند اسامہ بن زید) کے مصنف ابوالقاسم البغوی اور محمد بن محمد الباغندی رحمہما اللہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ اور آپ رحمہ اللہ سے روایت لینے والوں میں غالب الحفار اور احمد بن علی بن التوزی وغیرہ شامل ہیں۔ [1]

⑥ ابوالقاسم عبداللہ بن منیع البغدادی :

آپ رحمہ اللہ کا تعارف گزشتہ صفحات میں ''مؤلف کا مختصر تعارف'' کے تحت بیان کر دیا گیا ہے۔



[1] تاریخ بغداد: 113/12.

مخطوطہ (قلمی نسخہ) کا تعارف

مسند اسامہ بن زید کا مخطوطہ المكتبة الظاهرية دمشق میں، اجزائے حدیث میں: 344 نمبر پر موجود ہے۔ اس کے 13 اوراق ہیں، جو دونوں اطراف سے لکھے ہوئے ہیں۔ ہر صفحہ پر تقریباً 23 سطور ہیں۔ یہ مخطوط نہایت قدیم اور وقیع ہے۔ اس پر اسی نسخے کی سماعات بھی مذکور ہیں۔ سب سے قدیم سماع 450 ہجری کا ہے۔ مختلف ائمہ کی سماعات کا ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ نسخہ مختلف ادوار میں جلیل القدر ائمہ کے ہاں معروف اور متداول رہا ہے۔

دور حاضر (پندرھویں صدی ہجری) کے معروف محدث و محقق علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے دارالکتب الظاہریہ دمشق کے مخطوطات کی جو فہرست مرتب کی ہے اس میں، صفحہ نمبر: 318 پر امام البغوی ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز بن بنت احمد بن منیع البغدادی رحمہ اللہ کا نام ذکر کرنے کے بعد صفحہ نمبر: 320 (مخطوطہ نمبر: 1132، کتاب نمبر: 852) پر ان کی تصنیف کے طور پر ''مسند الحب ابن الحب أسامة بن زيد '' کا ذکر کیا ہے۔ جو المكتبة الظاهرية میں رقم، حدیث: 344 پر موجود ہے۔ [1] مخطوطہ کے چند عکوس بھی شامل اشاعت ہیں۔



[1] فهرس مخطوطات دارالكتب الظاهرية ، (المنتخب من مخطوطات الحديث)، للالبانی: صفحه نمبر: 320.

مسند الحِبّ ابن الحِبّ أسامة بن زيد

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

مسند اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے مخطوطہ کا سرورق، جس پر کتاب کا نام، اس کی سند اور بعض علماء کی سماعات مذکور ہیں



مسند اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے مخطوطہ کا سرورق، جس پر بعض علماء کی سماعات مذکور ہیں

بسم الله الرحمن الرحيم

حديث اسامه بن زيد بن حارثه الحب بن الحب

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

مخطوطہ میں مسند اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا پہلا صفحہ

مسند اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے مخطوطہ کا آخری صفحہ، جس پر بعض علماء کی سماعات مذکور ہیں

أَخبَرَنَا أَبُو الحَسَنِ عَلِیُّ بنُ مَعرُوفِ بنِ مُحَمَّدٍ البَزَّازُ قِرَاءَ ةً عَلَیهِ وَنَحنُ نَسمَعُ فِی مَنزِلِهِ، قَالَ: قُرِیءَ عَلیٰ أَبِی القَاسِمِ عَبدِ اللّٰهِ ابنِ مُحَمَّدِ بنِ عَبدِ العَزِیزِ البَغَوِیِّ ابنِ بِنتِ مَنِیعٍ وَأَنَا أَسمَعُ، فَأَقَرَّ بِهِ فِی سَنَةِ خَمسَ عَشرَةَ وَثَلاثِمِائَةٍ فِی شَهرِ رَجَبَ، قَالَ:
حَدِیثُ أُسَامَةَ بنِ زَیدِ بنِ حَارِثَةَ الحِبِّ ابنِ الحِبِّ عَن رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَ عَلیٰ آلِهِ وَسَلَّمَ مِن أَخبَارِ أُسَامَةَ وَفَضَائِلِهِ:

ہمیں ابوالحسن علی بن معروف بن محمد البزاز نے بیان کیا، جب ان کے گھر میں ان کے سامنے قرأت کی گئی اور ہم نے سماعت کی۔ انھوں نے کہا: منیع کے نواسے ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز البغوی کے سامنے قراءت کی جارہی تھی اور میں سن رہا تھا۔ انھوں نے 315 ہجری ماہ رجب میں اس کا اقرار (اظہار) کیا۔ اورسیدنا اسامہ بن زید الحِبّ بن الحِب رضی اللہ عنہما کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کردہ احادیث اوران کے فضائل بیان کیے۔

کم سن سپہ سالار

[1]...... حَدَّثَنِی أَحمَدُ بنُ زُهَیرٍ قَالَ: حَدَّثَنِی مُصعَبُ بنُ عَبدِ اللّٰهِ الزُّبَیرِیُّ، قَالَ: أُسَامَةُ بنُ زَیدِ بنِ حَارِثَةَ بنِ شَرَاحِیلَ الکَلبِیُّ، یُقَالُ لَهُ: الحِبُّ ابنُ الحِبِّ۔ استَعمَلَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ ابنُ ثَمَانَ عَشرَةَ۔ وَتُوُفِّیَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَأُسَامَةُ بِمُعَسکَرٍ بِالجُرفِ۔ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَمضُوا بَعثَ أُسَامَةَ۔ وَأَغَارَ أُسَامَةُ حَیثُ أَمَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَرَجَعَ سَالِمًا. قَالَ مُصعَبٌ: وَأُمُّ أَیمَنَ: أُمُّ أُسَامَةَ بنِ زَیدٍ وَهِیَ مَولَاةُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ. قَالَ ابنُ زُهَیرٍ: وَحَدَّثَنِی أَبِی، أَنَّ أُسَامَةَ کَانَ یُکَنَّی أَبَا مُحَمَّدٍ.

تخریج الحدیث مرسل: طبقات ابن سعد: 191/2 ـ تاریخ دمشق، لابن عساکر: 51/8.

ترجمة الحدیث سیدنا اسامہ بن زید بن حارثہ بن شراحیل الکلبی رضی اللہ عنہما ـــ جنھیں الحِبُّ بن الحِبّ کہا جاتا ہے ـــ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اٹھارہ برس کی عمر میں امیر لشکر بنایا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا، اس وقت وہ (یعنی سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما) جرف کے مقام پر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا تھا: اسامہ کے لشکر کو بلا تاخیر و بلا توقف روانہ کردو۔ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے مقام پر حملہ آور ہوئے۔ اور فتح یاب ہوکر واپس لوٹ آئے۔ ماہر علم الانساب، مصعب بن عبداللہ الزبیری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ام ایمن رضی اللہ عنہا، سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیز تھیں۔ ابوبکر احمد بن زہیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: مجھے میرے والد محترم زہیر بن حرب ابوخیثمہ الحرشی النسائی رحمہ اللہ نے بتایا کہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی کنیت ابومحمد تھی۔

شرح الحدیث اس روایت میں سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا نسب، لقب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اہمیت اور عسکری امارت کی صلاحیت کو بیان کیا گیا ہے۔ بعد ازاں آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کا نام اور آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت بیان کی گئی ہے۔ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کا نسب، لقب، کنیت اور والدہ محترمہ کا نام؛ گذشتہ صفحات میں ''سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا تعارف'' کے تحت بیان کیا جاچکا ہے۔ یہاں سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنگی لشکر کی سالاری سونپی جانے اور آپ رضی اللہ عنہ کی ذات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کردہ امارت و سیادت کی صلاحیت، کامیاب عسکری مہم اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا فانی سے انتقال کرجانے کے متعلق وضاحت کرنا مطلوب ہے۔

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بحیثیت سپہ سالار:

باصلاحیت نوجوانوں کو مثبت سرگرمیوں اور ملک وقوم؛ بالخصوص اسلام اور مسلمانوں کے لیے مفید امور میں ذمہ داریاں سونپ کر ان کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا اور ان سے مثبت فوائد حاصل کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے۔ ریاست مدینہ کے یوم تاسیس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وصال تک کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ایسی بہت سی مثالیں سامنے آتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باصلاحیت نوجوانوں کی حوصلہ افزائی فرمائی اور انھیں مختلف ریاستی، عسکری، تبلیغی و دیگر انتظامی امور میں ذمہ داریاں سونپ کر انھیں جرأت و بہادری کے ساتھ اپنی صلاحیتوں کے مثبت استعمال سے اسلام واہل اسلام کے لیے خدمات انجام دینے کے مواقع فراہم کیے۔ اسی سلسلہ کی ایک آخری کڑی سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اٹھارہ برس کی عمر میں ایک نہایت اہم جنگی لشکر کا امیر مقرر کرنا تھی۔ یہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی سعادت وعظمت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں ایک عظیم اور اہم ترین لشکر کا سپہ سالار بنا کر بھیجا۔

جمادی الاولیٰ 8 ہجری کو رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان ہونے والے معرکہ، جنگ موتہ میں رسول اللہ

ﷺ کے منہ بولے بیٹے، سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سپہ سالار تھے، آپ رضی اللہ عنہ رومیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے، آپ رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سپہ سالار بنے۔ ان کی شہادت کے بعد سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما سپہ سالار بنے اور وہ بھی شہید ہو گئے۔

11 ہجری میں سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ ﷺ نے ایک عسکری لشکر کا کمانڈر مقرر کیا اور انھیں حکم دیا کہ جن لوگوں نے تمھارے والد کو شہید کیا تھا، ان پر یلغار کرو اور اپنے والد کا بدلہ لو، ان لوگوں کو گھوڑوں کے نیچے روند ڈالو۔

حالات کی نزاکت:

رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری ایام نہایت حساس اور اہم تھے۔ ان دنوں میں جبکہ آپ ﷺ اپنی تبلیغی ذمہ داری کما حقہ پوری کر کے رفیق اعلیٰ کے ہاں جانے والے تھے، جس کا آپ ﷺ نے بعض مواقع پر واضح اشارہ بھی دیا ہوا تھا؛ آپ ﷺ اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ ان ایام میں اسلامی عسکری لشکر کی کامیابی یا .....خاکم بدہن..... ناکامی کے اثرات بہت گہرے مرتب ہوں گے۔ پھر بھی آپ ﷺ نے ایسی شخصیت کو بطور سالار منتخب فرمایا کہ جس کا نہ صرف بظاہر جنگی لشکر کی قیادت کا تجربہ؛ بلکہ جنگ کی پیچیدگیوں سے واقفیت بھی بہت مضبوط نہیں تھی۔ لیکن خاصیت یہ تھی کہ یہ انتخاب سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا تھا: جن کی بات اور فیصلہ ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝﴾ (النجم: 3) کے مطابق، آسمانی راہنمائی کے تابع ہوتا تھا۔

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا اظہار تحفظات:

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس لشکر کے ممکنہ مدمقابل (دشمن) کے پاس اسلحہ اور ماہر جنگجو افراد کی کثرت کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی تھی کہ اسامہ رضی اللہ عنہ ابھی جنگ کی پیچیدگیوں سے مکمل طور پر واقف نہیں؛ لہٰذا آپ اس لشکر کی کمان اسامہ بن زید (رضی اللہ عنہما) کی بجائے کسی دوسرے تجربہ کار صحابہ کو سونپ دیں۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ کو سخت ناگوار گزری؛ جیسا کہ حدیث نمبر 3 میں مذکور ہے۔ رسول اللہ ﷺ اسامہ بن زید (رضی اللہ عنہما) کی جرأت اور جنگی صلاحیتوں سے واقف تھے، اس لیے آپ ﷺ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو ہی اس لشکر کا کمانڈر برقرار رکھا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اسامہ پیدا ہی سالار بننے کے لیے ہوا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا وصال:

یہ لشکر رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق مدینہ منورہ سے روانہ ہو گیا۔ اور مدینہ منورہ سے تین میل کی دوری

پر ''جرف'' نامی مقام پر خیمہ زن ہوا، جہاں دیگر صحابہ اس لشکر میں شمولیت کے لیے اکٹھا ہو رہے تھے۔ انہی دنوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت بہت زیادہ خراب تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت سے متعلق ناخوشگوار اور تشویش ناک خبریں ملنے کی وجہ سے اس لشکر نے ابھی کچھ دنوں تک جرف میں ہی رکنے کا فیصلہ کیا۔ تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت سنبھلنے کی نوید مل جائے تو روانہ ہو جائیں گے۔ ورنہ ان کی توجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناساز طبیعت کی طرف ہی مرکوز رہے گی۔ جرف میں قیام کے دوران ہی انھیں اطلاع ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسامہ کو سپہ سالاری پر برقرار رکھا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بحیثیت خلیفہ اول، انتظامی امور کی طرف توجہ فرمائی تو سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے متعلق بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے بیانات سامنے آئے۔ کچھ کا کہنا تھا کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کی عمر بہت کم ہے، اور ان کے لشکر میں کبار صحابہ ہیں، اس لیے انھیں لشکر کی سپہ سالاری سے تبدیل کر کے اکابر صحابہ میں سے کسی کو ان کی جگہ سپہ سالار مقرر کر دیا جائے۔ حتی کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی کہہ دیا تھا کہ ابھی حالات سازگار نہیں ہیں، ایک طرف مرتدین کا فتنہ سر اٹھا چکا ہے اور دوسری طرف مانعین زکوۃ کا فتنہ ہے۔ جھوٹے مدعیان نبوت کا فتنہ ان سے بھی زیادہ خطرناک ہے اور پھر ان دنوں مدینہ منورہ بھی خطرات میں گھرا ہوا ہے، لہٰذا اسامہ کے لشکر کو کچھ دیر کے لیے روک لیں۔ جب حالات سازگار رہوں گے تب یہ لشکر روانہ کیا جائے۔ لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسامہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر لشکر مقرر فرمایا تھا، میں کسی صورت انھیں تبدیل نہیں کروں گا۔ اور نہ ہی میں اس لشکر کو روکوں گا، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا تھا۔ الغرض اس لشکر کو روانہ کر دیا گیا، اور یہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں پہلی جنگی مہم تھی۔ اس لشکر کی روانگی سے اطراف و اکناف بلکہ دور دور تک مسلمانوں کے متعلق پیدا ہونے والے خدشات دم توڑ گئے۔ باغیوں پر اس لشکر کا اثر یہ ہوا کہ انھیں سمجھ آ گیا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمان کمزور ہو گئے ہوتے تو جنگی لشکر کبھی نہ روانہ کرتے۔

مقامِ حدیث کے تعین کا صدیقی منہج:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے تحفظات کا اظہار ہونے کے باوجود سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کو جنگی لشکر کا سپہ سالار برقرار رکھنا؛ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث سے محبت کا بین ثبوت ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ عمل مرتبہ حدیث کی تعیین اور مقام سنت کی تشخیص تھا۔ کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ بات اہم نہیں تھی کہ لشکر کو جانا چاہیے یا حالات کی نزاکت کے پیش نظر مدینہ کی سرحدوں پر تعینات کیا جائے، یا لشکر کا کمانڈر

کون ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ کے لیے صرف یہ بات اہم تھی کہ اس لشکر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی سالاری میں بھیجنے کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہی حرف آخر اور لائق اطاعت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی کسی صورت مخالفت یا تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بعض اکابر صحابہ آئے اور مشورہ دینے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حالات بہت نازک ہوگئے ہیں۔ قرب وجوار کے لوگ مرتد ہورہے ہیں، مدینہ پر دشمن حملہ کرنے کی جسارت بھی کرسکتا ہے۔ غیر محفوظ اہلیان مدینہ پر سپاہیوں کو تعینات کردیں، کسی مہم کے لیے کوئی لشکر بھیجنے میں ابھی کچھ توقف کرلیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کسی صورت بدلہ نہیں جاسکتا۔ جو فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیا اسے تبدیل نہیں کیا جاسکتا، چاہے حالات کیسے بھی ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا:

"لَوْ عَلِمْتُ أَنَّ السِّبَاعَ تَأْكُلُنِي فِي هٰذِهِ الْمَدِينَةِ لَأَنْفَذْتُ جَيشَ أُسَامَةَ بنِ زَيدٍ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اَمْضُوا جَيْشَ أُسَامَةَ" ❶

''اگر مجھے اندیشہ ہو کہ اس لشکر کو بھیجنے کی صورت میں مجھے اس شہر (مدینہ) میں درندے کھا جائیں گے (یعنی، مدینہ کی سرحدیں غیر محفوظ ہوجائیں گی) تو پھر بھی میں اس لشکر کو ضرور بھیجوں گا، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا کہ اسامہ کے لشکر کو بلا تاخیر روانہ کردو۔''

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک نہایت اہم پیغام دیا اور اہم ترین اصول سمجھایا ہے کہ مسلمان کے شایان شان نہیں کہ اپنے نبی کی بات کو تبدیل کرے، اس پر عمل کرنے میں تاخیر کرے یا نبی کے فرمان و فیصلہ کے مقابل اپنی رائے اور فیصلہ نافذ کرے۔

لشکر اسامہ کی کامیابی:

کامل یقین اور پختہ ایمان کے ساتھ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے عین مطابق سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی سالاری میں جنگی لشکر کو روانہ کردیا۔ یہ لشکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اُبنیٰ کے مقام پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوگیا۔ ❷

❶ الـردة مع نبذة من فتوح العراق، للواقدي: ص، 51 ـ تاريخ دمشق، لابن عساكر: 57/2 ـ الرياض النضرة في مناقب العشرة، لمحب الدين الطبري:149/1 .

❷ أُبنٰى، فلسطین کا ایک علاقہ ہے، جو عسقلان اور رملہ کے درمیان ہے۔[عون المعبود شرح سنن أبي داود : 197/7]

جب یہ لشکر بیس روز کا سفر طے کرنے کے بعد رومیوں کے علاقے میں پہنچ گیا تو ایسی یلغار کی، کہ کسی بھی اٹھنے والی گردن کو باقی نہ رہنے دیا۔ مقابل آنے والوں میں وہ شخص بھی واصل جہنم ہوگیا جس نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے والد محترم زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت و رحمت ایسی برسی کہ بظاہر طاقتور اور مضبوط نظر آنے والے دشمن کے مقابل مسلمان فاتح ہوئے؛ اور ان میں سے کوئی بھی صحابی شہید نہ ہوا۔ نوجوان صحابی کی قیادت میں یلغار کرنے اور فتح یاب ہونے والے والا یہ عظیم الشان لشکر جب مدینہ منورہ واپس پہنچا تو خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سمیت متعدد اہل مدینہ نے ان کا شہر سے باہر والہانہ استقبال کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال:

زیر بحث حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دار فانی (دنیا) کو چھوڑ جانا بیان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جو بھی ذی روح اس دنیا میں آیا؛ اس نے دنیا چھوڑ کر جانا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور اسی کو دوام ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ ﴾ (الرحمٰن: 26، 27)

''ہر وہ چیز، جو اس زمین پر ہے؛ ختم ہوجائے گی۔ اور صرف تیرے رب کی جلالت و اکرام والی ذات ہی موجود رہے گی۔''

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ﴾ (آل عمران: 185)

''ہر جان موت سے ہمکنار ہوگی۔''

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:

﴿ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ ﴾ (الزمر: 30)

''آپ بھی انتقال کر جائیں گے اور یہ سب بھی انتقال کر جانے والے ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 29 صفر 11 ہجری بروز سوموار ایک جنازہ پڑھنے کے لیے بقیع تشریف لائے۔ واپسی پر سر درد شروع ہوگیا اور بخار ہوگیا۔ بخار شدت اختیار کرتا گیا۔ بخار کی شدت اس قدر تھی کہ سر پر بندھی ہوئی پٹی کے اوپر بھی حرارت محسوس ہوتی تھی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الوفات کی ابتدا تھی۔ حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ روز تک نماز پڑھائی۔ یہ مرض تقریباً 13 یا 14 روز تک رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت روز بروز بوجھل ہوتی گئی۔

آپ ﷺ روزانہ پوچھتے کہ میں نے آج کس بیوی کے ہاں جانا ہے؟ امہات المومنین رضی اللہ عنہن سمجھ گئیں کہ آپ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا انھوں نے آپ ﷺ کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جانے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد آپ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں ہی رہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا معوذات اور دیگر مسنون دعائیں پڑھ کر آپ ﷺ کو دم کرتی رہیں۔

وفات کے پانچ روز قبل بدھ کو بخار میں مزید شدت آ گئی۔ جس سے تکلیف بڑھ گئی اور غشی کی کیفیت ہونے لگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر مختلف کنوؤں کے سات مشکیزے بہاؤ تا کہ میں اپنے صحابہ سے بات کرسوں، کچھ وصیت کرسکوں۔ لہٰذا آپ ﷺ کو ایک ٹب میں بٹھا کر آپ ﷺ پر مختلف کنوؤں کا پانی ڈالا گیا۔

آپ ﷺ کی طبیعت میں کچھ افاقہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: قبروں کو مسجد نہ بنانا، میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا ہونے لگ جائے۔ بعد ازاں آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خود کو قصاص کے لیے صحابہ کے سامنے پیش کیا۔ پھر آپ ﷺ نے ظہر کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد پھر منبر پر تشریف لے آئے اور کچھ مزید وصیتیں فرمائیں۔ اور فرمایا: اس مسجد (مسجد نبوی) کے صحن کی طرف جتنے بھی دروازے کھلتے ہیں، سب کو بند کردو، ماسوائے ابوبکر کے دوراز ہ کے۔

اگلے روز جمعرات کے دن آپ ﷺ کے مرض میں پھر اضافہ ہوگیا۔ آپ ﷺ نے اس روز فرمایا لاؤ میں تمھیں ایک تحریر لکھ دوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے مرض کی کیفیت کے پیش نظر وہاں موجود احباب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ کے رسول کی طبیعت شدید خراب ہے۔ تم لوگوں کے لیے اللہ کی کتاب ہی کافی ہے۔ کسی تحریر کے لیے آپ ﷺ کو تکلیف دینا مناسب نہیں۔ اس پر سب افراد اپنی اپنی بات کرنے لگ گئے، اپنی اپنی رائے دینے لگ گئے جس سے شور بپا ہوگیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے سب سے کہا کہ کمرے سے باہر چلے جاؤ۔ اس کے بعد آپ ﷺ مسجد میں تشریف نہ لاسکے۔ آپ ﷺ نے نمازوں میں امامت کی ذمہ داری سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سونپ دی۔

پھر ہفتہ یا اتوار کو دو صحابہ کے درمیان چل کر مسجد میں تشریف لائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ظہر کی نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے لانے والوں سے کہا کہ مجھے ابوبکر کے بائیں طرف بٹھا دو۔ چنانچہ آپ ﷺ کو بٹھا دیا گیا۔ آپ ﷺ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کرتے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ دیگر تمام حاضرین کی امامت کرتے تھے۔ اس طرح سے نمازِ ظہر ادا کی گئی۔

اتوار کے روز یعنی وفات سے ایک روز قبل آپ ﷺ نے اپنے تمام غلاموں کو آزاد کر دیا۔ گھر میں موجود دینار صدقہ کر دیے۔

سوموار کے روز آپ ﷺ نے حجرہ مبارک سے مسجد کی طرف دیکھا تو اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم نمازِ فجر ادا کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بطور امام دیکھ کر تبسم فرمایا۔ لیکن مسجد میں تشریف نہ لا سکے۔ جب سورج روشن ہو گیا تو آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے کچھ سرگوشی فرمائی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگ گئیں، آپ ﷺ نے دوبارہ سرگوشی فرمائی تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا مسکرانے لگ گئیں۔ البتہ اپنے ابا جان کی تکلیف دیکھ کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے ابا جان کی تکلیف کس قدر شدید ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج کے بعد تمھارے ابا پر کوئی تکلیف نہیں آئے گی۔ آپ ﷺ نے سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو پاس بلا کر چوما، پیار کیا، وصیت اور نصیحتیں فرمائیں۔ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو بھی بلا کر وعظ و نصیحت اور وصیتیں فرمائیں۔ پھر آپ ﷺ نے نماز کی باقاعدگی سے ادائیگی اور غلاموں / ماتحتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت فرمائی۔ پھر کچھ ہی دیر بعد نزع کی حالت شروع ہو گئی۔ آپ ﷺ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہی بات بار بار دہرا رہے تھے: ''اللّٰهُمَّ بِالرَّفِيقِ الأَعلىٰ ''۔ اسی کیفیت میں آپ ﷺ کا ہاتھ جھک گیا، آپ ﷺ اپنے رفیق اعلی، خالق حقیقی سے جا ملے۔ إِنَّالِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

اس روز 12 ربیع الاول، 11 ہجری سوموار کا دن تھا۔ آپ ﷺ کے وصال کی خبر سے اہل مدینہ پر غم و صدمہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس دن سے زیادہ روشن کوئی نہیں دیکھا جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تھے۔ اور اس دن سے بڑھ کر تاریک و سیاہ دن کوئی نہیں دیکھا جب رسول اللہ ﷺ ہمیں داغ مفارقت دے کر خالق حقیقی سے جا ملے تھے۔

اپنی دنیاوی حیات مبارکہ بسر کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے خالق حقیقی، رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ صحیح الاسناد احادیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غم و صدمہ سے نڈھال تھے۔ آپ ﷺ کی وفات کا صدمہ اس قدر شدید تھا کہ جسے آج بھی تصور کر کے اہل ایمان کے دل دہل جاتے اور آنکھیں برس پڑتی ہیں۔ آپ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے کہا تھا:

صُبَّــت عَـلَــيَّ مَـصَـــائِـبُ لَـو أَنَّـهَــا
صُبَّــت عَـلَــى الأَيَّـــامِ صِـرنَ لَيَـالِيَــا

''میرے ابا جان کی وفات سے مجھ پر ایسے مصائب آن پڑے ہیں، کہ اگر یہ مصائب دِنوں پر پڑ جائیں تو وہ راتوں میں تبدیل ہو جائیں۔''❶

رسول اللہ ﷺ کے وصال کا صدمہ اورغم اہل ایمان کے لیے دنیا کے تمام صدموں سے بڑھ کر تھا، اور اس کی شدت قیامت تک کے محبین ومتبعین امتی محسوس کرتے رہیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت؛ بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنی وفات کے صدمہ کی شدت بیان کرتے ہوئے؛ خود فرمایا تھا:

((إِذَا أَصَابَ أَحَدَكُم مُصِيبَةٌ فَلْيَذكُر مُصِيبَتَهُ بِي فَإِنَّهَا مِن أَعظَمِ المَصَائِبِ))❷

''تم میں سے کسی کو جب کوئی صدمہ پیش آئے تو وہ میری جدائی کا صدمہ یاد کرلے، وہ سب مصائب سے بڑا صدمہ ہوگا۔''

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی عظمت

[2]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ عَبدِ اللّٰهِ المَدِينِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا صَالِحُ بنُ أَبِي الأَخضَرِ، عَنِ الزُّهرِيِّ، عَن عُروَةَ بنِ الزُّبَيرِ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أُسَامَةَ عَلَى جَيشٍ۔ وَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَأُسَامَةُ بِالجُرفِ۔ وَأَمَرَهُ أَبُو بَكرٍ رضي الله عنه أَن يَمضِيَ لِأَمرِهِ۔ قَالَ عُروَةُ: فَحَدَّثَنِي أُسَامَةُ بنُ زَيدٍ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: أَغِر عَلَى أُبنَى صَبَاحًا ثُمَّ أَحرِق.

تخريج الحديث ضعيف: سنن ابی داؤد، كتاب الجهاد، باب فى الحرق بى بلاد العدو، حديث، 2616 ـ سنن ابن ماجة، كتاب الجهاد، باب التحريق بأرض العدو، حديث، 2843ـ مصنف ابن أبى شيبة: 477/6، حديث، 33072 ـ مسند أبى داؤد الطيالسى: 18/2، حديث، 659.

ترجمة الحديث عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا، تب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ جُرف میں تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں حکم دیا کہ اپنا کام جاری رکھیں۔ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: مجھے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول

❶ جمع الوسائل فی شرح الشمائل، لملا علی القاری: 210/2.
❷ صحيح: سنن الدارمى: 222/1، حديث، 85.

اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: صبح کے وقت اُبنیٰ پر حملہ کرنا، پھر ان (کے کھیت، باغات اور گھروں) کو جلا دینا۔

شرح الحدیث اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ تاہم اس کے متن کی تائید دیگر صحیح احادیث سے ہوتی ہے۔ اس حدیث کے مندرجات کی وضاحت حدیث نمبر 1 کے تحت بیان ہو چکی ہے۔ البتہ آخری الفاظ کے متعلق تفصیل حسب ذیل ہے:

شب خون مارنا:

اس روایت کے آخر میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: صبح کے وقت ان لوگوں پر حملہ کرنا۔ اس کی وضاحت میں علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے مراد ہے کہ صبح کے وقت جب دشمن بے خبر ہو، اس وقت حملہ کرنا۔ ❶

اسلامی دستور ہے کہ اگر کسی علاقہ پر لشکر کشی کی جائے تو شب خون مارنا جائز نہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خیبر میں رات کے وقت پہنچے تھے۔ آپ ﷺ کا یہ اصول تھا کہ جب تک صبح نہ ہوتی تب تک حملہ نہیں کرتے تھے۔ ❷

لیکن اگر خدشہ ہو کہ حملہ کے وقت دشمن مقابلے میں آنے کی بجائے کمین گاہوں میں چھپ جائے گا اور بعدازاں ہماری بے خبری سے فائدہ اٹھا کر ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے تو ایسی صورت میں دشمن کی بے خبری میں ان پر حملہ کیا جا سکتا ہے۔

دوران جنگ جلاؤ کا حکم:

اس روایت میں دوران جنگ، جلانے کا حکم دینے والے الفاظ کو علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے سنداً ضعیف قرار دیا ہے۔ اگر یہ الفاظ صحیح سند سے بھی مذکور ہوں تو ان سے مدمقابل دشمن کو جلانے کا حکم نہیں؛ بلکہ یہاں دشمن کو مالی اعتبار سے کمزور کرنے کے لیے اس کے کھیت، باغات اور گھروں کو آگ لگانے کا ذکر ہے۔ جیسا کہ علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ نے بھی بیان کیا ہے۔ ❸

اسلام؛ حالت امن یا حالت جنگ میں انسانوں سمیت کسی بھی جاندار کو زندہ یا مردہ جلانے کی اجازت ہرگز

❶ عون المعبود شرح سنن أبی داود: 197/7.

❷ صحيح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة خيبر، حديث 4197.

❸ عون المعبود شرح سنن أبی داود: 197/7.

نہیں دیتا۔ اسلام نہایت امن پسند اور ہمدردی کا حقیقی علم بردار اور فطرت کے عین مطابق دین ہے۔

جنگ کے دوران، جلاؤ کی دو صورتیں ہوتی ہیں: ❶ انسانوں کو جلانا۔ ❷ ان کی املاک کو جلانا۔

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے اور انھیں نقصان پہنچانے کی جرأت کرنے والی اسلام دشمن قوتوں کو کمزور کرنے اور انھیں معاشی اعتبار سے دیوالیہ کرنے کی غرض سے ان کی املاک، فصلات و باغات کو جلانا جائز ہے، لیکن افراد کو آگ کی سزا دینا جائز نہیں ہے۔ یہ بات پھر سے واضح ہونی چاہیے کہ جنگی حالات میں املاک ان غیر مسلموں اور اسلام دشمن لوگوں کی جلائی اور ضائع کی جاسکتی ہیں؛ جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ میں مدمقابل ہوں یا کسی بھی نقصان دہ معاملے اور پروپیگنڈا کا حصہ ہوں۔ وگرنہ اسلام غیر مسلموں کی جان و مال کو تحفظ فراہم کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ حالت امن میں کسی بھی غیر مسلم کا جانی و مالی نقصان کرنا شریعت اسلامیہ میں جرم قرار پاتا ہے۔

① انسانوں کو جلانا:

حالت جنگ اور علاقۂ جنگ میں انسانوں کو جلانے کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت اسلاف صالحین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح البخاری میں ایک باب ذکر کیا ہے: ''بَابٌ: لَا يُعَذَّبُ بِعَذَابِ اللّٰهِ '' (اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے کسی کو سزا نہ دی جائے)۔ اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث ذکر کی ہے کہ جس میں انھوں نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک مہم کے لیے بھیجا اور فرمایا:

((إِن وَجَدتُم فُلَانًا وَفُلَانًا فَأَحرِقُوهُمَا بِالنَّارِ۔ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ؛ حِينَ أَرَدنَا الخُرُوجَ: إِنِّي أَمَرتُكُم أَن تُحرِقُوا فُلَانًا وَفُلَانًا وَإِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللّٰهُ فَإِن وَجَدتُمُوهُمَا فَاقتُلُوهُمَا .)) ❶

''اگر تمھیں فلاں اور فلاں آدمی مل جائے تو ان دونوں کو آگ میں جلا دینا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم روانہ ہونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمھیں فلاں دو آدمیوں کو جلانے کا حکم دیا تھا، لیکن آگ سے عذاب (سزا) تو صرف اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ لہٰذا اگر تمھیں وہ دونوں آدمی مل

❶ صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسير، باب لا يعذب بعذاب الله، حديث، 3016.

جائیں تو انھیں قتل کر دینا۔'' ❶

اس حدیث کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت بیان کی ہے کہ عکرمہ (تابعی) رحمہ اللہ کہتے ہیں: سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو بطور سزا آگ میں جلا دیا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو خبر ملی تو انھوں نے فرمایا: اگر (علی رضی اللہ عنہ کی جگہ) میں ہوتا تو ان لوگوں کو کبھی نہ جلاتا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللّٰهِ))

''کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کے عذاب جیسی سزا نہ دو۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا کہ میں ان لوگوں کو (جلانے کی بجائے) قتل کرتا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَن بَدَّلَ دِينَهُ فَاقتُلُوهُ)) ❷

''جو شخص مرتد ہو جائے اسے قتل کر دو۔''

اسی طرح ایک حدیث میں یوں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو جب ہبار بن اسود نے زخمی کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹیم بھیجی اور انھیں حکم دیا: اگر وہ تمھارے ہاتھ آجائے تو اسے لکڑیوں میں پھینک کر آگ لگا دینا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنِّي لَأَستَحِي مِنَ اللّٰهِ لَا يَنبَغِي لِأَحَدٍ أَن يُعَذِّبَ بِعَذَابِ اللّٰهِ .)) ❸

''مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کیونکہ کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کسی کو سزا دے۔''

دیگر کتب احادیث میں بھی صحیح الاسناد احادیث میں انسانوں بلکہ کسی بھی جاندار کو آگ میں جلانے کی کراہت و ممانعت مذکور ہے۔ مثلاً: سیدہ ام درداء رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ ایک شخص نے چیونٹی کو پکڑا اور آگ میں

❶ یہ دو آدمی وہ بدبخت تھے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو مکہ سے مدینہ آتے ہوئے راستے میں زخمی کیا تھا۔ ان میں سے ایک کا نام ہبار بن اسود تھا۔ دوسرے کا نام نافع بن عبدالقیس تھا۔ [فتح الباری شرح صحیح البخاری، لابن حجر: 150/3 ـ طبقات ابن سعد (الجزء المتمم لطبقات ابن سعد، الطبقة الرابعة): 466/1 ـ الاصابة فی تمییز الصحابة، لابن حجر: 467/5]

❷ صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب لا یعذب بعذاب اللّٰه، حدیث، 3017.

❸ فتح الباری شرح صحیح البخاری، لابن حجر: 150/6.

پھینک دیا۔ اس پر سیدہ ام درداء رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

((إِنَّهُ لَا يَنبَغِي لِأَحَدٍ أَن يُعَذِّبَ بِعَذَابِ اللّٰهِ .)) ❶

''کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ کسی جاندار کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے ساتھ سزا دے۔''

ان تمام احادیث کے پیش نظر واضح ہوتا ہے کہ کسی زندہ یا مردہ جاندار کو آگ میں جلانا معیوب و نامناسب عمل ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سلف صالحین میں اس بات کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کسی انسان کو جلانا نہایت ناپسند کرتے تھے۔ چاہے اس انسان نے کفر کیا ہو یا قتل کیا ہو۔

البتہ سیدنا علی بن ابی طالب اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہما وغیرہ سزا کے طور پر کسی کو جلانا جائز سمجھتے تھے۔ مہلب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جلانے سے منع کرنا اس کے حرام ہونے کے زمرے میں نہیں آتا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قبیلہ عرینہ کے لوگوں کی آنکھوں میں آگ سے گرم کر کے سلائیاں پھروائی تھیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باغیوں کو صحابہ کی موجودگی میں جلایا تھا۔ اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بھی بہت سے مرتدین کو آگ میں جلا دیا تھا۔ ❷

حاصل بحث یہ ہے کہ اسلام کسی جاندار کو جلانے کی اجازت نہیں دیتا، وہ انسان ہو، یا جانور، مردہ ہو یا زندہ۔ لیکن اگر اسلام دشمن لوگوں کا پروپیگنڈہ اس حد تک عروج پکڑ جائے اور تمام طریقے اپنا لیے جا چکے ہوں لیکن پھر بھی ان کی سرکشی اور تخریب کاری میں کمی نہ آئے تو حالات کی سنگینی کے پیش نظر اسلامی ریاست کے امیر و سپہ سالار کو اگر یہی طریقہ مؤثر اور حتمی محسوس ہو، کہ جس کے ذریعے اسلام کے خلاف سازش کرنے والوں کی صحیح معنوں میں سرکوبی ممکن ہو تو سرکش افراد کو نشان عبرت بنانے کے لیے آگ میں جلایا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کا فیصلہ قطعی طور پر حالات کی سنگینی اور تخریب کاری کی شدت کے پیش نظر صرف اور صرف اسلامی ریاست کا حاکم، قاضی اور سپہ سالار ہی کر سکتا ہے۔ عوام الناس کے لیے ایسا قدم اٹھانا ردّ عمل میں کسی بھی بڑے نقصان کا باعث ہو سکتا ہے۔ اور اسلام عوام الناس کو ایسا کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔

❶ مصنف ابن أبي شيبة : 485/6 ، حديث ، 33146 .

❷ فتح الباري شرح صحيح البخاري، لابن حجر : 150/6 .

② املاک کو جلانا:

اگر اسلام مخالف قوتیں اپنے پروپیگنڈہ اور مسلمان دشمنی سے باز نہ آئیں اور اپنی مالی طاقت کے بھروسے مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے اور ان کا جانی و مالی نقصان کرنے کی سازشوں میں مصروف رہیں تو ان کی سرکوبی کے لیے انھیں مالی و معاشی اعتبار سے کمزور کرنے کی غرض سے ان کی فصلات، باغات اور دیگر املاک کو جلانے یا کسی بھی انداز سے تباہ کرنے کا تصور اسلام میں موجود ہے۔ لیکن یہاں بھی یہ بات ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ ایسا اقدام اسلامی ریاست کے حاکم/قاضی/سپہ سالار کے اختیار وحکم سے مشروط ہے، اسلامی ریاست کے باشندے اس عمل میں اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی ریاست کی اجازت سے اس کا تعاون تو کر سکتے ہیں، لیکن خود اپنی مرضی سے حملہ آور نہیں ہوں گے۔ کیونکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا محکمہ افواج مرتب کرنا اسی تصور کی عکاسی کرتا ہے کہ اسلام دشمن طاقتوں سے مقابلہ کرنے اور اسلام کی سربلندی کے لیے عسکری خدمات انجام دینے میں ملک و ریاست کے تمام باشندے نہیں بلکہ مخصوص محکمہ اپنے فرائض انجام دے گا۔ البتہ جب دشمن کسی ملک و ریاست کے اندر گھس آئے تو اس وقت اس ملک کے تمام باشندوں پر قتال فرض ہو جاتا ہے۔

بحیثیت سربراہ، بحیثیت قاضی اور بحیثیت حاکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے سرگرم اور سازشی قبیلہ بنو نضیر کی کھجوروں کے درختوں کو جلا دیا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اقدام کی تائید اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰۤى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ۝﴾

(الحشر : 5)

''تم لوگوں نے جو کھجوریں کاٹ ڈالیں، یا جو تنوں پر کھڑی رہنے دیں، یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے تھا۔ تاکہ وہ سازشیوں کو رسوا کر دے۔''

امام قرطبی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ جب بنو نضیر کی کھجوریں جلائی گئیں تو کچھ یہودی آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے: آپ تو اصلاح و رحمت والے نبی ہیں۔ کیا اصلاح و رحمت کا یہ مطلب ہے کہ آپ ہمارے باغات جلا دیں؟ کیا آپ کے قرآن میں اس طرح کا نقصان کرنے (باغ جلانے) کا حکم دیا گیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سن کر سخت پریشان ہو گئے اور آپ کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی پریشان ہو گئے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ۝﴾

(الحشر : 5)

''تم لوگوں نے جو کھجوریں کاٹ ڈالیں، یا جوتنوں پر کھڑی رہنے دیں، یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے تھا۔ تا کہ وہ سازشیوں کو رسوا کر دے۔''

اس سے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حوصلہ اور تائید ملی کہ یہودیوں کو سزا دینے کے لیے جو قدم اٹھایا گیا، وہ بالکل درست تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ یہ کام میرے حکم سے ہی کیا گیا ہے۔ [1]

یہودیوں کے باغات کو جلانے کے عمل کو ''اللہ تعالیٰ کے حکم سے'' ہونے والا عمل قرار دینا اس بات کی تائید کرتا ہے کہ دوران جنگ؛ اسلام دشمن اقوام کی املاک، اشجار، فصلات و باغات اور دیگر کاروباری ومعاشی مراکز تباہ کرنے کو اسلام جائز قرار دیتا ہے۔ لیکن ضروری ہے کہ معاملہ، خالصۃً اسلام کی سربلندی کا ہو۔ کوئی قوم یا فرد اپنا ذاتی مفاد حاصل کرنے کے لیے اسلام کا نام استعمال کر کے ایسا کرنے کی حماقت نہ کرے۔ اور ایسا قدم صرف اور صرف مسلم سلطنت کا حاکم/ قاضی (جج)/ سپہ سالار ہی اٹھا سکتا ہے۔ عوام الناس کے لیے ایسی اجازت ہرگز نہیں ہے۔

سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والد کی فضیلت؛ بزبان عمر رضی اللہ عنہ

[3]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ الجَعدِ الجَوهَرِيُّ، قَالَ: أَخبَرَنَا عَبدُ العَزِيزِ بنُ عَبدِ اللّٰهِ بنِ أَبِي سَلَمَةَ المَاجِشُونُ، عَن عَبدِ اللّٰهِ بنِ دِينَارٍ، عَنِ ابنِ عُمَرَ قَالَ: استَعمَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أُسَامَةَ بنَ زَيدٍ، فَطَعَنَ نَاسٌ فِي إِمَارَتِهِ۔ فَجَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى المِنبَرِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ نَاسًا يَطعَنُونَ فِي إِمَارَةِ أُسَامَةَ، وَقَد كَانُوا يَطعَنُونَ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِن قَبلِهِ، وَايمُ اللّٰهِ؛ إِنَّهُ لَخَلِيقٌ لِلإِمَارَةِ، وَإِنَّ أَبَاهُ لَمِن أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ، وَإِنَّهُ لَمِن أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعدَهُ.

تخريج الحديث صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب مناقب زيد بن حارثة، حديث، 3730 ۔ صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل زيد بن حارثة و اسامة بن زيد،

[1] تفسير القرطبي : 6/18.

حدیث ، 63 ـ (2424) ـ سنن الترمذی ، أبواب المناقب ، باب مناقب زید بن حارثة ، حدیث ، 3816 ـ مسنـد أحمد بن حنبل : حدیث ، 4701 ـ مسند ابن الجعد : حدیث ، 2898 ـ فضائل الصحابة ، لأحمد بن حنبل : 834/2 ، حدیث ، 1525 .

ترجمة الحديث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر لشکر (سپہ سالار) بنایا تو لوگ ان کی امارت کے بارے میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے اور فرمایا: لوگ اسامہ بن زید کی امارت کے بارے میں تحفظات کا شکار ہیں۔ اور انھیں قبل ازیں اسامہ کے والد، زید بن حارثہ کی امارت پر بھی تحفظات تھے۔ اللہ کی قسم! اسامہ تو پیدا ہی امیر بننے کے لیے ہوا ہے۔ اس کا والد (زید بن حارثہ) میرے ہاں سب سے زیادہ محبوب تھا، اور اس کے بعد یہ (اسامہ) میرے لیے سب سے زیادہ محبوب ہے۔

شرح الحديث اس حدیث میں سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو سپہ سالار بنائے جانے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تحفظات کے ازالہ وغیرہ کے حوالے سے گفتگو حدیث نمبر 1 کی شرح میں گزر چکی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی عظمت بیان کرنے کے لیے اللہ کی قسم اٹھائی، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قسم اٹھانا ضروری نہیں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو صادقین کے امام ہیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کو مزید مضبوط کرنے اور سامعین و مخاطبین کے یقین کو مستحکم کرنے کے ساتھ ساتھ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی عظمت بیان کرنے کے لیے اللہ کی قسم اٹھائی۔ جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قسم کا مطالبہ ہرگز نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کسی بات کی تصدیق و تائید کے لیے فریق ثانی کے مطالبہ کے بغیر بھی، اللہ کی قسم اٹھائی جا سکتی ہے۔

قسم سے متعلق ہمارے معاشرے میں بہت سی غفلتیں، غیر محتاط رویے اور غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے یہاں قسم کے احکام میں سے چند ضروری احکام کا ذکر کرنا نہایت مناسب ہوگا۔

کسی بھی معاملے کی اہمیت واضح کرنے، اپنی بات اور عمل کی سچائی ثابت کرنے یا مخاطب کو یقین دلانے، اپنی بات میں استحکام پیدا کرنے یا کسی انسان کے مدعی علیہ ہونے کی صورت میں قسم اٹھانے کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ [1] یعنی قسم اٹھانا اور قسم کا فریق ثانی سے مطالبہ کرنا ہمارے معاشرے کی ایک اخلاقی و مذہبی ضرورت ہے۔

[1] جس شخص کے خلاف کوئی مقدمہ، دعوی کیا گیا ہو تو وہ اپنی صفائی و سچائی بیان کرنے کے لیے (اگر وہ سچا ہے تو) قسم اٹھائے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا تھا۔ (دیکھیے: صحیح البخاری ، کتاب الرهن ، باب اذا اختلف الراهن والمرتهن ، حدیث ، 2514)

قسم کی اَقسام:

قسم عموماً تین طرح کی ہوتی ہے: ❶ لغو ❷ غموس ❸ مُعَقَّدہ

① لغو (فضول بے مقصد) قسم:

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بات بات پر، بلا وجہ، بغیر ضرورت یا تکیہ کلام کے طور پر قسمیں اٹھاتے رہتے ہیں۔ مثلاً: کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ اللہ کی قسم آپ کو ہمارے ہاں دعوت پر آنا ہی پڑے گا۔ یا کوئی کہے کہ اللہ کی قسم آج تو گرمی نے حد کر دی، وغیرہ وغیرہ۔ ایسی قسم کو اللہ تعالیٰ نے لغو (بے مقصد) قرار دیا ہے۔ ایسی قسم اٹھانے والے کا مواخذہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴾ (البقرة: 225)

''اللہ تعالیٰ تمھاری بے مقصد قسموں پر تمھارا مؤاخذہ نہیں کرے گا، البتہ جو قسمیں تم نے اپنے دل سے قصداً اٹھائی ہیں، ان کا مؤاخذہ ضرور کرے گا۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ﴾ (المائدة: 89)

''اللہ تعالیٰ تمھاری بے مقصد قسموں پر تمھارا مؤاخذہ نہیں کرے گا، البتہ ان قسموں کا مؤاخذہ ضرور کرے گا، جو تم نے پختہ طور پر کھائی ہیں۔''

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: یہ آیت مبارکہ: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ﴾ (البقرة: 225) لوگوں کی ایسی قسموں کے بارے میں نازل ہوئی تھی کہ لوگ یوں کہتے ہیں: نہیں، نہیں، اللہ کی قسم۔ جی ہاں، اللہ کی قسم۔ ❶

لغو قسم کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ انسان نے جب کسی بات پر قسم اٹھائی تب اسے اسی طرح علم تھا جس طرح اس نے قسم اٹھائی تھی، لیکن بعد میں وہ بات ویسی ثابت نہ ہوئی۔ چونکہ قسم اٹھانے والے نے جب قسم اٹھائی؛ تب اس نے اپنی معلومات کے مطابق درست اور سچی قسم اٹھائی تھی۔ اس قسم پر قسم اٹھانے والے کا مواخذہ

❶ صحيح البخاري، كتاب تفسير القرآن، باب لا يؤاخذكم الله باللغو في أيمانكم، حديث، 4613.

نہیں ہوگا لیکن یہ قسم لغو اور نا قابل قبول تصور ہوگی۔ ❶

بے مقصد، بلاضرورت اور گفتگو میں تکیہ کلام کے طور پر قسم اٹھانے کی عادت سے تو اللہ تعالیٰ درگزر فرماتے ہیں۔ لیکن ایسی عادت کو ختم کرنا اور بے مقصد قسمیں اٹھانے سے گریز کرنا ضروری ہے۔

② غموس (دھوکا دینے کے لیے جھوٹی قسم):

اس سے مراد وہ جھوٹی قسم ہے جو انسان کسی گزشتہ واقعہ، بات، حادثہ یا کسی بھی معاملے کے متعلق اٹھائے۔ یعنی کوئی انسان یہ کہے کہ اللہ کی قسم! میں نے فلاں شخص کو فلاں کام میں ملوث پایا ہے۔ یا اللہ کی قسم اٹھا کر کوئی واقعہ بیان کرے۔ یا قسم اٹھا کر کسی کو سچا یا جھوٹا ثابت کرنا چاہے، وغیرہ وغیرہ۔

انسان کسی معاملے میں دوسروں کو دھوکا دینے یا اپنا سامان بیچنے یا کسی کا سامان حاصل کرنے کے لیے جو قسم اٹھاتا ہے وہ بھی غموس (دھوکے اور جھوٹ والی قسم) کہلاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دھوکا اور فریب دینے، لوگوں کو حق سے دور اور محروم رکھنے، تعلقات میں خرابیاں واقع کرنے کی مذموم کوشش کرنے اور کاروباری بدعنوانیاں چھپانے کے لیے جھوٹی قسمیں اٹھانے والوں کے متعلق فرمایا ہے:

﴿وَ لَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَ تَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَ لَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝﴾ (النحل: 94)

''اپنی قسموں کو اپنے درمیان فریب کا ذریعہ مت بناؤ، ورنہ قدم جم جانے کے بعد پھسل جائیں گے۔ اور تم اللہ کی راہ سے (دوسروں کو) روکنے کے جرم میں بہت برا مزہ چکھو گے اور تمھارے لیے شدید عذاب بھی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسی قسم (حلف) کو کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا ہے۔ یاد رکھیے کبیرہ گناہ نیکیوں کے بدلے میں ختم نہیں ہوتے، نیکیوں کے بدلے میں صرف صغیرہ و معمولی گناہ معاف ہوتے ہیں، کبیرہ گناہوں سے باقاعدہ توبہ کرنا ضروری ہے۔ کبیرہ گناہ کرنے والا اگر توبہ کے بغیر مر جائے تو روز قیامت اس کا انجام بُرا ہوگا۔ کبیرہ گناہوں کا تذکرہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْكَبَائِرُ: الإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الوَالِدَينِ وَقَتْلُ النَّفسِ وَاليَمِينُ الغَمُوسُ)) ❷

❶ ملخص از، جامع البيان فی تأويل القرآن (تفسير الطبری): 526/10.

❷ صحيح البخاری، كتاب الأيمان والنذور، باب اليمين الغموس، حديث، 6675.

''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی جان کو ناحق قتل کرنا اور دھوکا دینے کے لیے قسم اٹھانا؛ کبیرہ گناہ ہیں۔''

لہٰذا غموس (جھوٹی، مکاری اور دھوکا والی قسم) اٹھانے سے مکمل طور پر اجتناب کرنا چاہیے۔

③ معقَّدہ (ارادۃً اٹھائی گئی قسم):

ایسی قسم جو مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں دِلی ارادہ و نیت کے ساتھ اٹھائی جائے۔ اگر یہ قسم اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی و مخالفت والے کام کی حمایت و ارتکاب کے متعلق نہیں ہے تو ایسی قسم کو پورا کرنا چاہیے بصورت دیگر اس کا کفارہ ادا کرنا ہوگا۔

اگر کسی شخص نے کوئی ایسا کام کرنے کی قسم اٹھائی جو کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی والا، صحیح عقیدہ اور دین اسلام کی تعلیمات کے مخالف ہو۔ قسم اٹھانے والے کو اس نافرمانی اور مخالفت کا پہلے سے علم ہو یا بعد میں معلوم ہو؛ ہر دو صورت میں اسے اپنی قسم سے تائب ہوکر اس کا کفارہ ادا کر دینا چاہیے اور اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور دین اسلام کی مخالفت و نافرمانی کا کام کرنے سے اجتناب کرے۔

قسم کے معاملے میں ایک اہم نوعیت یہ ہے کہ اگر انسان نے کسی معاملے میں حلف دیا کہ اللہ کی قسم میں فلاں کام کروں گا، لیکن بعد میں اسے معلوم ہوا کہ اس کام کے علاوہ کوئی دوسرا کام زیادہ مفید اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا بہتر ذریعہ ہے تو وہ انسان اپنی قسم کا کفارہ دے کر دوسرے مفید کام کو اپنا لے۔ یا اس انسان نے کہا کہ اللہ کی قسم میں فلاں کام کبھی نہیں کروں گا؛ لیکن بعد میں اسے محسوس ہوا کہ جس کام کے نہ کرنے کی قسم اٹھالی ہے، وہی کام اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ اور اللہ کے قرب کا بہتر ذریعہ ہے، تو وہ انسان اپنی قسم کا کفارہ دے کر اس کام کو انجام دے دے۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ کے بعض افراد کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سواریاں لینے حاضر ہوئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم میں تمھیں کوئی سواری نہیں دوں گا، اور نہ ہی میرے پاس کوئی سواری ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ اونٹ لائے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو سفید کوہان والے تین اونٹ دے دیے۔ انھوں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! پہلے آپ نے انکار کیا بعد میں آپ نے عطا فرما دیا (یہ کیا معاملہ ہے؟)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سواریاں میں نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں دی ہیں۔ میں اگر کسی کام پر اللہ کی قسم اٹھالوں اور بعد میں مجھے اس کے علاوہ کوئی

دوسرا کام بہتر معلوم ہو تو میں اپنی قسم کا کفارہ دے دیتا ہوں۔ ❶

ہمیں تعلیم دیتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا حَلَفَ أَحَدُكُم عَلَى اليَمِينِ فَرَأَى خَيرًا مِنهَا فَليُكَفِّرهَا وَليَأتِ الَّذِي هُوَ خَيرٌ.)) ❷

''تم میں سے کوئی شخص کسی معاملے پر قسم اٹھالے؛ پھر اسے کوئی دوسرا معاملہ بہتر معلوم ہو تو اسے چاہیے کہ قسم کا کفارہ ادا کرے اور بہتر معاملے کو اپنا لے۔''

قسم کا کفارہ:

لغو قسم پر کفارہ یا مواخذہ نہیں ہے۔ غموس (دھوکا اور مکاری والی قسم) پر کفارہ تو نہیں، البتہ قسم اٹھانے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ توبہ استغفار کرے۔ تاہم معقدہ قسم کی خلاف ورزی پر کفارہ لازم ہوگا۔ یعنی جو قسم مکمل وثوق، پختہ معلومات اور دِلی ارادے سے اٹھائی جائے وہ قسم نافذ ہوتی ہے۔ اگر ایسی قسم اٹھانے والا اس قسم کے خلاف عمل کرے یا کسی بھی کام کے لیے اٹھائی گئی قسم کو انسان پورا نہ کر سکے، یا جس کام کی قسم اٹھائی تھی اس کے علاوہ کوئی دوسرا کام بہتر معلوم ہو جائے، یا جس کام کے لیے قسم اٹھائی تھی وہ کام اللہ کی نافرمانی والا ثابت ہوا تو اللہ کی نافرمانی سے بچنے کے لیے؛ انسان کو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ قسم کا کفارہ کیا ہے؟ اس کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح ہدایات نازل فرمائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝﴾ (المائدة: 89)

''اللہ تمھاری بے مقصد قسموں پر تمھارا مؤاخذہ نہیں کرے گا، البتہ ان قسموں کا مؤاخذہ ضرور کرے گا، جو تم نے پختہ طور پر کھائی ہیں۔ اور ان کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانے درجے کا کھانا کھلانا ہے، جو تم

❶ ملخص از حدیث، صحیح مسلم، كتاب الأيمان، باب ندب من حلف يمينا فرأى غيرها خيرا منها. . .، حديث، 1651.

❷ صحيح مسلم، كتاب الأيمان، باب ندب من حلف يمينا فرأى غيرها خيرا منها. . .، حديث، 1651.

اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو۔ یا انھیں کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ اور جو یہ نہ پائے؛ وہ تین دن کے روزے رکھ لے۔ یہ تمھاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم نے حلف لیا ہو۔ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ یوں اللہ تعالیٰ تم پر اپنے احکام واضح کرتا ہے تا کہ تم شکر گزار بنو۔''

معقدہ قسم اٹھانے کے بنیادی اہم اصول:

معقدہ قسم اٹھانے کے بنیادی اصول وضوابط میں سے 2 نہایت اہم ہیں:

① قسم:...... مستحلف کے مقصد کے مطابق ہو۔

② قسم:......صرف خالق کائنات (اللہ تعالیٰ) کی اٹھائی جائے، مخلوق کی نہیں۔

① قسم؛ مستحلف کے مقصد کے مطابق ہو:

مستحلف سے مراد وہ شخص ہے جس کے لیے یا جس کے مطالبہ پر قسم اٹھائی جائے۔ قسم اٹھانے کا پہلا بنیادی اصول یہ ہے کہ قسم کے الفاظ اور قسم اٹھانے والے کی نیت اس شخص کے مقصد اور مطالبہ کے مطابق ہو۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((يَمِينُكَ عَلَى مَا يُصَدِّقُكَ عَلَيهِ صَاحِبُكَ .)) ❶

''تمھاری اسی مطلب پر معتبر ہوگی جس پر تمھارا ساتھی (مستحلف) تمھیں سچا سمجھے۔''

((اليَمِينُ عَلَى نِيَّةِ المُستَحلِفِ .)) ❷

''قسم کا مطلب، قسم مانگنے والے کی نیت کے موافق ہوگا۔''

لٰہذا قسم کو انہی معانی ومفہوم میں لیا جائے گا، جن معانی ومفہوم میں قسم طلب کرنے والے کا مقصد تھا۔ مثلاً اگر زید نے کہا کہ میری کتاب حارث کے پاس ہے، لیکن حارث کہے: اللہ کی قسم! تمھاری کتاب میرے پاس نہیں ہے۔ جبکہ حقیقت میں وہ کتاب حارث نے اپنے کسی دوست کے ہاں رکھ دی ہو۔ تو حارث کی قسم کا مفہوم وہی لیا جائے گا جو زید کا مقصد تھا کہ اس کی کتاب حارث کے قبضہ میں نہیں۔ اور حارث اپنی قسم میں جھوٹا ہونے پر اللہ تعالیٰ کے ہاں مجرم ہوگا۔ کیونکہ قسم میں اس کا مقصد یہ تھا کہ کتاب ہے تو میرے قبضہ میں لیکن اس وقت کتاب میرے پاس نہیں۔ حارث نے بدنیتی کے تحت عمداً ''ہے تو میرے قبضہ میں لیکن اس وقت'' کے الفاظ چھپائے اور

❶ صحيح مسلم، كتاب الأيمان، باب يمين الحالف على نية المستحلف، حديث ، 1653 .

❷ صحيح مسلم، كتاب الأيمان، باب يمين الحالف على نية المستحلف، حديث ، 1653 .

قسم کا غلط استعمال کیا۔ لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مجرم ہوگا۔

② قسم، صرف خالق کائنات (اللہ تعالیٰ) کی اٹھائی جائے:

قسم اٹھانے کا دوسرا بنیادی اصول یہ ہے کہ انسان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائے، کسی مخلوق کی قسم نہ اٹھائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((أَلا إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنهَاكُم أَن تَحلِفُوا بِآبَائِكُم فَمَن كَانَ حَالِفًا فَلْيَحلِف بِاللّٰهِ أَو لِيَصْمُتْ .)) ❶

''خبردار! اللہ عزوجل تمھیں اس بات سے منع کرتا ہے کہ تم اپنے باپ دادا کی قسمیں اٹھاؤ۔ جسے قسم اٹھانی ہو وہ صرف اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائے یا خاموش رہے۔''

دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَلا مَن كَانَ حَالِفًا فَلا يَحلِف إِلَّا بِاللّٰهِ .)) ❷

''یادرکھو! جس شخص نے قسم اٹھانی ہو، وہ صرف اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائے۔''

تیسری حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جسے قسم اٹھانی ہو وہ صرف اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائے، ورنہ خاموش رہے۔'' ❸

غیر اللہ یعنی: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بھی ہستی کی قسم اٹھانا شرک ہے۔ کوئی شخصیت ہو، مقدس مقام ہو یا انسانی زندگی؛ سب غیر اللہ کے زمرے میں آتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ بِغَيرِ اللّٰهِ فَقَدْ أَشْرَكَ)) ❹

''جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی، اس نے شرک کیا۔''

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

❶ صحيح مسلم، كتاب الأيمان، باب النهى عن الحلف بغير الله تعالىٰ، حديث، 1646.

❷ صحيح البخارى، كتاب مناقب الانصار، باب أيام الجاهلية، حديث، 3836 ـ صحيح مسلم، كتاب الأيمان، باب النهى عن الحلف بغير الله، حديث، 4 ـ (1646).

❸ صحيح البخارى، كتاب الأدب، باب من لم ير إكفار من قال ذلك متأولا، حديث، 6108.

❹ صحيح: سنن أبى داؤد، كتاب الأيمان والنذور، باب فى كراهية الحلف بالآباء، حديث، 2351.

((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ)) ❶

''جس نے اللہ کے سوا؛ کسی اور کی قسم اٹھائی، یقیناً اس نے کفر کیا (یا آپ ﷺ نے فرمایا) اس نے شرک کیا۔''

ان احادیث مبارکہ سے روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ جو انسان مخلوق کی قسم اٹھاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور شرک اس قدر سنگین جرم اور خطرناک و مہلک کبیرہ گناہ ہے کہ شرک کرنے والے کی ہر نیکی ضائع ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام کی آیت نمبر: 88 اور سورۃ الزمر کی آیت نمبر: 65 میں ارشاد فرمایا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے ایک ارشاد گرامی کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص زمین سے آسمان تک کا خلا نیکیوں سے بھر دے لیکن اس میں ایک سرسوں کے دانے کے برابر شرک شامل ہو تو ساری کی ساری نیکیاں بے کار اور تباہ ہو جائیں گی۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کا جو گناہ چاہے معاف کر دے گا، لیکن شرک معاف کرنا؛ اللہ تعالیٰ چاہے گا ہی نہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے دوٹوک الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَآءُ ﴾ (النساء : 48)

''یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ کیا گیا شرک معاف نہیں کرے گا، جبکہ اس کے علاوہ جو چاہے معاف کر دے گا۔''

لہٰذا قسم اٹھانے میں غلطی کی سنگینی کو ضرور مدنظر رکھنا چاہیے۔ قسم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی اٹھائی جائے۔ کسی مخلوق کی نہیں۔

اللہ کی قسم اٹھانے کی مختلف صورتیں:

اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھانے کی مندرجہ ذیل تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

(1) اللہ تعالیٰ کی ذات کی قسم اٹھانا:

اللہ تعالیٰ کی ذات کی قسم اٹھانے سے مراد ہے کہ انسان یوں کہے: میں اللہ کی قسم اٹھاتا ہوں، یا میں عرش پر مستوی ذات کی قسم اٹھاتا ہوں۔ زمین و آسمان کے خالق کی قسم اٹھاتا ہوں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے احد پہاڑ

❶ حسن صحيح: سنن الترمذي ، كتاب الأيمان ، باب ما جاء أن من حلف بغير الله فقد أشرك، حديث ، 1535۔ مستدرك حاكم : 117/1 ، حديث ، 169 ۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن اور امام حاکم نے صحیح کہا ہے۔

پر فرمایا تھا:

((وَاللّٰهِ لَأَنظُرُ إِلَى حَوضِى .)) ❶

''اللہ کی قسم! میں یقیناً اپنا حوض دیکھ رہا ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب کے متعلق فرمایا تھا:

((أَمَا وَاللّٰهِ لَأَستَغفِرَنَّ لَكَ مَا لَم أُنهَ عَنكَ .)) ❷

''اللہ کی قسم! میں آپ کے لیے معافی طلب کرتا رہوں گا، جب تک مجھے منع نہ کردیا جائے۔''

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھبراہٹ کی حالت میں گھر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقہ حیات، ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا تھا:

((كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخزِيكَ اللّٰهُ أَبَدًا .)) ❸

''اللہ کی قسم! یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو پریشان نہیں ہونے دے گا۔''

(2) اللہ تعالیٰ کے اسماء (اسماءِ حسنیٰ) کی قسم اٹھانا:

اللہ تعالیٰ کے ناموں کی قسم اٹھانا بالکل درست اور جائز ہے۔ کیونکہ اللہ کے نام (اسماءِ حسنیٰ) اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگرد، ربیع بن سلیمان المصری (تبع تابعی) رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''مَنْ حَلَفَ بِاسْمٍ مِنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ فَحَنِثَ فَعَلَيهِ كَفَّارَةٌ لِأَنَّ أَسمَاءَ اللّٰهِ غَيرُ مَخلُوقَةٍ'' ❹

''جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے کسی نام کی قسم اٹھائی، پھر اس قسم کو توڑ دیا، تو اس شخص کو قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام (اسماءِ حسنی) مخلوق نہیں ہیں۔''

❶ صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الصلاة على الشهيد، حديث، 1344.

❷ صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب إذا قال المشرك عندالموت لا إله إلا الله، حديث، 1360.

❸ صحيح البخاري، باب بدء الوحي، حديث: 3.

❹ صحيح: حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، لأبي نعيم أصبهاني: 113/9 ـ السنن الكبرىٰ، للبيهقي: 49/10، حديث، 19818، 19819 ـ معرفة السنن والآثار، للبيهقي: 190/1، حديث، 340، 341، 342.

(3) اللہ تعالیٰ کی صفات کی قسم اٹھانا:

اللہ تعالیٰ کی صفات کی قسم اٹھانے سے مراد یہ ہے کہ انسان کہے: میں بخشش کرنے والی ذات کی قسم اٹھاتا ہوں، یا میں ارحم الراحمین کی قسم اٹھاتا ہوں، یا کہے: میں دلوں کو پھیرنے والے کی قسم اٹھاتا ہوں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اکثر اوقات، ان الفاظ میں قسم اٹھایا کرتے تھے: مجھے ''مُقَلِّبِ الْقُلُوبِ'' کی قسم۔ ❶

❀ قرآن مجید کی قسم اٹھانا:

جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی قسم اٹھانا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت: ''کلام کرنا'' بھی ہے۔ اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے کلام ''قرآن مجید'' کی قسم بھی اٹھائی جاسکتی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں بلکہ اس کا علم، اس کی صفت اور اس کا کلام ہے۔

قرآن مجید کو اللہ کی ذات کا غیر (یعنی: غیر اللہ) قرار دے کر اس کی قسم اٹھانے سے منع کرنا یا اس کی قسم اٹھانے والے پر کسی قسم کا فتویٰ لگانا درست نہیں ہے۔ علامہ ابن ابی العزّ الحنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قرآن مجید کی قسم اٹھانا جائز ہے۔ اور اس شخص کی بات کی کوئی وقعت نہیں، جو قرآن مجید کو مخلوق قرار دے کر کہتا ہے کہ قرآن مجید کی قسم اٹھانا جائز نہیں۔ حالانکہ قرآن کو مخلوق کہنا معتزلہ کا مذہب ہے، اور یہ کفر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید مخلوق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ ❷

بہتر اور اولیٰ یہی ہے کہ انسان کو جب قسم اٹھانے کی ضرورت پیش آئے تب وہ قرآن کی بجائے بھی صرف اللہ تعالیٰ کی ہی قسم اٹھائے۔ لیکن قرآن کی قسم اٹھانا بھی جائز ہے۔

غیر اللہ کی قسم کی بعض صورتیں:

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے علاوہ کسی کی قسم اٹھانا ''غیر اللہ کی قسم اٹھانا'' کہلاتا ہے۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

❀ طاغوت اور بتوں کی قسم اٹھانا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ مِنكُم فَقَالَ فِي حَلِفِهِ: بِاللَّاتِ، فَلْيَقُلْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ.)) ❸

❶ صحيح البخاري، كتاب القدر، باب يحول بين المرء و قلبيه، حديث، 6617.

❷ التنبيه على مشكلات الهداية: صفحه، 86.

❸ صحيح مسلم، كتاب الأيمان، باب من حلف باللات والعزى، حديث، 1647.

''تم میں سے جس شخص نے قسم اٹھاتے ہوئے، اپنی قسم میں کہا: مجھے لات کی قسم۔ اسے چاہیے کہ پھر کہے: صرف اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے۔''

اس حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی قسم اٹھانا اسے الٰہ کے درجہ پر پہنچانا ہے، اسی لیے بت کی قسم اٹھانے والے مسلمان کو فوراً اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی دینے اور توحید کا اقرار دہرانے کا حکم ہے۔

دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَحلِفُوا بِالطَّوَاغِی .))❶

''طاغوت (بتوں) کی قسم مت اٹھاؤ۔''

اس حدیث مبارکہ میں طاغوت کی قسم اٹھانے سے منع کیا گیا ہے۔ طاغوت کسے کہتے ہیں؟ اس کا جواب علماء لغت اور ائمہ محدیث کی توضیحات کے مطابق حسب ذیل ہے:

شارح صحیح مسلم امام نووی، شارح صحیح البخاری امام ابن حجر اور امام ابن الجوزی رحمہم اللہ وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث میں طاغوت کا لفظ ''طاغیة'' کی جمع ہے۔ جس سے مراد جاہلیت کے بت اور کفار و مشرکین کے باطل معبود ہیں۔ ❷

امام مالک رحمہ اللہ کے معروف تلمیذ امام عبداللہ بن وہب المصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے بیان فرمایا تھا کہ:

"الطَّاغُوتُ مَا عُبِدَ مِن دُونِ اللَّهِ . "❸

''ہر وہ ذات جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کی جاتی ہے، وہ طاغوت ہے۔''

معروف ماہر لغت، علامہ ابن منظور افریقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الطاغوتُ: مَا عُبِدَ مِن دُونِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ . "❹

❶ صحيح مسلم، كتاب الأيمان، باب من حلف باللات والعزى، حديث، 1648 .

❷ المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج (شرح النووى)، ليحيى بن شرف النووى: 108/11 ـ فتح البارى شرح صحيح البخارى، لابن حجر: 536/11 ـ كشف المشكل من حديث الصحيحين، لابن الجوزى: 490/1 .

❸ تفسير القرآن من الجامع لابن وهب الجزء الثانى ، ص، 135 ـ الجامع لأحكام القرآن تفسير القرطبى: 248/5 .

❹ لسان العرب، لابن منظور: 444/8 .

''طاغوت سے مراد ہر وہ ذات ہے جس کی اللہ کے علاوہ پوجا کی جاتی ہے۔''

لغت وفقہ کے جید عالم علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَالطَّاغُوتُ: اللَّاتُ والعُزَّى والكاهِنُ والشَّيطانُ وكلُّ رأسِ ضلالٍ والأصنامُ وكلُّ ما عُبِدَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ." ❶

''طاغوت سے مراد ہے: لات، عزیٰ، کاہن، شیطان، گمراہی کا کوئی بھی سرچشمہ، تمام بت اور ہر وہ ذات جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کی جاتی ہے۔''

❁ والدین کی قسم اٹھانا:

والدین (ماں باپ) کی قسم اٹھانا بھی جائز نہیں۔ حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح الفاظ میں اس سے منع فرمایا ہے۔ چونکہ قریش اکثر اپنے باپ دادا کی قسم اٹھایا کرتے تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم سے منع کرتے ہوئے فرمایا تھا:

((لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ)) ❷

''اپنے باپوں کی قسم نہ اٹھایا کرو۔''

ایک حدیث میں مذکور ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے والد محترم کی قسم اٹھائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں منع کیا اور فرمایا:

((أَلَا إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنهَاكُم أَن تَحلِفُوا بِآبَائِكُم فَمَن كَانَ حَالِفًا فَلْيَحلِف بِاللّٰهِ أَو لِيَصمُت .)) ❸

''اللہ تعالیٰ تمھیں تمھارے باپوں کی قسم اٹھانے سے منع کرتا ہے۔ جسے قسم اٹھانی ہو وہ صرف اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائے، ورنہ خاموش رہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

❶ القاموس المحيط، لفيروز آبادي: 1307 .

❷ صحيح البخاری، كتاب مناقب الانصار، باب أيام الجاهلية، حديث، 3836 ـ صحيح مسلم، كتاب الأيمان، باب النهی عن الحلف بغير الله، حديث، 4 ـ (1646) .

❸ صحيح البخاری، كتاب الادب، باب من لم ير إكفار من قال ذلك متأولا، حديث، 6108 ـ صحيح مسلم، كتاب الأيمان، باب النهی عن الحلف بغير الله تعالىٰ، حديث، 3ـ (1646) .

((لَا تَحلِفُوا بِآبَائِكُم ، وَلَا بِأُمَّهَاتِكُم ، وَلَا بِالأَنْدَادِ ، وَلَا تَحلِفُوا إِلَّا بِاللّٰهِ ، وَلَا تَحلِفُوا بِاللّٰهِ إِلَّا وَأَنتُم صَادِقُونَ .)) ❶

''اپنے باپوں کی قسم مت اٹھاؤ، اپنی ماؤں کی قسم مت اٹھاؤ، بتوں کی قسم مت اٹھاؤ، بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھاؤ، اور اللہ تعالیٰ کی قسم بھی اس وقت اٹھاؤ، جب تم سچے ہو۔''

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ان الفاظ میں مذکور ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَحلِفُوا بِالطَّوَاغِي وَلَا بِآبَائِكُم .)) ❷

''طاغوت (بتوں) کی قسم مٹ اٹھاؤ، اور اپنے باپ دادا کی قسم بھی مت اٹھاؤ۔''

❁ زندگی کی قسم اٹھانا:

جیسا کہ مخلوق کی قسم اٹھانا ممنوع اور حرام ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ ملا کر کسی مخلوق کی قسم اٹھانا بھی شرک ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا﴾ (البقرۃ: 22) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا: انداد سے مراد ایسا شرک ہے جو اس چیونٹی کے قدموں کی آہٹ سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے جو رات کے اندھیرے میں سیاہ پتھر پر چلتی ہے۔ اس سے مراد ہے کہ تم کہتے ہو:

((وَاللّٰهِ وَحَيَاتِكَ يَا فُلَانُ وَحَيَاتِي)) ❸

''اللہ کی قسم اور اے فلاں! تیری زندگی کی قسم اور میری زندگی کی قسم''

زندگی کی قسم اٹھانا اس لیے ناجائز اور ممنوع ہے کہ ہماری زندگی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ اِلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (الملك: 2)

''اللہ تعالیٰ وہی ذات ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔ تاکہ وہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے کون نیک اعمال کرتا ہے۔''

---

❶ صحيح: سنن أبي داؤد ، كتاب الأيمان والنذور ، باب في كراهية الحلف بالآباء ، حديث ، 3248 .

❷ صحيح مسلم ، كتاب الأيمان ، باب من حلف باللات والعزى ، حديث ، 1648 .

❸ تفسير القرآن العظيم لابن أبي حاتم : 62/1 .

❁ دن رات، زمین وآسمان اور اجرام فلکی کی قسم اٹھانا:

دن رات، زمین وآسمان اور اجرام فلکی یعنی: سورج، چاند اور ستاروں وغیرہ کی قسم اٹھانا بھی جائز نہیں، کیونکہ یہ تمام بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوقات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ﴾

(الأعراف: 54)

''یقیناً تمھارا رب اللہ تعالی ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر متمکن ہوگیا۔''

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ﴾ (الأنبياء : 33)

''وہی ذات ہے جس نے رات اور دن، سورج اور چاند کو پیدا کیا۔''

ان آیات مبارکہ میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ آسمان، زمین، دن، رات، سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی مخلوقات ہیں، اور اس حقیقت سے کسی بھی مذہب کے ماننے والوں کو انکار نہیں۔ البتہ اسلام کے ماننے والوں کے لیے اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ مذکورہ بالا مخلوقات کی بھی قسم اٹھانا شرک ہے۔

❁ حرمین یا دیگر مقدس مقامات کی قسم اٹھانا:

کسی مقدس مقام کی قسم اٹھانا بھی جائز نہیں۔ حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی عالم آیا اور اس نے کہا: آپ لوگ تو شرک کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کیسے؟ اس یہودی عالم نے کہا: آپ لوگ کہتے ہیں: مجھے کعبہ کی قسم۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((فَمَنْ حَلَفَ فَلْيَحلِفْ بِرَبِّ الكَعبَةِ)) [1]

''جسے قسم اٹھانی ہو، وہ کعبے کے رب کی قسم اٹھائے (کعبہ کی قسم نہ اٹھائے)۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کعبہ کی قسم اٹھانے کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا:

"لَا تَحلِفْ بِالْكَعبَةِ وَلٰكِنِ احْلِفْ بِرَبِّ الكَعبَةِ" [2]

---

[1] صحيح: مسند أحمد بن حنبل: حديث ، 27093 .

[2] مسند أبی داؤد الطيالسی : 412/3 ، حديث ، 2008 .

''کعبہ کی قسم مت اٹھاؤ۔ بلکہ کعبہ کے رب کی قسم اٹھایا کرو۔''

قسم صرف سچی اٹھائی جائے، جھوٹی قسم اٹھانا حرام ہے:

ضروری ہے کہ قسم تب اٹھائی جائے جب انسان اپنی بات اور اپنی قسم کے مقصد میں سچا ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَحلِفُوا إِلَّا بِاللّٰهِ ، وَلَا تَحلِفُوا بِاللّٰهِ إِلَّا وَأَنْتُمْ صَادِقُونَ .))❶

''صرف اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھاؤ، اور اللہ تعالیٰ کی قسم بھی اس وقت اٹھاؤ، جب تم سچے ہو۔''

دوسری حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا وَهُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيهِ غَضبَانُ .))❷

''اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا مال ہڑپ کرنے کے لیے قسم اٹھائے اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو جب وہ اللہ تعالیٰ سے (محشر کے روز) ملے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے سخت ناراض ہوگا۔''

ایک سلیم الفطرت انسان سمجھ سکتا ہے کہ روز قیامت جس شخص پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا، اس شخص کا ٹھکانہ اور انجام کیا ہوگا؟ یقیناً جہنم ہی اس بد بخت انسان کا ٹھکانہ ہوگا۔ ---اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ---

اس تمام بحث کی روشنی میں معلوم ہوا کہ انسان فریق ثانی کے مطالبہ کے بغیر بھی قسم اٹھا سکتا ہے۔ اور قسم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات کی اٹھائی جائے۔ غیر اللہ کی قسم اٹھانا شرک وکفر کے برابر ہے۔ قسم کے خلاف عمل کرنے پر کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ لغو قسم پر مواخذہ نہیں ہوتا، لیکن کوشش کرنی چاہیے کہ بلا مقصد و بلا ضرورت قسمیں نہ اٹھائی جائیں۔

قسم پر اعتبار کرنا چاہیے:

اگر کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی جائے تو جس شخص کے لیے، اس کے مطالبے پر یا اسے یقین دلانے کے لیے قسم اٹھائی جائے اس شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ قسم پر اعتبار کرے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر ﷠ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

❶ صحيح: سنن أبي داؤد ، كتاب الأيمان والنذور ، باب في كراهية الحلف بالآباء ، حديث ، 3248 .

❷ صحيح البخاري ، كتاب الرهن ، باب إذا اختلف الراهن والمرتهن ، حديث ، 2515 .

((مَـن حَـلَـفَ بِـاللّٰهِ فَلیَصدُق وَمَن حُلِفَ لَهُ بِاللّٰهِ فَليَرضَ وَمَن لَم يَرضَ بِاللّٰهِ فَلَيسَ مِنَ اللّٰهِ .)) ❶

''جو شخص اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائے، وہ سچی قسم اٹھائے۔ اور جس شخص (کی یقین دہانی) کے لیے قسم اٹھائی جائے، اسے چاہیے کہ (اللہ کی قسم پر) اطمینان کا مظاہرہ کرے۔ جو شخص اللہ سے راضی نہیں ہوتا، اس سے اللہ تعالیٰ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔''

سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

[4]...... حَـدَّثَـنَا ابنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَحمَدُ بنُ مُحَمَّدِ بنِ حَنبَلٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعقُوبُ بنُ إِبـرَاهِيـمَ ، قَـالَ: حَـدَّثَـنِـي أَبِي عَن مُحَمَّدِ بنِ إِسحَاقَ ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بنُ عُبَيدِ بنِ السَّبَّـاقِ ، عَن مُحَمَّدِ بنِ أُسَامَةَ بنِ زَيدٍ ، عَن أَبِيهِ أُسَامَةَ ، قَالَ: لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ هَبَـطـتُ وَهَبَـطَ الـنَّاسُ مَعِي إِلَى المَدِينَةِ ، فَدَخَلتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، أُصمِتَ فَلَا يَتَكَلَّمُ ، فَجَعَلَ يَرفَعُ يَدَهُ إِلَى السَّمَاءِ ، ثُمَّ يَصُبُّهَا عَلَيَّ ، أَعرِفُ أَنَّهُ يَدعُو لِي .

تخریج الحدیث **حسن**: سـنـن الـتـرمـذي ، أبـواب الـمـنـاقـب ، باب مناقب أسامة بن زيد ، حديث ، 3817 ـ فضائل الصحابة ، لأحمد بن حنبل : 834/2 ، حديث ، 1526 ـ مسند أحمد بن حنبل : حديث ، 21755 ـ المعجم الكبير ، للطبراني : 160/1 ، حديث ، 377 .

ترجمة الحدیث سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جن دنوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑھاپا آچکا تھا، میں (شہر سے نسبتاً اونچے محلے سے اتر کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا، میرے ساتھ کچھ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے، کوئی بات نہیں کر رہے تھے، بس آسمان کی طرف اپنے ہاتھ اٹھا لیے اور پھر انھیں مجھ پر انڈیل دیا۔ میں سمجھ گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے دعا فرما رہے ہیں۔

شرح الحدیث سلطان، سربراہ اور کسی بھی بڑی شخصیت کا کچھ لوگوں کی موجودگی میں کسی ایک شخص کو خصوصی دعا اور خصوصی شفقت سے نوازنا جائز ہے۔ لیکن اگر مجلس میں کسی معاملے کا فیصلہ کرنا مقصود ہو تو ایسی

❶ **صحيح**: سنن ابن ماجة ، كتاب الكفارات ، باب من حُلف له بالله فليرض ، حديث ، 2101 .

صورت میں کسی ایک فریق کو خصوصی اہمیت دینا نہایت نامناسب اور فیصلے کے اصولوں کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ شریعت اسلامی کی نظر میں بھی معیوب عمل ہے۔

جیسا کہ اسی محبوب ترین صحابی سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے ایک خاتون کی سفارش کرنے کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((أَتَشفَعُ فِي حَدٍّ مِن حُدُودِ اللّٰهِ؟))

''اسامہ! تم اللہ کی حدود کے معاملے میں سفارش کر رہے ہو؟''

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

((إِنَّمَا أَهلَكَ الَّذِينَ قَبلَكُم أَنَّهُم كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيهِ الحَدَّ وَ أَيمُ اللّٰهِ لَو أَنَّ فَاطِمَةَ بِنتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَت لَقَطَعتُ يَدَهَا .))[1]

''تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوگئے کہ جب ان میں سے کوئی امیر آدمی چوری کا مرتکب ہوتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد نافذ کر دیتے۔ اللہ کی قسم! اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بھی ایسے عمل کی مرتکب ہوتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے کہنے پر فیصلے میں تبدیلی نہیں فرمائی تھی۔ حالانکہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں نہایت بلند مرتبہ رکھنے والے اور محبوب ترین صحابی تھے۔

کسی فرد کو امتیازی حیثیت دینا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باقی لوگوں کی موجودگی میں صرف سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے لیے دعا کرنا؛ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ احباب و تلامذہ میں سے کسی ایک فرد کو کسی خاص دعا، علم یا معلومات کے لیے الگ اور مخصوص کر لینا جائز ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستاویز صرف سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو تحریر کروائی تھی۔ جسے صحیفہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کی وضاحت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خود فرمائی تھی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کسی معاملے میں دیگر افراد سے خاص کیا تھا؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

[1] صحيح البخاری، كتاب الحدود، حديث ، 6788.

((مَا خَصَّنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِشَیءٍ لَم یَعُمَّ بِهِ النَّاسَ کَافَّةً إِلَّا مَا کَانَ فِی قِرَابِ سَیفِی هٰذَا .))

''رسول اللہ ﷺ نے کوئی بھی چیز ہمارے لیے مخصوص نہیں کی، جسے عوام الناس کے لیے بھی مکمل بیان نہ کیا ہو، سوائے اس کے جو میری تلوار کے نیام میں موجود ہے۔ ''

راوی کہتا ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ بات کرنے کے بعد (نیام سے) ایک صحیفہ نکالا۔ ❶

رسول اللہ ﷺ نے اپنے دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی نسبت سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو خاص کر کے انھیں منافقین کے نام بتائے تھے۔ اسی لیے آپ، صاحب سر رسول اللہ (ﷺ) یعنی: رازدارِ رسول کے لقب سے جانے جاتے تھے۔

اس طرح کی دیگر مثالیں بھی موجود ہیں۔ مقصود؛ یہ بیان کرنا ہے کہ انسان کسی مصلحت کے پیش نظر کسی اہم بات، معلومات، دعا یا کسی بھی معاملے میں کسی ایک فرد کو خاص کر سکتا ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی فضیلت

[5]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِیعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُصعَبُ بنُ عَبدِ اللّٰهِ الزُّبَیرِیُّ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبدُ العَزِیزِ الدَّرَاوَرِدِیُّ ، عَن عُبَیدِ اللّٰهِ ، عَن نَافِعٍ ، عَنِ ابنِ عُمَرَ ، أَنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُ ؛ فَرَضَ لِأُسَامَةَ أَکثَرَ مِمَّا فَرَضَ لَهُ ......یَعنِی لِابنِ عُمَرَ...... فَقُلتُ لَهُ فِی ذٰلِكَ ، فَقَالَ: إِنَّهُ کَانَ أَحَبَّ إِلَی رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مِنكَ ، وَإِنَّ أَبَاهُ کَانَ أَحَبَّ إِلَی رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مِن أَبِیكَ .

تخریج الحدیث ضعیف: سنن الترمذی ، أبواب المناقب ، باب مناقب زید بن حارثة ، حدیث ، 3813 ـ مصنف بن أبی شیبة : 455/6 ، حدیث ، 32878 ـ معجم أبی یعلیٰ الموصلی : حدیث ، 288۔ مذکورہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے جبکہ اس کی شاہد روایت صحیح سند کے ساتھ امام حاکم نے بیان کی ہے، جو مفصل بھی ہے۔ دیکھیے: مستدرك حاکم : 645/3 ، حدیث ، 6367 ـ مسند اسامة بن زید : حدیث ، 6]

ترجمة الحدیث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے دور خلافت میں) اسامہ

❶ صحیح مسلم، کتاب الأوضاحی، باب تحریم الذبح لغیر الله تعالی، حدیث، 1978 .

بن زید رضی اللہ عنہما کے لیے جو وظیفہ مقرر کیا، وہ ان کے ......یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے...... وظیفہ سے زیادہ تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کے متعلق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بات کی تو انھوں نے فرمایا: اسامہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تم سے زیادہ محبوب تھے، اور ان کے والد (زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ) تمھارے والد سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں محبوب تھے۔

شرح الحدیث سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے لیے چار ہزار روپے جبکہ اپنے بیٹے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے دو ہزار روپے وظیفہ مقرر کیا تھا۔ (جیسا کہ اگلی حدیث میں مذکور ہے)۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کو اہمیت دینا اسی بنا پر تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں بہت زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند سے منسوب تھا۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی افضلیت کا معیار بہت عظیم تھا۔ اس میں بنیادی طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار تھا جو ہمارے ایمان کا جزو لازم ہے۔ اس حدیث سے ہمارے لیے درس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم علماء کرام، قراء عظام اور مبلغین کو اہمیت دیں، کیونکہ ان کی ایک زاویہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت مضبوط نسبت ہے۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت 'علم' کے وارث ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت، علم ہے۔ جسے یہ لوگ عوام الناس کی بھلائی اور ہدایت کے لیے دن رات لوگوں تک پہنچانے میں مصروف عمل ہیں۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی راہنمائی ملتی ہے کہ حاکم وقت / بااختیار سربراہ ادارہ کسی خوبی اور نمایاں وصف ومہارت کی بنا پر کسی ڈیپارٹمنٹ یا کسی خاص فرد کی سیلری / وظیفہ / اعزازیہ؛ اپنی صواب دید پر دیگر کی نسبت کم یا زیادہ مقرر کر سکتا ہے۔

[6]...... حَـدَّثَـنَا ابنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَكَّارِ بنِ الرَّيَّان، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مَعشَرٍ، عَن زَيدِ بنِ أَسلَمَ، عَن أَبِيهِ وَعَن عُمَرَ مَولَى غُفرَةَ، عَن مُحَمَّدِ بنِ [كَعْبِ القُرظِي][1]، قَـالَا: فَرَضَ عُمَرُ بنُ الخَطَّابِ رضي الله عنه، لِأُسَـامَةَ بنِ زَيدٍ أَربَعَةَ آلافٍ وَفَرَضَ لِعَبدِ اللّٰهِ بنِ عُمَرَ أَلفَينِ؛ فَقَالَ عَبدُ اللّٰهِ لِعُمَرَ: لِمَ زِدتَ أُسَامَةَ؟ فَقَالَ: إِنَّ أَبَاهُ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مِن أَبِيكَ، وَهُوَ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مِنكَ.

[1] مخطوطہ اور مطبوعہ نسخہ میں یہاں "محمد بن . . ." ہے۔ مطبوعہ نسخہ کے محقق نے بھی اسی طرح چھوڑ دیا ہے۔ جبکہ اس سے مراد محمد بن کعب القرظی ہیں۔ جو غفلہ بنت رباح کے غلام عمر بن عبداللہ المدنی کے اساتذہ میں سے ہیں۔ واللہ اعلم۔ [العاصم]

تخریج الحدیث ضعیف: سنن الترمذی ، أبواب المناقب ، باب مناقب زید بن حارثة ، حدیث ، 3813 ـ مصنف بن أبی شیبة : 455/6 ، حدیث ، 32878 ـ معجم أبی یعلیٰ الموصلی : حدیث ، 288ـ مذکورہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے جبکہ اس کی شاہد روایت صحیح سند کے ساتھ امام حاکم نے بیان کی ہے، جو مفصل بھی ہے۔ دیکھیے: مستدرك حاکم : 645/3 ، حدیث ، 6367 ـ مسند اسامة بن زید : حدیث، 5 .

ترجمة الحدیث محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لیے چار ہزار جبکہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے دو ہزار (دراہم) وظیفہ مقرر کیا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے اسامہ کے لیے زیادہ وظیفہ کیوں مقرر کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: اس کا والد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تمھارے والد سے زیادہ محبوب تھا اور وہ (اسامہ) خود، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تم سے زیادہ محبوب تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدنا اسامہ اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہما سے یکساں پیار

[7]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِیعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبدُ الأَعلَی بنُ حَمَّادٍ النَّرسِیُّ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعتَمِرٌ ، قَالَ: سَمِعتُ أَبِی یُحَدِّثُ ، قَالَ: سَمِعتُ أَبَا تَمِیمَةَ ، یُحَدِّثُ عَن أَبِی عُثمَانَ النَّهدِیِّ ، یُحَدِّثُ عَن أُسَامَةَ بنِ زَیدٍ ، قَالَ: إِن کَانَ النَّبِیُّ ﷺ لَیَأخُذُنِی فَیُقعِدُنِی عَلَی فَخِذِهِ وَیُقعِدُ الحَسَنَ عَلَی فَخِذِهِ الآخَرِ؛ ثُمَّ یَضُمُّنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، وَیَقُولُ: اللّٰهُمَّ ارحَمْهُمَا فَإِنِّی أَرحَمُهُمَا .

تخریج الحدیث صحیح البخاری ، کتاب الأدب ، باب وضع الصبی علی الفخذ، حدیث ، 6003 ـ مسند أحمد بن حنبل : حدیث ، 21787 ـ مصنف ابن أبی شیبة : 379/6 ، حدیث ، 32183 ـ مسند ابن أبی شیبة : 121/1 ، حدیث ، 157 ـ السنن الکبری ، للنسائی: 323/7 ، حدیث، 8128 ـ صحیح ابن حبان : 415/15 ، حدیث ، 6961 ـ المعجم الکبیر، للطبرانی: 47/3 ، حدیث ، 2642 ـ الآداب، للبیهقی : حدیث، 15 ـ السنن الکبری ، للبیهقی: 394/10 ، حدیث ، 21074 ـ مسند اسامه بن زید : حدیث: 8 .

ترجمة الحديث سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پکڑ کر اپنی ایک ران مبارک پر بٹھا لیتے اور (اپنے نواسے) سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو دوسری ران مبارک پر بٹھا لیتے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سینے سے لگا لیتے اور فرماتے: اے اللہ! تو ان دونوں پر رحم فرما، میں بھی ان دونوں پر شفقت کرتا ہوں۔

[8]...... حَـدَّثَـنَـا ابنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَحمَدُ بنُ إِبرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ مَسعَدَةَ، عَـنِ التَّيـمِيِّ، عَن أَبِي عُثمَانَ، عَن أُسَامَةَ بنِ زَيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنهُ، قَـالَ: كَانَ يَأخُذُنِي وَالحَسَنَ ......يَعنِي النَّبِيَّ ﷺ...... فَيَقُولُ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا.

تخريج الحديث صـحيـح البخاري، كتاب الأدب، باب وضع الصبي على الفخذ، حديث، 6003 ـ مسـنـد أحمد بن حنبل: حديث، 21787 ـ مصنف ابن أبي شيبة: 379/6، حديث، 32183 ـ مسـنـد ابن أبي شيبة: 121/1، حديث، 157 ـ السـنـن الكبرى، للنسائي: 323/7، حديث، 8128 ـ صـحيح ابن حبان: 415/15، حديث، 6961 ـ الـمـعجم الكبير، للطبراني: 47/3، حديث، 2642 ـ الآداب، للبيهقي: حديث، 15 ـ السنن الكبرى، للبيهقي: 394/10، حديث، 21074 ـ مسند اسامه بن زيد: حديث: 7.

ترجمة الحديث ابوعثمان نہدی نے بیان کیا کہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اور حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھا لیتے اور فرماتے: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت فرما۔

وَلَم يَذكُر فِي إِسنَادِهِ أَبَا تَمِيمَةَ۔

اس سند میں (ابوعثمان نہدی کے تلمیذ) ابوتمیمہ کا ذکر نہیں ہے۔

شرح الحديث سیدنا حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت لاڈلی اور سب سے چھوٹی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شادی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوئی ان کے ہاں پہلا بچہ 'بیٹا' پیدا ہوا۔ ❶ اس بیٹے کا نام حسن رکھا گیا۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت نصف رمضان 3 ہجری کو ہوئی۔ ❷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا: دنیا میں یہ میرا پھول ہے۔ یہ میرا بیٹا سردار

❶ جمهرة أنساب العرب، لابن حزم: 37.

❷ نسب قريش، لمصعب الزبيري: 23 ـ تاريخ دمشق، لابن عساكر: 167/13 ـ امام ذہبی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت شعبان میں ہوئی۔ [سير أعلام النبلاء، للذهبي: 246/3]

ہے، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔ ❶

رسول اللہ ﷺ اپنے صحابی سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے نواسے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے برابر حیثیت دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا ان بچوں کو اپنی گود میں اٹھانا اور سینے سے لگانا کمال محبت وشفقت کا مظہر ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ کا ایک نہایت اہم اور خوبصورت پہلو ہے کہ آپ ﷺ بچوں کے ساتھ شفقت فرمایا کرتے تھے۔

ایک بات یہ بھی اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے اہل بیت میں شمار کرتے تھے۔ اسی لیے انھیں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے برابر حیثیت دیتے اور بے حد پیار کرتے تھے۔ کمال محبت کا انداز ہے کہ دونوں بچوں کے لیے آپ ﷺ نے فرمایا:

((اللّٰهُمَّ أَحِبَّهُمَا فَإِنِّي أُحِبُّهُمَا .)) ❷

''اے اللہ! میں ان دونوں (حسن اور اسامہ رضی اللہ عنہما) سے محبت کرتا ہوں، آپ بھی ان سے محبت فرمائیں۔''

امام محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی رحمہ اللہ نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کو اہل بیت کے تذکرہ میں بیان کر کے یہی ثابت کیا ہے کہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت میں سے تھے۔ ❸ اسی بات کی تصدیق اگلے صفحات میں مذکور، حدیث نمبر: 10 سے بھی ہوتی ہے۔

قیافہ دان کی بات پر رسول اللہ ﷺ کا اظہار مسرت

[9]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَنصُورُ بنُ أَبِي مُزَاحِمٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبرَاهِيمُ بنُ سَعدٍ ، عَنِ الزُّهرِيِّ ، عَن عُروَةَ ، عَن عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهَا ، قَالَت: دَخَلَ رَجُلٌ وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ شَاهِدٌ؛ وَأُسَامَةُ وَزَيدٌ مُضطَجِعَانِ۔ فَقَالَ: إِنَّ هٰذِهِ الأَقدَامَ بَعضُهَا مِن بَعضٍ۔ فَسُرَّ بِذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، وَأَعجَبَهُ ، وَأَخبَرَ بِهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهَا .

❶ صحيح البخارى ، كتاب المناقب، باب مناقب الحسن و الحسين رضی اللہ عنہما ، حديث : 3746 ـ مسند أحمد بن حنبل : 20535.

❷ صحيح البخارى ، كتاب المناقب، باب ذكر أسامة بن زيد (باب)، حديث ، 3735 ـ السنن الكبرى ، للنسائى : 323/7 ، حديث ، 8128 ـ شرح السنة ، للبغوى : 143/14 ، حديث ، 3940.

❸ مشكاة المصابيح ، حديث ، 6150.

تخریج الحدیث صحیح البخاری ، کتاب المناقب ، باب مناقب زید بن حارثة مولی النبی ﷺ ، حدیث ، 3731 ـ صحیح مسلم ، کتاب الرضاع ، باب العمل بالحاق القائف الولد ، حدیث ، 40 ـ (1459) ـ سنن الترمذی ، أبواب الولاء والهبة ، باب ما جاء فی القافة ، حدیث ، 2129 ـ سنن ابن ماجة ، کتاب الأحکام ، باب القافة ، حدیث ، 2349 ـ مسند أبی داؤد الطیالسی : 70/3 ، حدیث ، 1564 ـ مصنف عبدالرزاق : 448/7 ، حدیث ، 13836 .

ترجمة الحدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک آدمی آیا، اور رسول اللہ ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔اس وقت اسامہ بن زید اور (ان کے والد) زید بن حارثہ لیٹے ہوئے تھے۔اس آدمی نے (دونوں کے پاؤں دیکھ کر) کہا: یہ پاؤں ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ اس بات سے بہت خوش ہوئے اور یہ بات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی بتائی۔

شرح الحدیث انسان کے خدوخال اور شکل صورت کی بنا پر اس کے بھائی اور اس کے باپ سے اس کی مشابہت بیان کرنے والے کو ''قائف'' (اردو میں: قیافہ شناس) کہتے ہیں۔عرب معاشرے میں ان کی اہمیت بہت نمایاں تھی۔ بالخصوص اگر کسی لونڈی کے دو مالکوں میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ ہوتا کہ اس سے پیدا ہونے والا بچہ میرا ہے۔تو ایسے موقع پر قائف کا کردار بہت اہم ہوتا تھا، کہ وہ مالک اور بچے کے خدوخال، شکل صورت دیکھ کر بتاتا تھا کہ ان دو میں سے یہ بچہ کس مالک کا ہے۔اور ایسی صورت حال میں قائف کی بات کو معتبر تصور کیا جاتا اور اسے ہر صورت قبول کیا جاتا تھا۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا رنگ سیاہ جبکہ ان کے والد محترم سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا رنگ سفید تھا۔اس کی وجہ سے کفار مکہ میں سے بعض لوگوں نے یہ بات کہی تھی کہ اسامہ (رضی اللہ عنہ) زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہ) کا بیٹا نہیں ہے۔ایک روز سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، دونوں اس طرح لیٹے ہوئے تھے کہ ان کے چہروں پر کپڑا تھا جبکہ ان کے پاؤں نظر آرہے تھے۔ [1] اس وقت رسول اللہ ﷺ بھی اس مقام پر موجود تھے۔اسی دوران ایک قائف (قیافہ دان/قیافہ شناس) گزرا۔اس نے سیدنا اسامہ اور ان کے والد محترم سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کے پاؤں دیکھ کر کہا: یہ دونوں ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں۔اس پر نبی کریم ﷺ کو بہت خوشی ہوئی کہ حقیقت وسچائی اب قیافہ دان کی زبان سے بھی بیان ہوگئی ہے اب اسامہ رضی اللہ عنہ

[1] سنن أبی داؤد ، کتاب الطلاق ، باب فی القافة ، حدیث ، 2267 .

کے بارے میں بات کرنے والوں کے منہ بند ہو جائیں گے۔ ❶

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے بارے میں کفار اس لیے نسبی اعتراض کرتے تھے کہ ان کے والد محترم سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا رنگ سفید، جبکہ والدہ محترمہ سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا حبشیہ کا رنگ سفید نہیں تھا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بات درست ہے کہ سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کا رنگ کالا تھا تو ان کے بیٹے کا رنگ کالا ہونے پر کفار اعتراض نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ سیاہ رنگ خاتون کے ہاں گورے خاوند سے سیاہ رنگ اولاد ہو سکتی ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ممکن ہے سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کا رنگ بھی صاف ہو اور سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کا رنگ شدید کالا ہو؛ اسی بنا پر کفار اعتراض کرتے ہوں گے۔ ❷ بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیافہ دان کی بات پر خوشی کا اظہار فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی بتائی۔

اس قیافہ دان کا نام مُجَزِّزْ بِن اَعوَر تھا۔ اس کا تعلق عمرو بن مدلج کنانی کے خاندان سے تھا۔ اس لیے وہ مجزز مدلجی کے نام سے معروف تھا۔ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ قیافہ دان کافر تھا۔ ❸ علامہ بدرالدین عینی حنفی، ابن ناصر الدین دمشقی الشافعی اور علامہ ابن الاثیر الجزری رحمہم اللہ نے مجزز مدلجی کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ ❹ مجزّز مدلجی کی بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یقین اور خوشی کا اظہار کرنے کی بنیاد پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی مجزز مدلجی رضی اللہ عنہ کو صحابی قرار دیا ہے۔ ❺ ممکن ہے کہ ہے کہ قیافہ دان نے جب قیافہ کے ذریعے سیدنا اسامہ اور سیدنا زید رضی اللہ عنہما کو ایک دوسرے سے قرار دیا تو اس وقت وہ قیافہ دان مسلمان نہیں تھا، لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے اسے اسلام کی توفیق عطا فرمائی تو وہ مسلمان ہو گیا، اور صحابی ہونے کا شرف پایا۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہیے کہ قیافہ دان (قیافہ شناس) انسان کا چہرہ، رنگ اور چال ڈھال دیکھ کر اندازہ لگاتے تھے۔ یہ عمل اسلام کی کسی تعلیم یا عقیدہ کے کسی پہلو سے تصادم و مخالفت نہیں رکھتا۔ اسلام نے جس نوعیت کے اندازے لگانے سے منع کیا ہے وہ ایسے اعمال ہیں جن کا تعلق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس

❶ العرف الشذی شرح سنن الترمذی ، للکشمیری : 181/3 .

❷ تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی : 273/6 .

❸ العرف الشذی شرح سنن الترمذی ، للکشمیری : 181/3 .

❹ مغانی الأخیار ، لبدر الدین العینی : 554/3 ـ توضیح المشتبه ، لابن ناصر الدین : 76/8ـ أسد الغابة فی معرفة الصحابة : 290/4 .

❺ الإصابة فی تمییز الصحابة : 576/5 .

کے علم لامتناہی سے ہے۔ مستقبل و حالات کے متعلق اندازے لگانا؛ اور اس کے اچھے یا برے، موافق و غیر موافق ہونے کی تصدیق یا تردید محض اپنی عقل کی بنیاد پر کرنا؛ اللہ تعالیٰ کے علم غیب اور دیگر صفات میں دخل اندازی کے باعث ممنوع ہیں۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اہل بیت میں سے

[10]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَارُونُ بنُ عَبدِ اللّٰهِ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بنُ أَبِى سَلَمَةَ ، عَن أَبِيهِ ، قَالَ: حَدَّثَنِى أُسَامَةُ بنُ زَيدٍ ، قَالَ: قَالَ العَبَّاسُ وَعَلِيٌّ عَلَيهِمَا السَّلَامُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَن أَحَبُّ أَهلِكَ إِلَيكَ؟ قَالَ: أَحَبُّ أَهلِي إِلَيَّ فَاطِمَةُ بِنتُ مُحَمَّدٍ۔ فَقَالَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! لَسنَا نَسأَلُكَ عَن فَاطِمَةَ۔ قَالَ: وَأُسَامَةُ بنُ زَيدٍ الَّذِى أَنعَمَ اللّٰهُ عَلَيهِ وَأَنعَمتُ عَلَيهِ .

تخریج الحدیث سنن الترمذی ، أبواب المناقب ، باب مناقب اسامة بن زید ، حدیث ، 3819 ۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ مسند أحمد بن حنبل : حدیث ، 21777 ۔ الآحاد والمثانی ، لأبی بکر بن أبی عاصم : 325/1 ، حدیث ، 445 ۔ مسند البزار : 71/7 ، حدیث ، 2620 ۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو سند کے اعتبار سے ضعیف قرار دیا ہے۔

ترجمة الحدیث سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عباس اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اللہ کے رسول! آپ کے اہل خانہ میں سے کون آپ ﷺ کو بہت زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ انھوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم نے آپ سے، فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے بارے میں نہیں پوچھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اسامہ بن زید مجھے محبوب ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور میں نے بھی اس پر شفقت کی۔

شرح الحدیث رسول اللہ ﷺ نے متعدد مواقع پر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے محبت و پیار کا اظہار فرمایا اور انھیں اپنے محبوب صحابہ میں شمار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو حِبُّ رسول اللہ، کے خوبصورت لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اور ان کے والد محترم سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی حبُّ الرسول کے لقب سے جانے جاتے تھے۔

اس حدیث میں ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھنے والے کے جواب میں فوراً یہ کہا کہ مجھے میرے خاندان میں میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سب سے زیادہ پیاری ہے؛ آپ ﷺ کا یہ کہنا بیٹی کی عظمت واہمیت کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ بیٹوں کی طلب اور ان سے محبت و پیار کرنا لیکن بیٹیوں کو اپنے لیے باعث ذلت سمجھنا دور جاہلیت کا دستور تھا۔ قرآن مجید نے جاہلیت کی اس ظالمانہ روش کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝﴾ (النحل : 58، 59)

''اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی بشارت دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم و غصے سے بھرا ہوتا ہے۔ وہ اس عار کے باعث لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے جس کی اسے بشارت دی گئی ہے، (سوچتا ہے) کیا (اپنی) توہین کے باوجود اسے باقی رکھے یا اسے مٹی میں دبا دے؟ آگاہ رہو! بہت برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ کا بیٹیوں سے محبت و شفقت کرنا پوری امت کے لیے نمونہ ہے۔ ہم بحیثیت مسلمان اپنے خانگی و معاشرتی کردار پر توجہ کریں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ اگرچہ ہم نے بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کا وطیرہ نہیں اپنایا لیکن پھر بھی بیٹیوں سے نفرت و بیزاری کے بے شمار انداز ایسے ہیں جنھیں ہم نے نہایت معمولی تصور کر کے اپنا رکھا ہے۔ جیسا کہ بیٹی کی پیدائش پر دل میں افسوس رکھنا، بیوی سے مختلف بہانے بنا کر جھگڑتے رہنا، اگر ایک سے زیادہ بیٹیاں ہو جائیں تو اپنی نسل ختم ہونے کا خدشہ ظاہر کر کے بیوی کو منحوس قرار دے کر طلاق دے دینا۔ ❶ اگر کوئی ایسی جرأت نہ کر سکے تو بیٹیوں کو اپنی جائیداد سے بے دخل کر دیتا ہے۔ بیٹیوں کو اپنے نام پر بطور اولاد رجسٹرڈ نہیں کروایا جاتا، اگر کروالیا تو کچھ عرصہ بعد انھیں مردہ ثابت کر کے قانونی طور پر ان کے وجود سے جان چھڑالی جاتی ہے۔ یہ ایسے حربے ہیں جو ہم نے مسلمان ہونے کے باوجود اپنا رکھے ہیں تا کہ بیٹیوں کے وجود سے خلاصی حاصل رہے۔ افسوس ہے ایسے مسلمانوں پر، تف ہے ان کے دعوی مسلمانی پر۔ کیوں یہ لوگ، جرأت نہیں کرتے کہ خود کو اسلام سے خارج قرار دے دیں، تا کہ اسلام کی تعلیمات کسی نام نہاد مسلمان کے ہاتھوں پامال ہونے سے بچ جائیں۔ آخر ہم کس بنیاد پر نبی (ﷺ) کے امتی ہونے کی خوشی کا اظہار کرتے ہیں؟ حالانکہ نبی (ﷺ) کی تعلیمات، اخلاقیات اور سیرت کو ہم نے بالائے طاق رکھ چھوڑا ہے۔

❶ وطن عزیز پاکستان کے بعض علاقوں میں ایسا ہی رویہ پایا جاتا ہے جس کی خبروں سے اخبارات بھرے پڑے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

رسول اللہ ﷺ کا اپنی بیٹی کے لیے محبت وشفقت کا اظہار کرنا ہمارے لیے نمونہ ہے۔ اگر ہم حقیقی معنوں میں نبی (ﷺ) سے محبت کرنے والے اور آپ ﷺ کے مطیع ہیں تو ہمیں اپنے رویے تبدیل کرنے ہوں گے۔ نبی ﷺ نے اپنی بیٹیوں کے لیے محبت اور شفقت کا ایسا انداز اپنایا کہ جس کی مثال پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ جب آپ ﷺ کی صاحبزادی تشریف لاتیں تو آپ ﷺ اٹھ کر اپنی لخت جگر کا استقبال کرتے، پیشانی پہ بوسہ دیتے، اپنی جگہ پر بٹھاتے، خیریت دریافت کرتے، نصیحتیں کرتے۔ آپ ﷺ نے اخلاقی، دینی، معاشرتی وروحانی اعتبار سے اعلی مقام رکھنے والے افراد سے اپنی بیٹیوں کی شادیاں کیں۔ بیٹیوں کو خاوندوں کی اطاعت کا درس دیتے رہتے۔ نواسوں سے بے حد پیار کرتے۔ ہمیں بحیثیت مسلمان، بالخصوص بحیثیت امتِ محمد (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) اپنے کردار کو اسی سانچے میں ڈھالنا ہوگا جو سانچہ رسول اللہ ﷺ کے حسن سیرت اور اسوہ حسنہ کی صورت میں ہمیں دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے فوراً فرمایا کہ میں سب سے زیادہ اپنی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے پیار کرتا ہوں۔

سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی مرہم پٹی، خود رسول اللہ ﷺ نے کی

[11]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ عَبَّادٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفيَانُ بنُ عُيَينَةَ ، عَن عَمرِو بنِ دِينَارٍ ، عَن يَحيَى بنِ جَعدَةَ ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ ؛ أَمَرَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهَا ، مِن أُسَامَةَ شَيئًا ، كَأَنَّمَا تَقَذَّرَت مِنهُ۔ فَتَنَاوَلَهُ النَّبِيُّ ﷺ مِنهَا ؛ فَقَالَت: لَا أَعُودُ أَتَقَذَّرُ مِنهُ شَيئًا بَعدَ هٰذَا أَبَدًا .

تخریج الحدیث صحیح۔ سنن ابن ماجة ، كتاب النكاح ، باب الشفاعة فى التزويج ، حديث ، 1976 ۔ مسند أحمد بن حنبل :25861 ۔ شعب الايمان ، للبيهقى : 10505 .

ترجمة الحدیث یحیٰی بن جعدہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کچھ کہا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے گویا اسامہ رضی اللہ عنہ سے کراہت کا اظہار کیا۔ نبی کریم ﷺ نے وہ کام خود کر دیا۔ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میں، آج کے بعد دوبارہ کبھی اسامہ سے کراہت نہیں کروں گی۔

شرح الحدیث سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو گرنے کی وجہ سے چہرے پر چوٹ آ گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اس کا زخم صاف کر کے مرہم پٹی کر دو۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسامہ رضی اللہ عنہ کے زخم سے خون نکلنے کی وجہ سے کراہت کا اظہار کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا زخم خود صاف کیا۔ اس پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے معذرت خواہانہ انداز میں عرض کیا: اللہ کے

رسول! مَیں آئندہ ایسا ہرگز نہیں کروں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اسامہ اگر لڑکی ہوتا تو مَیں اسے زیور اور عمدہ لباس پہناتا اور اس کی شادی کر دیتا۔

اس واقعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بچے اگر کسی وجہ سے چوٹ لگوالیں تو انھیں ڈانٹنے کی بجائے مرہم پٹی اور علاج کا اہتمام کرنا چاہیے۔ بڑوں کا ایسے موقع پر بڑا امتحان ہوتا ہے کہ ان کی شفقت اور غصہ میں سے کون سی صفت مضبوط اور نمایاں ہوتی ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ بعض اوقات اگر خاوند اپنی بیوی کو کوئی کام کہے تو بیوی اسے کسی کراہت یا مجبوری کے باعث نہ کرسکے تو آسمان سر پہ اٹھالینا، مار پیٹ کرنا، عقل مندی نہیں۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت خاوند سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ڈانٹا نہ ہی ناراضگی کا اظہار کیا۔ ہم سب کو اپنی اپنی جگہ ہر دوسرے کے لیے نرم گوشہ اور ہمدردی کا رویہ رکھنا چاہیے۔ بیوی کے ساتھ ظالمانہ اور جبر وتشدد والا سلوک کرنا شریعت اسلامیہ میں نہایت معیوب اور غیر انسانی عمل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ دنیا میں وہی انسان اچھا ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک رکھتا ہے۔ اور ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ مَیں بھی اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کرتا ہوں۔ [1] زیر نظر حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال شفقت و رحمت کا بھی بیان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی کا زخم کمال شفقت سے خود صاف کیا۔ اس میں معلمین و اساتذہ کے لیے بھی ایک درس ہے کہ طلبہ کو اسی طرح پیار کریں اسی طرح ان کی صحت کا خیال اور حفاظت کریں، جس طرح اپنی اولاد کے لیے خیال اور حفاظت کا جذبہ رکھتے ہیں۔ اس بات کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ کلمات ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کا زخم صاف کرتے ہوئے کہے تھے: ''اسامہ اگر لڑکی ہوتا تو مَیں اسے زیور اور عمدہ لباس پہناتا اور اس کی شادی کر دیتا۔'' [2] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ اسامہ میری بیٹی ہوتا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''لڑکی ہوتا''، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حاکم، صاحب اقتدار، بڑوں اور سرپرستوں کے لیے ضروری ہے کہ دوسرے لوگوں کے بچوں کو بھی وہی تحفظ، عزت اور پیار دیں جو اپنی اولاد کو دیتے ہیں۔

مرد؛ تہبند (شلوار وغیرہ) نصف پنڈلی تک رکھیں

[12]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبرَاهِيمُ بنُ سَعدٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسحَاقُ بنُ سُلَيمَانَ الرَّازِيُّ ، عَن أَبِي سِنَان ، عَن أَبِي إِسحَاقَ ، قَالَ: رَأَيتُ أُسَامَةَ وَزَيدَ بنَ أَرقَمَ

[1] سنن ابن ماجة ، كتاب النكاح ، باب حسن معاشرة النساء ، حديث ، 1977 .

[2] سنن ابن ماجة ، كتاب النكاح ، باب الشفاعة فى التزويج ، حديث ، 1976 .

وَالبَرَاءَ بنَ عَازِبٍ وَابنَ عُمَرَ يَأتَزِرُونَ إِلَى أَنصَافِ سُوقِهِم .

تخریج الحدیث صحيح: حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، لأبی نعيم : 341/4 .

ترجمة الحدیث ابواسحاق کہتے ہیں: میں نے سیدنا اسامہ بن زید، سیدنا زید بن ارقم، سیدنا براء بن عازب اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کو دیکھا، وہ اپنی پنڈلیوں کے نصف تک تہبند باندھتے تھے۔

شرح الحدیث اس روایت میں سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا عمل بیان کیا گیا ہے۔ مرد مسلمان کے لیے واجب ہے کہ اپنا تہبند اور شلوار کے پائنچے ہر وقت اپنی پنڈلی کے نصف تک رکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا تہبند یعنی: شلوار وغیرہ ٹخنے سے اونچی ہونی چاہیے۔ (زیادہ سے زیادہ) نصف پنڈلی سے نیچے، پنڈلی اور ٹخنے کے درمیان تک کپڑا رکھا جاسکتا ہے۔ جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے رہا وہ آگ میں جائے گا۔ ❶ البتہ اگر کسی کا تہبند (شلوار وغیرہ) ٹخنے سے نیچے ہوگیا، لیکن اس شخص کی نیت فخر وتکبر کی نہیں تو پھر گنہگار نہیں ہوگا۔ جیسا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا کہ میرا تہبند نیچے سرک جاتا ہے، جبکہ میں عمداً ایسا نہیں کرتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: آپ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو تہبند کو تکبر وغرور کی وجہ سے لٹکاتے ہیں۔ ❷

اگر کوئی شخص فخر وغرور کے ساتھ اپنا تہبند (شلوار وغیرہ) ٹخنوں سے نیچے لٹکاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب کا اس قدر شکار ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی طرف نظر رحمت سے دیکھنا پسند نہیں فرمائیں گے۔ ❸

المختصر؛ مردوں کا نماز وغیر نماز، ہر دو حالت میں تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا کبیرہ گناہ ہے۔ اس سے توبہ کرنا اور اس کا اعادہ نہ کرنا واجب ہے۔

آج کے جدید جاہلیت کے مارے ہوئے اس مادی دور میں عجیب اور الٹی صورت حال ہے کہ عورتوں نے اپنے ٹخنے تو کیا پنڈلیاں بھی ننگی رکھی ہوتی ہیں اور مسلم مرد حضرات کی تہبند وشلواریں گلیوں کا کوڑا اکٹھی کر رہی ہوتی ہیں۔ العیاذ باللہ۔



❶ سنن ابن ماجة، كتاب اللباس، باب موضع الازار أين هو؟ حديث، 3573 .
❷ سنن أبی داؤد، كتاب اللباس، باب ماجاء فی اسبال الازار، حديث، 4085 .
❸ سنن أبی داؤد، كتاب اللباس، باب فی قدر موضع الازار، حديث، 4093 .

مَا رَوَاهُ ابنُ عَبَّاسٍ عَن أُسَامَةَ بنِ زَيدٍ رضي الله عنهم

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے بیان کردہ روایات

[13]...... حَـدَّثَـنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ عَبَّادٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفيَانُ ، عَن عَمرِو بـنِ دِينَـارٍ ، عَـن أَبِـى صَالِحٍ ، قَالَ: سَمِعتُ أَبَا سَعِيدٍ الخُدرِىَّ رضي الله عنه ، يَـقُولُ: الدِّينَارُ بِـالـدِّينَارِ ، وَالدِّرهَمُ بِالدِّرهَمِ ، مِثلًا بِمِثلٍ۔ فَمَن زَادَ أَوِ ازدَادَ فَقَد أَربَى ۔ فَقُلتُ لَهُ: إِنَّ ابـنَ عَبَّـاسٍ يَـقُـولُ غَيـرَ هٰـذَا۔ فَـقَالَ: قَد لَقِيتُ ابنَ عَبَّاسٍ ، فَقُلتُ لَهُ: أَرَأَيتَ هَذَا الَّذِى تُفتِي ، أَشَيءٌ سَمِعتَهُ مِن رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَو وَجَدتَهُ فِى كِتَابِ اللّٰهِ ؟ فَقَالَ: لَم أَسمَعهُ مِن رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَلَـم أَجِـدهُ فِى كِتَابِ اللّٰهِ ، وَلٰكِن حَدَّثَنِى أُسَامَةُ بنُ زَيدٍ؛ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِنَّمَا الرِّبَا فِى النَّسِيئَةِ .

تخریج الحدیث صحیح: سنن ابن ماجة، كتاب التجارات ، باب من قال لا ربا الا فى النسيئة، حديث ، 2257 ـ مسند الحميدى : 13/2 ، حديث ، 761 .

ترجمة الحدیث ابوصالح (تابعی) کہتے ہیں: میں نے سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: دینار، دینار کے بدلے اور درہم درہم کے بدلے برابر برابر لیا جاسکتا ہے۔جس شخص نے زیادہ لیا یا زیادہ دیا، اس نے سودی لین دین کیا۔ میں نے عرض کیا: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تو کچھ اور ہی کہتے ہیں۔سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ملا۔ میں نے کہا: آپ (لین دین میں سود کے متعلق) جوفتوی دیتے ہیں، اسے آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے یا کتاب اللہ سے پڑھا ہے؟ انھوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور نہ ہی کتاب اللہ سے پڑھا، بلکہ مجھے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سود صرف ادھار میں ہے۔

شرح الحدیث النسیئہ سود کی ایک نوعیت ہے، اسی کو ربا الفضل بھی کہا جاسکتا ہے۔کیونکہ ان دونوں میں رقم کی ادائیگی میں تاخیر اور مہلت کے عوض اضافہ طلب کیا جاتا ہے۔اس کے حرام ہونے پر قرآن مجید کا حکم

موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَأْكُلُوا۟ ٱلرِّبَوٰٓا۟ أَضْعَٰفًا مُّضَٰعَفَةً ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾

(آل عمران: 130)

''ایمان والو! بڑھا بڑھا کر سود مت کھاؤ۔ اللہ سے ڈرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

دو لوگ آپس میں اگر کسی چیز کا تبادلہ کرتے ہیں اور دونوں کی چیزیں ایک ہی جنس سے ہیں۔ تو ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ دونوں چیزیں برابر مقدار میں رکھیں۔ ورنہ سودی تجارت ہوگی۔ مثلاً اگر کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو ہلکی قسم کی کھجوریں دے کر اس سے اعلیٰ قسم کی کھجوریں لیتا ہے تو ایسی صورت میں اگر ہلکی کھجوروں کی مقدار زیادہ وصول کر کے اعلیٰ قسم کی کھجوریں کم مقدار میں دی جائیں تو یہ سود ہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بلال بن رباح رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں برنی (اچھی نسل کی) کھجوریں لے کر حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کہاں سے لائے ہو؟ بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ہمارے پاس ہلکی قسم کی کھجوریں تھیں، ہم نے ان کے دو صاع دے کر اچھی قسم کی (برنی) کھجوریں لے لیں۔ تاکہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَوَّه أَوَّه عَينُ الرِّبَا عَينُ الرِّبَا لَا تَفعَل وَلَكِن إِذَا أَرَدتَ أَن تَشتَرِيَ فَبِعِ التَّمرَ بِبَيعٍ آخَرَ ثُمَّ اشتَرِهِ.)) [1]

''افسوس، یہی تو خالص سود ہے۔ اس طرح مت کیا کرو، بلکہ اگر تم (اچھی کھجوریں) خریدنا چاہو تو (اپنی ہلکی) کھجوریں بیچو، پھر ان کی قیمت سے انھیں (اچھی کھجوروں کو) خریدو۔''

اگر چیزوں کی جنس مختلف ہو جائے تو نقد کی صورت میں کمی بیشی جائز ہے۔ یعنی دو کلو کھجور کے بدلے میں چار کلو گندم وصول کی جائے تو یہ اس وقت جائز ہے جب یہ تبادلہ نقد ہو، کیونکہ کھجور اور گندم دونوں کی جنس الگ ہے۔ لیکن اگر ادھار کیا جائے، یعنی کھجوروں کے بدلے میں گندم لینے کا معاہدہ ہوا اور یہ ادائیگی ایک مدت کے بعد ہونا قرار پائے تو ایسی صورت میں جنس مختلف ہونے کے باوجود کمی بیشی جائز نہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] صحيح البخاري، كتاب الوكالة، باب إذا باع الوكيل شيئا فاسدا، حديث، 2312۔ صحيح مسلم، كتاب المساقاة والمزارعة، باب بيع الطعام مثلا بمثل، حديث، 96۔ (1594).

((فَإِذَا اخْتَلَفَت هَذِهِ الأَصنَافُ فَبِيعُوا كَيفَ شِئْتُم إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ .))❶
''جب جنس مختلف ہو جائے تو نقد لین دین کرنے میں جس طرح چاہے تبادلہ کرلو۔''
دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:
((وَلَا بَأسَ بِبَيعِ الذَّهَبِ بِالفِضَّةِ وَالفِضَّةُ أَكثَرُهُمَا يَدًا بِيَدٍ وَأَمَّا نَسِيئَةً فَلَا وَلَا بَأسَ بِبَيعِ البُرِّ بِالشَّعِيرِ وَالشَّعِيرُ أَكثَرُهُمَا يَدًا بِيَدٍ وَأَمَّا نَسِيئَةً فَلَا .))❷
''سونے کے بدلے میں چاندی زیادہ لینے میں کوئی حرج نہیں اگر نقد تبادلہ ہو، اور اگر ادھار (تاخیر سے ادائیگی طے ہوئی) ہو تو پھر ایسا جائز نہیں۔ اور گندم کے بدلے زیادہ جَو لینے میں کوئی حرج نہیں، اگر نقد ہو۔؛ لیکن ادھار (تاخیر سے ادائیگی طے ہوئی) ہو تو ایسا جائز نہیں ہے۔''

اگر کسی چیز یا جنس کے علاوہ رقم کا لین دین ہو تو اس میں النسیئہ سے مراد رقم کا ایسا لین دین ہے جس میں رقم کی ادائیگی معیّنہ تاخیر سے ہو اور رقم کی ادائیگی تک خاص مقدار میں مقرر کردہ رقم بطور اضافہ بھی وصول کی جاتی رہے لیکن قرض میں دی گئی رقم میں بھی کمی نہ آئے۔ اس کے حرام ہونے کی وجہ، اس کا طریقہ کار ہے کیونکہ اس میں ایک شخص اپنا مال کسی دوسرے کو اس شرط پر دیتا ہے کہ وہ ماہانہ یا سالانہ ایک متعین مقدار میں اسے رقم بطور نفع (اضافہ) واپس کرتا رہے گا جبکہ اس کا دیا ہوا مال (رأس المال) اسی طرح قائم و باقی رہے گا۔ پھر جب ان کے درمیان طے شدہ مدت ختم ہو جاتی ہے تو پھر مال دینے والا اپنے رأس المال کا مطالبہ کرتا ہے۔ اگر واپس کرنے والے کو ادائیگی میں دشواری ہو تو اسے مزید مہلت دے دی جاتی ہے لیکن اس مہلت میں ماہانہ/سالانہ قابل ادا رقم کی مقدار میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ یہ لین دین، سود ہے، اس لیے حرام ہے۔

لہٰذا اگر خوراک سے تعلق رکھنے والی چیزوں کا تبادلہ کیا جائے تو ایک ہی جنس کی چیزیں (ایک اعلیٰ اور دوسری ادنیٰ ہونے کی صورت میں بھی) باہم برابر برابر مقدار میں ہونی چاہئیں۔ اور اگر دونوں چیزوں کی جنس ایک نہ ہو تو ان میں ایک کو دوسری سے کم یا زیادہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ایسا صرف نقد تبادلے کی صورت میں ہوگا۔ اگر ادھار کر لیا جائے تو مختلف جنس کی دو چیزیں بھی ایک دوسرے کے برابر مقدار میں تبادلہ کی جائیں گی۔

اگر کوئی شخص خوراک سے تعلق رکھنے والی اعلیٰ چیز دے کر اسی نسل کی ہلکی چیز زیادہ مقدار میں لینا چاہتا ہے تو

❶ صحيح مسلم ، كتاب المساقاة والمزارعة ، باب الصرف و بيع الذهب بالورق ، حديث ، 81ـ (1587).
❷ صحيح: سنن أبی داؤد ، كتاب البيوع ، باب فی الصرف ، حديث ، 3349.

اسے چاہیے کہ اپنی چیز کو فروخت کرے اور اس کی رقم سے مطلوبہ زیادہ مقدار میں اس نسل کی چیز خرید لے۔ اگر تبادلہ کرے گا تو مقدار برابر رکھنا ضروری ہوگا۔ بصورت دیگر سود، اور حرام ہوگا۔

اگر ایک چیز خوراک کی نسل سے اور دوسری چیز کسی اور استعمال کی ہے تو ایسی صورت میں اس میں تفاضل (کمی بیشی) جائز ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو نقد تبادلہ میں اشیاء کی کمی بیشی کے ساتھ لین دین کرنے کے سود اور ممنوع ہونے کا علم نہیں تھا۔ اس لیے آپ رضی اللہ عنہ صرف ادھار کی صورت میں کمی بیشی کو سود سمجھتے تھے۔ جب انھیں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث پہنچی تو وہ بھی نقد تبادلہ میں ہم نسل اجناس کی کمی بیشی کے سود وحرام ہونے کے قائل ہو گئے۔

[14]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بنُ عَمرٍو ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ مُسلِمٍ الطَّائِفِيُّ، عَن عَمرِو بنِ دِينَارٍ ، عَن ذَكوَانَ أَبِي صَالِحٍ ، عَن أَبِي سَعِيدٍ رضي الله عنه ، قَالَ: سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ، يَقُولُ: الدِّينَارُ بِالدِّينَارِ وَالدِّرهَمُ بِالدِّرهَمِ لا زِيَادَةٌ. فَبَلَغَهُ قَولُ ابنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه ـ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: قُلتُ لِابنِ عَبَّاسٍ: مَا هَذَا الَّذِي تُحَدِّثُ بِهِ ، أَشَيءٌ سَمِعتَهُ مِن رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَو شَيءٌ وَجَدتَهُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ؟ فَقَالَ ابنُ عَبَّاسٍ رضي الله عنه: مَا وَجَدتُهُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا سَمِعتُهُ مِن رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، وَلَأَنتُم أَعلَمُ بِرَسُولِ اللّٰهِ مِنِّي ـ وَلَكِنَّ أُسَامَةَ بنَ زَيدٍ حَدَّثَنِي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ، قَالَ: الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ .

تخریج الحدیث حسن: المعجم الكبير ، للطبراني : 174/1 ، حديث ، 443 ـ مصنف عبدالرزاق : 117/8 ، حديث ، 14546 .

ترجمة الحدیث سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، کہ دینار، دینار کے بدلے اور درہم، درہم کے بدلے لینا جائز ہے۔ اضافے کے ساتھ جائز نہیں۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول پہنچا۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: (لین دین کے بارے میں) آپ جو بیان فرماتے ہیں، کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے یا قرآن مجید سے پڑھا ہے؟ انھوں نے فرمایا: نہ ہی میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اور نہ ہی قرآن مجید سے

پڑھا ہے۔ بلکہ میری نسبت تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے فرامین زیادہ جانتے ہو۔ مجھے تو اسامہ بن زید نے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سود صرف نسیئہ (ادھار) میں ہوتا ہے۔

شرح الحدیث اس حدیث مبارکہ میں مذکور نسیئہ کے متعلق بحث حدیث نمبر: 13 کے تحت گزر چکی ہے۔ البتہ یہاں ایک بات کا تذکرہ کرنا مقصود ہے کہ جب انسان کوئی ایسا شرعی حکم، شرعی مسئلہ سنے جس کے بارے میں اس سے قبل نہ سنا ہو یا اس کے برعکس سنا ہو۔ تو اسے اس شرعی مسئلہ کے متعلق تحقیق کر لینی چاہیے۔ اور جس نے مسئلہ بیان کیا ہو اس سے قرآن اور حدیث میں سے دلیل طلب کرنی چاہیے۔ یاد رکھیے کسی مسئلہ کی وضاحت اور دلیل طلب کرنا واعظ یا مبلغ کی گستاخی نہیں ہے۔ دنیا میں صرف نبی ہی ایسی ہستی ہے جس سے تکرار یا الجھاؤ کرنا انسان کے لیے دنیا و آخرت کی بربادی کا باعث ہے۔ جبکہ کسی بھی امتی سے دلیل طلب کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و دیگر اسلاف صالحین کا طرز عمل ہے۔

جس طرح سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ان کے موقف کی دلیل طلب کی تھی۔ اور پوچھا تھا کہ آپ جو بیان فرماتے ہیں، کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے یا قرآن مجید سے پڑھا ہے؟ یعنی سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا عمل بھی ہماری اسی بات کی طرف راہنمائی کرتا ہے کہ بات وہی قبول کی جائے گی جس پر قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی تصدیق و دلیل موجود ہوگی۔

ہمارے ننانوے فیصد اختلافات اس طرح ختم ہو سکتے ہیں کہ اگر ہم اپنے علماء و مبلغین کی بے دلیل اور قرآن و سنت کے دلائل سے خالی باتوں کو ماننا چھوڑ دیں۔ صرف اُسی مبلغ، اُسی عالم، اُسی سکالر، اُسی مقرر اور واعظ کی بات پر عمل کیا جائے جو اپنی بات کو قرآن مجید اور صحیح حدیث مبارکہ کے دلائل کی روشنی میں بیان کرے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم محض مسلکی و جماعتی تعصب کی بنیاد پر صرف اپنے ہی مولانا، اپنے ہی واعظ کی بات کو تسلیم کرتے اور اسی پر پختہ رہتے ہیں؛ چاہے اس کی بات کے پیچھے کوئی شرعی دلیل موجود نہ ہو۔ اسی لیے ہم باوجود مسلمان ہونے کے، بہت سے مسائل اور احکام میں الجھن، اختلافات اور پیچیدگیوں کا شکار ہیں۔ ان تمام خرابیوں کا حل صرف اسی میں ہے کہ ہم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے فرامین کی بنیاد پر بتائے گئے احکام کو اپنائیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ (النساء : 59)

''اے مومنو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اور اس کی اطاعت کرو جو تم میں سے صاحب امر ہو۔ پھر اگر تمھارے درمیان کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو اس (معاملے کا فیصلہ) اللہ اور اس کے رسول کی طرف لے جاؤ۔ اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔''

یعنی مذہبی معاملات میں ہمارے درمیان پائے جانے والے اختلافات تبھی ختم ہو سکتے ہیں جب اللہ اور اس کے رسول کو معیار بنا کر مسائل کو حل اور احکام کو لاگو کیا جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی طرز عمل تھا۔ جہاں انھیں کسی بات پر کچھ بھی شائبہ محسوس ہوتا تو تصدیق کے لیے دلیل طلب کر لیتے اور اگر دلیل قرآن وسنت سے ہوتی تو بات کو قبول کر لیتے ورنہ قبول کرنے سے صاف انکار کر دیتے۔

اس کے ساتھ ساتھ مبلغین وعلماء کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی بات کو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے دلائل سے مزین کریں۔ بے دلیل یا محض اپنی رائے سے، یا ضعیف وموضوع روایات کی بنا پر کوئی شرعی مسئلہ اور حکم بیان نہ کریں۔ کیونکہ کسی مبلغ کی بتائی ہوئی بے بنیاد یا صحیح اسلامی تعلیمات کے منافی کسی بھی بات پر اگر عوام الناس نے عمل کیا تو ان کے ساتھ ساتھ ان کے برابر گناہ وسزا کا مستحق یہ مبلغ بھی ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَن سَنَّ سُنَّةَ خَيرٍ ، فَاتُّبِعَ عَلَيهَا ، فَلَهُ أَجرُهُ وَمِثلُ أُجُورِ مَن اتَّبَعَهُ؛ غَيرَ مَنقُوصٍ مِن أُجُورِهِم شَيئًا ، وَمَن سَنَّ سُنَّةَ شَرٍّ فَاتُّبِعَ عَلَيهَا كَانَ عَلَيهِ وِزرُهُ وَمِثلُ أَوزَارِ مَن اتَّبَعَهُ غَيرَ مَنقُوصٍ مِن أَوزَارِهِم شَيئًا)) ❶

''جس شخص نے اچھا راستہ دکھایا، پھر اس کی پیروی کی گئی تو اسے اپنا اجر بھی ملے گا اور ان لوگوں کا اجر بھی ملے گا جنھوں نے اس کی پیروی کی، اور ان لوگوں کے اجر سے کمی بھی نہیں کی جائے گی۔ اور جس شخص نے برا راستہ دکھایا، پھر اس کی پیروی ہوئی، تو اسے اپنا بوجھ بھی اٹھانا پڑے گا اور ان لوگوں کا بوجھ بھی جنھوں نے اس کی پیروی کی، اور ان لوگوں کے بوجھ میں کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی۔''

علماء سے اگر کوئی شخص کسی مسئلہ کے متعلق دلیل مانگ لے تو علماء کو وسعت ظرفی سے کام لیتے ہوئے، ماتھے پہ تیور چڑھائے بغیر نہایت تحمل سے قرآن وحدیث کے مطابق مسئلہ کی وضاحت کرنی چاہیے۔ اور اگر کسی شخص کے پوچھے گئے مسئلہ کے متعلق علم نہ ہو تو واضح طور پر کہہ دینا چاہئے کہ مجھے علم نہیں۔ ہم جھوٹی شان بنانے کے اس قدر

❶ صحيح مسلم ، كتاب العلم ، باب من سن سنة حسنة ، حديث ، 15۔(1017)۔ سنن الترمذی ، أبواب العلم ، باب ماجاء فيمن دعا إلى هدى فأتبع أو إلى ضلالة ، حديث ، 2675۔ یہ الفاظ ترمذی کی حدیث کے ہیں۔

شوقین ہیں کہ ہمیں لاعلمی کا اقرار کرنا یا کسی مسئلہ میں سائل کے مطالبہ پر تفصیل بیان کرنا نہایت ناگوار گزرتا ہے۔ اور بعض مبلغین کا تو یہ عالم ہے کہ اپنی بے بنیاد بات پر اڑے رہتے ہیں۔ جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز عمل ایسا نہیں تھا۔ جب سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے جو بات بیان کی ہے وہ قرآن مجید سے پڑھی ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ تو انھوں نے نہایت تحمل سے فرمایا: نہ ہی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور نہ ہی قرآن مجید سے پڑھا ہے۔ بلکہ میری نسبت تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین زیادہ جانتے ہو۔ مجھے تو اسامہ بن زید (رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود صرف نسیئہ (ادھار) میں ہوتا ہے۔

یعنی علم حاصل کرنے اور اس کی اشاعت و ترویج میں تحمل مزاجی، وسعت ظرفی اور عاجزی ہی سب سے بنیادی وصف ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ہمارا علم قرآن و سنت سے ماخوذ ہو۔ کیونکہ عمل اور کردار وہی قابل تعریف اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اور تصدیق موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَن عَمِلَ عَمَلًا لَيسَ عَلَيهِ أَمرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.)) ❶

''جس شخص نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہ ہو، وہ عمل مردود ہے۔''

اسی طرح کسی بھی کام کو اپنی مرضی اور محض اپنے دل کی رغبت سے کارِثواب سمجھنا اور اسے اسلام کا حصہ قرار دینا نہایت قبیح اور دین و دنیا میں خسارے کا باعث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَن أَحدَثَ فِي أَمرِنَا هَذَا مَا لَيسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ.)) ❷

''جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی نیا کام کیا، جو اس میں نہیں ہے؛ تو وہ کام مردود ہوگا۔''

[15]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُرَيجُ بنُ يُونُسَ وَمُحَمَّدُ بنُ عَبَّادٍ وَأَبُو بَكرِ بنُ أَبِي شَيبَةَ ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفيَانُ بنُ عُيَينَةَ ، عَن عُبَيدِ اللّٰهِ بنِ أَبِي يَزِيدَ ، أَنَّهُ سَمِعَ ابنَ عَبَّاسٍ رضي الله عنه ، يَقُولُ: أَخبَرَنِي أُسَامَةُ بنُ زَيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ، قَالَ: إِنَّمَا الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ .

❶ صحيح مسلم ، كتاب الحدود ، باب نقض الأحكام الباطلة ، حديث ، 18 ـ (1718).

❷ صحيح البخارى ، كتاب الصلح ، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود ، حديث ، 2698.

تخریج الحدیث صحیح مسلم، کتاب المساقاة والمزارعة، باب بیع الطعام مثلا بمثل، حدیث، 102۔ (1596) ۔ سنن النسائی، کتاب البیوع، باب بیع الفضة بالذهب و بیع الذهب بالفضة، حدیث، 4580 ۔ مسند أبی داؤد الطیالسی : 16/2، حدیث، 656 ۔ مصنف ابن أبی شیبة : 499/4، حدیث، 22509 ۔ مسند ابن أبی شیبة : 114/1، حدیث، 146 .

ترجمة الحدیث سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سود صرف ادھار میں ہے۔

شرح الحدیث وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 13 کی توضیح کا مطالعہ کیجئے۔

[16]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِیعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنِی هَارُونُ بنُ عَبدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابنِ جُرَیجٍ ، عَن عُبَیدِ اللّٰهِ بنِ أَبِی یَزِیدَ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: سَمِعتُ أُسَامَةَ بنَ زَیدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : لَا رِبَا إِلَّا فِی النَّسِیئَةِ .

تخریج الحدیث صحیح مسلم، کتاب، باب بیع الطعام مثلا بمثل، حدیث، 102۔ (1596) ۔ سنن النسائی، کتاب البیوع، باب بیع الفضة بالذهب و بیع الذهب بالفضة، حدیث ، 4580 ۔ مسند أبی داؤد الطیالسی : 16/2، حدیث، 656 ۔ مصنف ابن أبی شیبة : 499/4، حدیث، 22509 ۔ مسند ابن أبی شیبة : 114/1، حدیث، 146 ۔ سنن الدارمی : 1680/3، حدیث، 2622.

ترجمة الحدیث سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود صرف نسیئہ (ادھار) میں ہے۔

شرح الحدیث وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 13 کی توضیح کا مطالعہ کیجئے۔

[17]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِیعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الحَکَمُ بنُ مُوسَی أَبُو صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِقلُ بنُ زِیَادٍ، عَنِ الأَوزَاعِیِّ ......ح...... وَحَدَّثَنَا ابنُ مَنِیعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابنُ هَانِیءٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ کَثِیرٍ، عَنِ الأَوزَاعِیِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَطَاءٌ، أَنَّ أَبَا سَعِیدٍ لَقِیَ ابنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: أَرَأَیتَ قَولَكَ فِی الصَّرفِ، أَشَیئًا سَمِعتَهُ مِن رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَم شَیئًا وَجَدتَهُ فِی کِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ؟ فَقَالَ ابنُ عَبَّاسٍ: کَلَّا؛ لَا أَقُولُ۔ أَمَّا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَأَنتُم أَعلَمُ بِهِ ،

وَأَمَّا كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَا أَعْلَمُهُ۔ وَلٰكِن حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِنَّمَا الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ .

تخریج الحدیث صحیح: سنن النسائی ، كتاب البيوع ، باب بيع الفضة بالذهب و بيع الذهب بالفضة ، حديث ، 4580 ـ مسند أبي داؤد الطيالسي : 16/2 ، حديث ، 656 ـ مصنف ابن أبي شيبة : 499/4 ، حديث ، 22509 ـ مسند ابن أبي شيبة : 114/1 ، حديث ، 146 ـ سنن الدارمي : 1680/3 ، حديث ، 2622 ـ مصنف عبدالرزاق : 117/8 ، حديث ، 14546 ـ شرح معاني الآثار : 64/4 ، حديث ، 5752 ، 5755 ـ یہ حدیث صحیح مسلم میں مختصر الفاظ میں مذکور ہے: صحيح مسلم، كتاب ، باب بيع الطعام مثلا بمثل ، حديث ، 102ـ (1596) ـ مزید دیکھئے، مسند أسامة بن زيد: حديث ، 15 ، 16 ، 17 ، 18 ، 22 ، 23 .

ترجمة الحدیث عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کہتے ہیں: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ملے۔ اور ان سے پوچھا: بیع صرف کے متعلق آپ جو بیان کرتے ہیں، کیا اسے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے یا کتاب اللہ میں پایا ہے؟ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں، میں ایسا دعویٰ نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ لوگ زیادہ جانتے ہیں۔ اور کتاب اللہ کے حوالے سے بھی میں اس بات کو نہیں جانتا۔ مجھے تو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود ادھار میں ہی ہوتا ہے۔

شرح الحدیث اس حدیث مبارکہ میں بیع الصرف کا ذکر آیا ہے۔ دراصل اس کا مقصد بھی ادھار اور نقد میں اشیاء کے تبادلہ کے وقت کمی بیشی کے متعلق احکام کو واضح کرنا ہے۔ البتہ بیع الصرف سے مراد بالخصوص، کرنسی کی تجارت ہے۔ یعنی کرنسی کا تبادلہ کرنا۔ سونے کے دینار کے بدلے چاندی کے درہم لینا۔ ایسی صورت میں نقد تبادلہ کرنا چاہیے۔ اور سونے اور چاندی کو آپس میں بطور کرنسی (یعنی دینار و درہم ہونے کی صورت میں) تبدیل کرتے وقت ان میں کمی بیشی ضرور واقع ہوگی لیکن جائز تب ہے جب نقد تبادلہ ہو۔

اور اسی طرح پاکستان کی کرنسی دے کر سعودی ریال لیتے وقت رقم میں کمی بیشی تو ہوگی لیکن جائز تب ہی ہے جب نقد ہو۔ مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس میں کہا تھا کہ مجھے دیناروں (سونے) کے عوض دراہم (چاندی) کون دے گا؟ تو سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ دینار (سونا) مجھے دکھائیں اور جب ہمارا خادم (خازن) آئے گا تو ہم آپ کو دراہم (چاندی) ادا کر دیں گے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہرگز نہیں،

اللہ کی قسم! تم اسے ابھی چاندی ادا کرو، یا اس کا سونا اسے واپس کردو۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر نقد نہ ہو تو چاندی سونے کے بدلے لینا، سود ہے۔ ❶

کرنسی کا تبادلہ نقد ہی کرنا جائز ہے۔ دورِ حاضر کے مطابق اس بات کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ ہم پاکستان کی کرنسی کے بدلے سعودی ریال، امریکی ڈالر یا کسی بھی دوسرے ملک کی مطلوبہ کرنسی خریدنا چاہیں تو ہمیں کرنسی تبدیل کرنے والے (Currency Exchangers) سے نقد ہی کرنسی کا تبادلہ کرنا چاہیے کیونکہ ریال اور ڈالر کی قیمتوں میں کمی بیشی روزانہ کی بنیادوں پر ہوتی رہتی ہے۔ اس لیے تاخیر کی صورت میں کرنسی بیچنے اور خریدنے والے، دونوں افراد میں سے کسی ایک کا نقصان (خسارہ) ہونے کے امکانات ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[18]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَارُونُ بنُ عَبدِ اللّٰهِ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ عَاصِمٍ ...... ح ...... وَحَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعقُوبُ بنُ إِبرَاهِيمَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفيَانُ بنُ عُيَينَةَ ، جَمِيعًا عَن خَالِدٍ الحَذَّاءِ ، عَن عِكرِمَةَ ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه ، عَن أُسَامَةَ بنِ زَيدٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّمَا الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ .

تخریج الحدیث صحيح: سنن النسائي ، كتاب البيوع ، باب بيع الفضة بالذهب و بيع الذهب بالفضة ، حديث ، 4580 ـ مسند أبي داؤد الطيالسي : 16/2 ، حديث ، 656 ـ مصنف ابن أبي شيبة : 499/4 ، حديث ، 22509 ـ مسند ابن أبي شيبة : 114/1 ، حديث ، 146 ـ سنن الدارمي : 1680/3 ، حديث ، 2622 ـ مصنف عبدالرزاق : 117/8 ، حديث ، 14546 ـ شرح معاني الآثار : 64/4 ، حديث ، 5752 ، 5755 ـ یہ حدیث صحیح مسلم میں مختصر الفاظ میں مذکور ہے: صحیح مسلم، کتاب ، باب بيع الطعام مثلا بمثل ، حديث ، 102ـ (1596) ـ مزید دیکھئے، مسند أسامة بن زيد: حديث ، 15 ، 16 ، 17 ، 22 ، 23 .

ترجمة الحدیث سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سود صرف ادھار میں ہوتا ہے۔

شرح الحدیث وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 13 کی توضیح کا مطالعہ کیجئے۔

[19]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَعقُوبُ بنُ إِبرَاهِيمَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ،

❶ صحيح مسلم ، كتاب المساقاة والمزارعة ، باب الصرف و بيع الذهب بالورق نقدا ، حديث ، 79 ـ (1586) .

قَالَ: أَخبَرَنَا ابنُ جُرَيجٍ ، قَالَ: قُلتُ لِعَطَاءٍ: أَسَمِعتَ ابنَ عَبَّاسٍ ، يَقُولُ: إِنَّمَا أُمِرتُم بِالطَّوَافِ وَلَم تُؤمَرُوا بِدُخُولِهِ۔ فَقَالَ: لَم يَكُن يَنهَى عَن دُخُولِهِ؛ وَلٰكِنِّي سَمِعتُهُ يَقُولُ: أَخبَرَنِي أُسَامَةُ بنُ زَيدٍ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ البَيتَ وَدَعَا فِي نَوَاحِيهِ كُلِّهَا ، وَلَم يُصَلِّ فِيهِ حَتَّى خَرَجَ ، فَصَلَّى عِندَ البَابِ رَكعَتَينِ ، فَقَالَ: هَاهُنَا القِبلَةُ۔ قُلتُ: مَا نَوَاحِيهَا ، أَفِي زَوَايَاهَا؟ قَالَ: بَل فِي كُلِّ قِبلَةٍ مِنهَا۔

قَالَ: وَحَسِبتُ أَنِّي رَأَيتُ الحُسَينَ بنَ عَلِيٍّ عَلَيهِ السَّلَامُ دَخَلَ البَيتَ فَدَعَا فِي نَوَاحِيهِ كُلِّهَا وَلَم يُصَلِّ فِيهِ .

تخریج الحدیث صحيح مسلم ، كتاب الحج ، باب استحباب دخول الكعبة للحجاج وغيره ، حديث ، 395 ـ (1330) ـ سنن النسائی ، كتاب مناسك الحج ، باب الذكر والدعاء فی البيت ، حديث ، 2914 ـ مصنف عبدالرزاق : 78/5 ، حديث ، 9056 ـ مسند أحمد بن حنبل : 21809 ـ صحيح ابن خزيمة : 333/4 ، حديث ، 3015 ـ شرح معانی الآثار ، للطحاوی : 389/1 ، حديث ، 2279 ـ صحيح ابن حبان : حديث ، 3208 ـ مستدرك الحاكم : 652/1 ، حديث ، 1763 ـ السنن الكبرى ، للبيهقی : 465/2 ، حديث ، 3789 ـ مزید دیکھیے: مسند اسامة بن زيد ، حديث ، 24 ، 30 ، 32 ، 33 ، 34 .

ترجمة الحدیث ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابی رباح سے پوچھا: کیا آپ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ تمھیں بیت اللہ کے طواف کا حکم ہے اس میں داخل ہونے کا حکم نہیں ہے۔ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے کہا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تو بیت اللہ میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتے تھے۔ البتہ میں نے انھیں یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ مجھے اسامہ بن زید نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تمام کناروں میں دعا فرمائی۔ البتہ اس میں نماز نہیں پڑھی اور باہر تشریف لے آئے۔ پھر دروازے کے قریب دو رکعات پڑھیں اور فرمایا: یہی قبلہ ہے۔ میں نے (اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما) سے پوچھا: کناروں سے مراد (بیت اللہ کے) کونے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: (جی ہاں) بلکہ تمام کونوں کے سامنے۔

(عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کہتے ہیں) میں نے حسن بن علی (زین العابدین رحمہ اللہ) کو دیکھا تھا، وہ بیت اللہ میں داخل ہوئے، اس کے تمام اطراف میں دعا کی، لیکن وہاں نماز نہیں پڑھی۔

شرح الحدیث بیت اللہ، زمین پر سب سے اول اور سب سے قدیم بابرکت مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ (آل عمران: 96)

''بلاشبہ لوگوں کے لیے سب سے پہلا بابرکت اور سب جہانوں کے لیے سرچشمہ ہدایت، جو گھر بنایا گیا؛ وہ مکہ میں ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے خلیل پیغمبر سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحب زادے سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے مل کر بیت اللہ کی تعمیر نو کی تھی۔ دراصل بیت اللہ اس سے پہلے تعمیر کیا جاچکا تھا لیکن مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ اس کی دیواریں؛ حتی کہ بنیادیں بھی ختم ہوچکی تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس کی بنیادوں سے اسے دوبارہ اٹھا کر تعمیر نو فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ﴾ (البقرة : 127)

''اور جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) نے بیت اللہ کی بنیادیں بلند کیں۔''

اس مقدس عمارت کو کعبہ، البیت العتیق، البیت الحرام وغیرہ بھی کہا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ معروف نام بیت اللہ اور کعبہ ہی ہے۔ اس کے لیے کعبہ کا نام بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا تھا: اے عائشہ! اگر یہ لوگ نئے نئے مسلمان نہ ہوئے ہوتے (یعنی ان کے پھسل جانے کا خطرہ نہ ہوتا) تو میں کعبہ کی تعمیر نو کرتا اور اس کے دو دروازے بنا دیتا، ایک دروازے سے لوگ اس میں داخل ہوتے اور دوسرے سے باہر نکلتے۔'' ❶

بیت اللہ کی عمارت:

بیت اللہ کی عمارت 14 میٹر بلند ہے۔ اس کا اندرونی نقشہ اس طرح ہے کہ اس میں لکڑی کے تین ستون ہیں۔ جن کا رنگ سیاہی مائل خاکی ہے۔ ہر ستون کا قطر 1.5 میٹر ہے۔ اور ہر ستون کے درمیان 2.35 میٹر کا فاصلہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں ستونوں کے درمیان نماز پڑھی۔ ❷

❶ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایسا نہ کیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خواہش کے مطابق سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے دو دروازے بنا دیے تھے۔ دیکھئے: صحیح البخاری ، کتاب العلم ، باب من ترك بعض الاختيار مخافة أن يقصر فهم بعض الناس عنه فيقعوا فى أشد منه ، حديث ، 126 .

❷ صحيح البخاری ، كتاب التطوع ، باب ماجاء فى التطوع مثنى مثنى ، حديث ، 1167 .

بیت اللہ میں دعا کرنا:

بیت اللہ امن وسلامتی اور رحمت و برکت کا گہوارہ ہے۔ اس کے باہر کی طرح اس کے اندر بھی دعا کرنا اور نماز پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے اندر اس کے کونوں اور کناروں پر دعا فرمائی۔ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ ایک حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے اندر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرمائی اور استغفار کیا۔ ❶

بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنا:

ہمارے زیر بحث حدیث (نمبر: 19) میں سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے اندر نماز نہیں پڑھی۔ بلکہ باہر تشریف لانے پر بیت اللہ کے دروازے کے سامنے دو رکعات ادا کی تھیں۔ جبکہ دیگر صحیح الاسناد احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنا مذکور ہے۔ جیسا کہ صحابی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے ستونوں کے درمیان دو رکعات نماز پڑھی تھی۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے تو میں بھی آگے بڑھا، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لا رہے تھے۔ میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو دروازے کے پاس کھڑے دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی؟ انھوں نے جواب دیا: جی ہاں (پڑھی ہے)۔ میں نے پوچھا: کہاں پر پڑھی؟ انھوں نے فرمایا: ان دو ستونوں کے درمیان۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر تشریف لا کر کعبہ کے سامنے دو رکعات پڑھیں۔ ❷

آئندہ صفحات میں مذکور حدیث نمبر 30 میں مذکور ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنا ذکر بھی کیا ہے اور خود بھی بیت اللہ کے اندر چار رکعات نماز پڑھی ہے۔

سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"المُثبِتُ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّافِي." ❸

''مثبت، منفی سے مقدم ہوتا ہے۔''

لہٰذا جن احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنا مذکور نہیں ہے ان میں راوی بیان نہیں

❶ صحيح: سنن النسائی ، كتاب مناسك الحج، باب الذكر والدعاء فی البيت ، حديث ، 2914.
❷ صحيح البخاری ، كتاب التطوع ، باب ماجاء فی التطوع مثنی مثنی ، حديث ، 1167.
❸ فتح المغيث بشرح الفية الحديث للعراقی : ص، 30.

کرسکا، یا بیان کرنے والے صحابی نے آپ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا نہیں۔اس لیے جن احادیث میں آپ ﷺ کا نماز پڑھنا مذکور ہے ان روایات کو مقدم رکھتے ہوئے انہی پر اعتماد کیا جائے گا۔لہٰذا بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے۔

اگر کسی کو بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنے کا موقع میسر آجائے تو وہ کسی بھی سمت رخ کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔ اگر دروازہ بند ہو تو دروازے کی طرف بھی رخ کر سکتا ہے۔لیکن اگر دروازہ کھلا ہو تو اس کی طرف رخ کرنا جائز نہیں۔البتہ بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنا جائز نہیں۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سات مقامات کا ذکر فرمایا ہے کہ جن مقامات پر نماز پڑھنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ان سات مقامات میں سے ایک مقام: بیت اللہ کی چھت، ہے۔ ❶

البتہ اگر بیت اللہ کی چھت کے اطراف (چھت کی چاردیواری) پالان کی لکڑی کے برابر بلند ہو تو اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔کیونکہ وہ بھی بیت اللہ ہی کا حصہ تصور ہوگی۔ ❷ علاوہ ازیں بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنا جائز نہیں۔کیونکہ اس وقت نمازی کے لیے کوئی قبلہ نہیں ہوتا۔سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کون سی جگہ ہے جس کا قبلہ نہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیت اللہ کی چھت۔ ❸

رسول اللہ ﷺ کا بیت اللہ کے سامنے دو رکعات پڑھنا:

رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کے اندر بھی دو رکعات پڑھیں اور باہر تشریف لا کر بھی بیت اللہ کے دروازے کے سامنے دو رکعات نماز (نفل) پڑھی۔اس سے بنیادی طور پر دو باتیں قابل غور ہیں۔

❶:......رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ سے باہر تشریف لانے کے بعد بیت اللہ کے دروازے کے سامنے دو رکعات ادا کیں، اس میں کیا تعلیم اور کیا حکمت تھی؟ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مَعنَاهُ أَنَّ أَمرَ القِبلَةِ قَدِ استَقَرَّ عَلَى استِقبَالِ هَذَا البَيتِ فَلَا يُنسَخُ بَعدَ اليَومِ فَصَلُّوا إِلَيهِ أَبَدًا قَالَ وَيُحتَمَلُ أَنَّهُ عَلَّمَهُم سُنَّةَ مَوقِفِ الإِمَامِ وَأَنَّهُ يَقِفُ فِي وَجهِهَا دُونَ أَركَانِهَا وَجَوَانِبِهَا وَإِن كَانَتِ الصَّلَاةُ فِي جَمِيعِ جِهَاتِهَا

❶ السنن الكبرى، للبيهقى: 466/2، حديث، 3794.
❷ دیکھیے: شرح السنة، للبغوى: 332/2۔
❸ مصنف عبدالرزاق: 85/5، حديث، 9079.

مُجزِئَةً .“❶

یعنی: اس سے مراد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس بات کا اظہار فرمایا ہو کہ بیت اللہ ہی قبلہ ہے، یہ قبلہ منسوخ نہیں ہوگا۔ لہٰذا تم ہمیشہ اسی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔ اور دوسرا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ میں امامت کرنے والے امام کی جگہ کا تعین فرمایا ہو کہ امام بیت اللہ کے دروازے کے سامنے کھڑا ہو، اس کے کونوں اور ارکان کے سامنے نہیں۔ اگر چہ بیت اللہ کے کسی بھی جانب، کسی بھی رکن اور کونے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”يُحتَمَلُ مَعنَى ثَالِثًا وَهُوَ أَنَّ مَعنَاهُ هَذِهِ الكَعبَةُ هِيَ المَسجِدُ الحَرَامُ الَّذِي أُمِرتُم بِاستِقبَالِهِ لَا كُلَّ الحَرَامِ وَلَا مَكَّةَ وَلَا كُلَّ المَسجِدِ الَّذِي حَولَ الكَعبَةِ بَل هِيَ الكَعبَةُ نَفسُهَا فَقَط وَاللّٰهُ أَعلَمُ“❷

یعنی: ممکن ہے کہ ان دونوں مفاہیم کے علاوہ تیسرا مفہوم ہی مراد ہو، وہ یہ کہ ممکن ہے آپ ﷺ کا اشارہ اس طرف ہو کہ یہی کعبہ (یہی عمارت) وہ مسجد حرام ہے جس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔❸ ساری مسجد حرام یا سارا مکہ مکرمہ اور اسی طرح کعبہ کے گرد تعمیر شدہ مسجد؛ قبلہ نہیں ہے۔ قبلہ صرف کعبہ (کی عمارت) ہی ہے۔ واللہ اعلم۔

❷:......نفل نماز، دو دو رکعات کر کے پڑھنا، یعنی ہر دو رکعات پر سلام پھیرنا افضل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا معمول بھی یہی تھا اور آپ ﷺ کی تعلیم بھی یہی تھی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے اور ہمیں دو رکعات پڑھائیں۔ پھر آپ ﷺ چلے گئے۔❹

اسلاف صالحین کا عمل بھی اسی پر تھا کہ وہ دن کے وقت میں بھی پڑھی جانے والی نفل نماز دو دو رکعات کر کے پڑھتے تھے۔ امام یحییٰ بن سعید انصاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”مَا أَدرَكتُ فُقَهَاءَ أَرضِنَا إِلَّا يُسَلِّمُونَ فِي كُلِّ اثنَتَينِ مِنَ النَّهَارِ“❺

❶ شرح النووی علی صحیح مسلم: 87/9.
❷ شرح النووی علی صحیح مسلم: 87/9.
❸ یہاں سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 144 کی طرف اشارہ ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا ہے۔
❹ صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی، حدیث، 1164.
❺ صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی، (تعلیقا).

''میں نے اپنے دور کے تمام فقہاء کو دن کے نوافل میں ہر دو رکعات پر سلام پھیرتے دیکھا ہے۔''

اسی طرح رات کے وقت بھی نوافل، دو دو رکعات کی صورت میں ادا کرنے چاہئیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے رات کی نماز کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((صَلاةُ اللَّيلِ مَثنَى مَثنَى .))❶

''رات کی نماز دو دو رکعات کر کے پڑھنی چاہیے۔''

[20]...... حَـدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ يَحيَى بنُ حَبِيبِ بنِ عَبدِ اللّٰهِ بنِ حَبِيبِ بنِ أَبِي ثَابِتٍ ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَحيَى بنُ آدَمَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسرَائِيلَ ، عَن حَبِيبِ بنِ أَبِي ثَابِتٍ ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: أَنَا كُنتُ أُفتِيهِم بِشَيءٍ مِن رَأيِي ثُمَّ تَرَكتُهُ ، وَذٰلِكَ أَنَّ أُسَامَةَ بنَ زَيدٍ كَانَ حَدَّثَنِي عَن رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: لَا رِبَا إِلَّا فِي الدَّينِ .

تخریج الحدیث حسن: المعجم الكبير ، للطبراني : 173/1 ، حديث ، 437 ۔ مزید تخریج کے لیے دیکھیے، گزشتہ صفحات میں، حدیث نمبر: 15,16,17۔

ترجمة الحدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں اپنی رائے سے ایک فتویٰ دیا کرتا تھا، پھر میں نے اسے ترک کر دیا۔ وہ درست موقف یہ تھا کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے مجھے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود صرف قرض (ادھار) کی صورت میں بنتا ہے۔

شرح الحدیث وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 13 کی توضیح کا مطالعہ کیجئے۔

[21]...... حَـدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبرَاهِيمُ بنُ هَانِيءٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بنُ دَاوُدَ الضَّبِّيُّ ، وَعُبَيدُ اللّٰهِ بنُ مُوسَى ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو إِسرَائِيلَ المُلَائِيُّ ، عَن حَبِيبِ بنِ أَبِي ثَابِتٍ ، قَالَ: سَمِعتُ ابنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ يَقُولُ: كُنتُ أُفتِيهِم بِرَأيِي وَلٰكِن . . .

حَدِيثُ أَبِي عَقِيلٍ ، وَقَالَ فِيهِ: سَمِعتُ ابنَ عَبَّاسٍ .

تخریج الحدیث حسن: تخریج کے لیے دیکھیے، گزشتہ صفحات میں، حدیث نمبر: 15,16,17,20۔

ترجمة الحدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں اپنی رائے سے فتویٰ دیتا تھا، لیکن....

❶ صحيح البخاري ، كتاب الوتر ، باب ما جاء في الوتر ، حديث ، 990.

ابوعقیل کی حدیث میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ بات کہتے ہوئے سنا تھا۔

[22]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحيَى بنُ آدَمَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَيسٌ ، عَن حَبِيبِ بنِ أَبِي ثَابِتٍ ، عَن أَبِي صَالِحٍ ، عَن أَبِي سَعِيدٍ الخُدرِيِّ ، أَنَّهُ لَقِيَ ابنَ عَبَّاسٍ دَاخِلًا أَو خَارِجًا مِنَ الكَعبَةِ۔ فَقَالَ لَهُ: أَرَأَيتَ هَذَا الَّذِي تُفتِي النَّاسَ بِهِ ، شَيئًا سَمِعتَهُ مِن رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَم شَيئًا قَرَأتَهُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ؟ فَقَالَ: مَا أَقرَأُ مِن كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا مَا تَقرَءُونَ ، وَلَكِنَّ أُسَامَةَ حَدَّثَنِي أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ، يَقُولُ: لَا رِبَا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ .

تخریج الحدیث صحیح: سنن النسائی ، کتاب البیوع ، باب بیع الفضة بالذهب و بیع الذهب بالفضة ، حدیث ، 4580 ۔ مسند أبی داؤد الطیالسی : 16/2 ، حدیث ، 656 ۔ مصنف ابن أبی شیبة : 499/4 ، حدیث ، 22509 ۔ مسند ابن أبی شیبة : 114/1 ، حدیث ، 146 ۔ سنن الدارمی : 1680/3 ، حدیث ، 2622 ۔ مصنف عبدالرزاق : 117/8 ، حدیث ، 14546 ۔ شرح معانی الآثار : 64/4 ، حدیث ، 5752 ، 5755 ۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں مختصر الفاظ میں مذکور ہے: صحیح مسلم، کتاب ، باب بیع الطعام مثلا بمثل ، حدیث ، 102۔ (1596) ۔ مزید دیکھئے، مسند اُسامة بن زید: حدیث، 15، 16، 17، 18، 23۔

ترجمة الحدیث سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیت اللہ میں داخل ہوتے ہوئے یا باہر آتے ہوئے، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ملے۔ ان سے پوچھا: آپ (لین دین میں سود کے متعلق) جو فتوی لوگوں کو دیتے ہیں۔ وہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے یا قرآن مجید میں پڑھا ہے؟ انھوں نے فرمایا: قرآن مجید میں جو کچھ تم نے پڑھا ہے میں نے بھی وہی پڑھا ہے۔ لیکن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے مجھے بیان کیا تھا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سود صرف ادھار میں ہوتا ہے۔

شرح الحدیث وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 13 کی توضیح کا مطالعہ کیجئے۔

[23]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيرُ بنُ حَربٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بنُ مُسلِمٍ ، ......ح...... وَحَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابنُ هَانِئٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ ، قَالَا: حَدَّثَنَا وُهَيبٌ عَن عَبدِ اللّٰهِ بنِ طَاوُسٍ ، عَن أَبِيهِ ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ ، عَن أُسَامَةَ بنِ زَيدٍ ،

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا رِبَا فِيمَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ .

تخریج الحدیث صحيح: سنن النسائى ، كتاب البيوع ، باب بيع الفضة بالذهب و بيع الذهب بالفضة ، حديث ، 4580 ـ مسند أبى داؤد الطيالسى : 16/2 ، حديث ، 656 ـ مصنف ابن أبى شيبة : 499/4 ، حديث ، 22509 ـ مسند ابن أبى شيبة : 114/1 ، حديث ، 146 ـ سنن الدارمى : 1680/3 ، حديث ، 2622 ـ مصنف عبدالرزاق : 117/8 ، حديث ، 14546 ـ شرح معانى الآثار : 64/4 ، حديث ، 5752 ، 5755 ـ یہ حدیث صحیح مسلم میں مختصر الفاظ میں مذکور ہے: صحيح مسلم ، كتاب ، باب بيع الطعام مثلا بمثل ، حديث ، 102ـ (1596) ـ مزید دیکھئے، مسند أسامة بن زيد: حدیث، 15، 16، 17، 18، 22ـ

ترجمة الحديث سیدنا اسامہ بن زید بیان کرتے ہیں کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو نقد لین دین ہو اس میں سود نہیں ہوتا۔

شرح الحديث وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 13 کی توضیح کا مطالعہ کیجئے۔

[**24**]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو خَيثَمَةَ زُهَيرُ بنُ حَربٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوحُ بنُ عُبَادَةَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابنُ جُرَيجٍ ، قَالَ: قُلتُ لِعَطَاءٍ: سَمِعتَ ابنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: إِنَّمَا أُمِرتُم بِالطَّوَافِ وَلَم تُؤمَرُوا أَن تَدخُلُوهُ؟ قَالَ: لَم يَكُن يَنهَى عَن دُخُولِهِ ، وَلَكِنِّي سَمِعتُهُ يَقُولُ: أَخبَرَنِي أُسَامَةُ بنُ زَيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا دَخَلَ البَيتَ ، دَعَا فِي نَوَاحِيهِ كُلِّهَا ، وَلَم يُصَلِّ فِيهِ حَتَّى خَرَجَ ، فَلَمَّا خَرَجَ صَلَّى وَرَكَعَ فِي قُبُلِ البَيتِ رَكعَتَينِ .

تخریج الحدیث صحيح مسلم ، كتاب الحج ، باب استحباب دخول الكعبة للحجاج وغيره ، حديث ، 395 ـ (1330) ـ سنن النسائى ، كتاب مناسك الحج ، باب الذكر والدعاء فى البيت ، حديث ، 2914 ـ مصنف عبدالرزاق : 78/5 ، حديث ، 9056 ـ مسند أحمد بن حنبل : 21809 ـ صحيح ابن خزيمة : 333/4 ، حديث ، 3015 ـ شرح معانى الآثار ، للطحاوى : 389/1 ، حديث ، 2279 ـ صحيح ابن حبان : حديث ، 3208 ـ مستدرك الحاكم : 652/1 ، حديث ، 1763 ـ السنن الكبرى ، للبيهقى : 465/2 ، حديث ، 3789 ـ مزید دیکھیے: مسند اسامة بن زيد ، حدیث، 19، 30، 32، 33، 34ـ

ترجمة الحديث ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابی رباح سے پوچھا: کیا آپ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ تمھیں بیت اللہ کے طواف کا حکم ہے، اس میں داخل ہونے کا حکم نہیں ہے۔ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے کہا: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیت اللہ میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتے تھے۔ البتہ میں نے انھیں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تمام کونوں میں دعا فرمائی۔ اور اس میں نماز نہیں پڑھی، اور باہر تشریف لے آئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے تو بیت اللہ کے سامنے دو رکعات پڑھیں۔

شرح الحديث وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 19 کی توضیح کا مطالعہ کیجیے۔

[25]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بنُ عَبدِ اللّٰهِ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَكرٍ وَأَبُو عَاصِمٍ ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابنُ جُرَيجٍ فَذَكَرَ مِثلَهُ ، وَقَالَ: هَذِهِ القِبلَةُ۔

تخريج الحديث صحيح: تخریج کے لیے دیکھیے، حدیث نمبر: 19۔

ترجمة الحديث محمد بن بکر اور ابو عاصم نے بھی ابن جریج سے اسی طرح کی روایت بیان کی ہے۔ (اس میں یہ بھی ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ قبلہ ہے۔

شرح الحديث وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 19 کی توضیح کا مطالعہ کیجیے۔

[26]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنِي يَعقُوبُ بنُ إِبرَاهِيمَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحيَى بنُ أَبِي بُكَيرٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيرٌ ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِبرَاهِيمُ بنُ عُقبَةَ ، قَالَ: أَخبَرَنِي كُرَيبٌ ، أَنَّهُ سَأَلَ أُسَامَةَ بنَ زَيدٍ: أَخبِرنِي كَيفَ فَعَلتُم أَو صَنَعتُمْ؟ قَالَ زُهَيرٌ: هَذَا شَيءٌ لَيسَ مِنِّي ، عَشِيَّةَ رَدِفتَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ، قَالَ: أَتَينَا الشِّعبَ الَّذِي يُنِيخُ النَّاسُ فِيهِ المَغرِبَ ، فَأَنَاخَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ نَاقَتَهُ ، ثُمَّ بَالَ مَاءً (قَالَ: أَهرَاقَ المَاءَ) ، ثُمَّ دَعَا بِالوَضُوءِ فَتَوَضَّأَ وُضُوءًا ، لَيسَ بِالبَالِغِ۔ قُلنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ الصَّلَاةَ۔ قَالَ: الصَّلَاةُ أَمَامَكُم۔ قَالَ: فَرَكِبَ حَتَّى قَدِمنَا المُزدَلِفَةَ ، فَأَقَامَ المَغرِبَ ، ثُمَّ أَنَاخَ النَّاسُ فِي مَنَازِلِهِم ، وَلَم يَحُلُّوا حَتَّى أَقَامَ العِشَاءَ الآخِرَةَ ، فَصَلَّى ثُمَّ دَخَلَ النَّاسُ ، قُلتُ: كَيفَ صَنَعتُم حِينَ أَصبَحتُم؟ قَالَ: رَدِفَ الفَضلُ بنُ العَبَّاسِ ثُمَّ انطَلَقتُ أَنَا فِي شَبَابِ قُرَيشٍ عَلَى رِجلَيَّ .

فَقَالَ أَبُو القَاسِمِ بنُ مَنِيعٍ: وَقَد حَدَّثَ بِهَذَا الحَدِيثِ حَاتِمُ بنُ إِسمَاعِيلَ ، عَن مُوسَى بنِ

عُقبَةَ ، عَن إِبرَاهِيمَ بنِ عُقبَةَ ، عَن كُرَيبٍ ، عَن أُسَامَةَ ، وَلَا أَعلَمُ أَنَّ أَحَدًا حَدَّثَ بِهِ عَن مُوسَى بنِ عُقبَةَ ، عَن إِبرَاهِيمَ بنِ عُقبَةَ ، غَيرَ حَاتِمٍ إِلَّا أَنَّ مُوسَى بنَ عُقبَةَ قَد سَمِعَ هَذَا الحَدِيثَ مِن كُرَيبٍ نَفسِهِ، عَن أُسَامَةَ .

تخريج الحديث صحيح البخاري ، كتاب الحج ، باب النزول بين عرفة و جمع ، حديث ، 1669 ۔ صحيح مسلم ، كتاب الحج ، باب افاضة من عرفات الى المزدلفة ، حديث ، 279 ۔ (1280) ۔ سنن أبي داؤد ، كتاب المناسك ، باب الدفعة من عرفة ، حديث ، 1921 ۔ سنن النسائي ، كتاب مناسك الحج ، باب الجمع بين الصلاتين بالمزدلفة ، حديث ، 3031 ۔ مزید دیکھیے: حدیث نمبر: 27، 38، 39، 40، 41، 42، 43، 44۔

ترجمة الحديث کریب بن ابی مسلم القرشی (تابعی) رحمہ اللہ نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا: مجھے بتایے کہ آپ لوگوں نے اس رات کیا کیا تھا، ❶ جب آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر سوار تھے؟ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم مغرب کے وقت اس گھاٹی پر پہنچے، جہاں لوگ اپنے اونٹ بٹھاتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی کو وہاں پر بٹھا دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے لیے پانی منگوایا اور ہلکا پھلکا وضو کیا۔ ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز آگے چل کر ادا کریں گے۔ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اونٹنی پر) سوار ہوگئے، ہم مزدلفہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ مغرب پڑھائی۔ اور لوگوں نے اپنے اپنے مقام پر اپنے اونٹ باندھ دیے۔ لوگ ابھی ٹھیک طرح سے قیام کا انتظام نہیں کر پائے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عشا کے لیے اقامت کہلوا دی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عشا پڑھائی۔ پھر لوگ (خیموں میں) داخل ہوگئے۔ کریب بن ابی مسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے (اسامہ رضی اللہ عنہ سے) پوچھا: جب صبح ہوئی، تب آپ لوگوں نے کیا کیا؟ انھوں نے فرمایا: فضل بن عباس رضی اللہ عنہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ) سوار ہوگئے۔ تو میں قریش کے نوجوانوں کے ساتھ پیدل ہی چل پڑا۔

ابوالقاسم بن منیع (مؤلف) نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث حاتم بن اسماعیل نے موسیٰ بن عقبہ سے، انھوں نے ابراہیم بن عقبہ سے، انھوں نے کریب بن ابی مسلم سے، انھوں نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

❶ یہاں متن میں مذکور "قَالَ زُهَيرٌ: هَذَا شَيءٌ لَيسَ مِنِّي" کے الفاظ ہیں، یعنی: ''زہیر (راوی) کہتے ہیں کہ (روایت میں، فَعَلتُم یا صَنَعتُم " ، میں شک) میری طرف سے نہیں ہے۔'' یہ الفاظ چونکہ حدیث کے نہیں ہیں، اور ان کی وجہ سے ترجمہ کا تسلسل متاثر ہونے اور عام قاری کو حدیث کا ترجمہ سمجھنے میں دشواری کے خدشہ سے ہم نے ان الفاظ کا ترجمہ ذکر نہیں کیا۔

مجھے نہیں معلوم کہ یہ حدیث حاتم بن اسماعیل کے علاوہ کسی نے موسی بن عقبہ سے، اور انھوں نے ابراہیم بن عقبہ سے روایت کی ہو۔ البتہ یہ حدیث موسیٰ بن عقبہ نے کریب بن ابی مسلم سے بالمشافہ سنی ہے، انھوں نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

[27]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَاهُ إِسحَاقُ بنُ إِسمَاعِيلَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بنُ إِسمَاعِيلَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بنُ عُقبَةَ ، عَن إِبرَاهِيمَ بنِ عُقبَةَ ، عَن كُرَيبٍ ، عَن أُسَامَةَ بنِ زَيدٍ ، قَالَ: أَنَا رَدِيفُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ يَومَ عَرَفَةَ، فَلَمَّا جَاءَ إِلَى الشِّعبِ أَوِ الجَبَلِ نَزَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَأَهرَاقَ المَاءَ ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءًا لَيسَ بِالبَالِغِ ـ فَقُلتُ أَلَا تُصَلِّي؟ قَالَ: الصَّلَاةُ أَمَامَكَ ـ فَرَكِبنَا حَتَّى جِئنَا جَمعًا ، ثُمَّ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ فَأَتَمَّ الوُضُوءَ ، ثُمَّ أُذِّنَ بِالصَّلَاةِ ، فَصَلَّى المَغرِبَ ، ثُمَّ صَلَّى العِشَاءَ ، وَلَم يُصَلِّ بَينَهُمَا شَيئًا .

قَالَ ابنُ مَنِيعٍ وَحَدَّثَ بِهَذَا الحَدِيث . . . ـ سَمِعنَا عَن إِبرَاهِيمَ بنِ عُقبَةَ ، عَن كُرَيبٍ ، عَن أُسَامَةَ ، وَلَم يَذكُر أَحَدٌ مِنهُم بَينَ كُرَيبٍ وَأُسَامَةَ؛ ابنَ عَبَّاسٍ غَيرُ ابنِ عُيَينَةَ۔

تخريج الحديث صحيح البخارى ، كتاب الحج ، باب النزول بين عرفة و جمع ، حديث ، 1669 ـ صحيح مسلم ، كتاب الحج ، باب افاضة من عرفات الى المزدلفة ، حديث ، 279 ـ (1280) ـ سنن أبى داؤد ، كتاب المناسك ، باب الدفعة من عرفة ، حديث ، 1921 ـ سنن النسائى ، كتاب مناسك الحج ، باب الجمع بين الصلاتين بالمزدلفة ، حديث ، 3031 ـ مزيد دیکھئے: حدیث نمبر: 26، 38، 39، 40، 41، 42، 43، 44.

ترجمة الحديث سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مَیں عرفہ کے روز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری پر سوار تھا۔ جب آپ ﷺ گھاٹی پر پہنچے ...... یا یوں فرمایا: کہ جب آپ ﷺ پہاڑ پر پہنچے...... سواری سے نیچے اترے اور پیشاب کیا۔ پھر آپ ﷺ نے مختصر سا وضو کیا۔ میں نے عرض کیا: کیا آپ (ابھی) نماز نہیں پڑھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز آگے چل کر پڑھیں گے۔ پھر ہم سوار ہو کر مزدلفہ کے میدان میں پہنچ گئے۔ پھر آپ ﷺ سواری سے اترے اور مکمل وضو کیا۔ پھر نماز کے لیے اذان کہی گئی۔ تو آپ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھی، پھر نمازِ عشاء بھی پڑھ لی، ان دونوں کے درمیان کوئی نماز (نفل) نہیں پڑھی۔

ابن منیع (مؤلف) کہتے ہیں: یہ حدیث ...... ❶ نے بیان کی، انھوں نے کہا: ہم نے ابراہیم بن عقبہ سے سنی، انھوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ سفیان بن عیینہ کے علاوہ کسی نے بھی کریب اور اسامہ رضی اللہ عنہ کے درمیان سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا۔

شرح الحدیث مزدلفہ مکہ مکرمہ سے منسلک 963 مربع کلو میٹر پر محیط ایک وسیع و عریض جگہ ہے۔ یہ منیٰ کے جنوب مشرق میں منیٰ اور عرفات کے درمیان واقع ہے۔ حجاج کرام 9 ذوالحجہ کو مغرب کے بعد عرفات سے یہاں آتے ہیں۔ اور رات، کھلے آسمان کے نیچے یہاں گزارتے ہیں۔ یہاں سے ہی جمرات (شیاطین) کو مارنے کے لیے کنکریاں چنی جاتی ہیں۔ رات گزارنے کے بعد فجر کے وقت حجاج کرام منیٰ کے لیے روانہ ہوجاتے ہیں۔ مزدلفہ میں ایک مشہور مسجد ہے جس پر چھت نہیں ہے۔ اسے المشعر الحرام کہا جاتا ہے۔ اس حدیث کی مزید وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 35 کی توضیح کا مطالعہ کیجئے۔

اس حدیث میں عرفات سے واپسی پر گھاٹی میں؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب کرنے کا بیان، واضح کرتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل کو توجہ سے دیکھتے اور یاد رکھتے تھے؛ تاکہ اپنی زندگی کے ہر پہلو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کو اپنا سکیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ساری زندگی یہ معمول رہا کہ وہ اس گھاٹی کے پاس پیشاب کرنے کے انداز میں کچھ دیر بیٹھتے، پھر آگے گزرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی پہلو، کوئی شعبہ مبہم نہیں چھوڑا، سب معلوم کیا، دیکھا، یاد رکھا، ہمیشہ عمل کیا، تعلیم دی اور بیان کر کے تا قیامت امتیوں کے لیے محفوظ کر دیا (رضوان اللہ علیہم اجمعین)۔

[**28**]...... حَـدَّثَنَا ابنُ مَنِیعٍ ، قَالَ: وَقَد حَدَّثَنِی إِبرَاهِیمُ بنُ هَانِئٍ ، عَن أَبِی عَبدِ اللّٰهِ أَحمَدَ بنِ حَنبَلٍ ، قَالَ: خَالَفَ سُفیَانُ فِی هَذَا الحَدِیثِ النَّاسَ ، یَعنِی: لَیسَ بَینَ کُرَیبٍ وَأُسَامَةَ فِـی هَذَا الحَدِیثِ ابنُ عَبَّاسٍ۔ قَالَ ابنُ مَنِیعٍ: وَقَالَ أَبُو بَکرِ بنُ أَبِی شَیبَةَ ؛ لَمَّا حَدَّثَ بِهَذَا الـحَـدِیثِ عَنِ ابنِ عُیَینَةَ: وَهِمَ سُفیَانُ فِی هَذَا الحَدِیثِ سَمِعَهُ کُرَیبٌ مِن أُسَامَةَ لَیسَ فِیهِ ابنُ عَبَّاسٍ۔ قَالَ أَبُو بَکرٍ: وَالحَدِیثُ عَلَی مَا رَوَاهُ ابنُ المُبَارَكِ .

تخریج الحدیث صحیح: تخریج کے لیے دیکھئے: حدیث نمبر: 26۔ مزید دیکھیے: حدیث نمبر: 37 تا 44۔

ترجمۃ الحدیث ابن منیع (مؤلف) کہتے ہیں کہ مجھے ابراہیم بن ہانی نے بیان کیا کہ امام ابوعبداللہ احمد

❶ یہاں متن میں خالی جگہ ہے۔ کیونکہ مخطوطہ میں اس مقام پر مذکور لفظ پڑھا نہیں جاتا۔ [محقق]

بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث بیان کرنے میں سفیان بن عیینہ نے لوگوں (دیگر راویوں) کی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ کریب اور اسامہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اس حدیث (کی سند) میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نہیں ہیں۔ ابن منیع (مؤلف) مزید کہتے ہیں کہ امام ابوبکر ابن ابی شیبہ نے جب یہ حدیث سفیان بن عیینہ سے روایت کی تو فرمایا: یہ حدیث بیان کرنے میں سفیان بن عیینہ کو وہم ہو گیا (غلطی لگ گئی)۔ یہ حدیث کریب نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنی تھی اس میں "ابن عباس رضی اللہ عنہ" (کا واسطہ) نہیں ہے۔ امام ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی وہ سند درست ہے جس میں عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ راوی ہیں۔

شرح الحدیث اس روایت میں عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی سند والی جس روایت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وہ روایت مع سند اس طرح ہے: "نَا عَبدُ اللّٰهِ بنُ مُبَارَكٍ عَن إبرَاهِيمَ بنِ عُقبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي كُرَيبٌ مَولَى ابنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سَمِعتُ أُسَامَةَ بنَ زَيدٍ يَقُولُ: أَفَاضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِن عَرَفَاتٍ فَلَمَّا مَضَى إِلَى الشِّعبِ بَالَ وَلَم يَقُل أُسَامَةُ: أَهرَاقَ المَاءَ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وُضُوءاً لَيسَ بِالبَالِغِ قَالَ: قُلتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! الصَّلَاةُ۔ قَالَ: الصَّلَاةُ أَمَامَكَ" [1] "عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ ابراہیم بن عقبہ نے کہا: مجھے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام، کریب نے بیان کیا، انھوں نے کہا: میں نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ عرفات سے نکلے؛ جب گھاٹی پر پہنچے تو آپ ﷺ نے پیشاب کیا۔ کریب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے یہ "أَهْرَاقَ الْمَاءَ" کے الفاظ استعمال نہیں کیے۔ آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور ہلکا پھلکا وضو کیا۔ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کہا: اللہ کے رسول! نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز آگے چل کر پڑھیں گے۔

[29]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَحمَدُ بنُ مَنصُورٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بنُ هِشَامٍ القَصَّارُ ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفيَانُ ، عَنِ الأَعمَشِ ، عَنِ الحَكَمِ ، عَن مِقسَمٍ ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَردَفَهُ حِينَ أَفَاضَ مِن عَرَفَةَ ، وَأَمَرَهُم بِالسَّكِينَةِ ، قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيكُم بِالسَّكِينَةِ فَإِنَّ البِرَّ لَيسَ بِإِيجَافِ الخَيلِ وَالإِبِلِ۔ قَالَ: فَمَا رَأَيتُ نَاقَتَهُ رَافِعَةً يَدَيهَا حَتَّى أَتَى جَمْعًا .

تخریج الحدیث صحيح مسلم، كتاب الحج، باب الافاضة من عرفات الى المزدلفة،

[1] الكتاب: مسند ابن أبي شيبة: 115/1 ، حديث ، 148 .

حدیث ، 282 ـ (1286)ـ سنن أبی داؤد ، کتاب المناسك ، باب الدفعة من عرفة ، حدیث ، 1920 ـ مسند أبی داؤد الطیالسی: 420/4 ، حدیث ، 2825 ـ مسند أحمد بن حنبل: حدیث ، 2428 .

ترجمة الحديث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب عرفات سے نکلے تو انھیں اپنے ساتھ سواری پر سوار کرلیا۔ اور لوگوں کو اطمینان سے چلنے کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگو! سکون و اطمینان اختیار کرو۔ گھوڑوں اور اونٹوں کو تیز بھگانا نیکی نہیں ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی سواری کو معمولی سا تیز بھی چلتے نہیں دیکھا، حتی کہ ہم مزدلفہ پہنچ گئے۔

شرح الحديث اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ کی حددرجہ عاجزی اور دوسروں کے لیے ہمدردی ثابت ہوتی ہے۔ آپ ﷺ سیدالانبیاء ہونے کے باوجود اس قدر عاجز اور نرم مزاج تھے کہ دوران سفر؛ پیدل چلتا نظر آنے والے افراد میں سے کسی کو اپنے ساتھ اپنی سواری پر سوار کرلیا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ جب بیرون شہر سے مدینہ منورہ میں تشریف لاتے تو بازار میں کھیلتے ہوئے بچوں میں سے کسی کو ازراہ شفقت اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیا کرتے تھے۔ خود کو رسول اللہ ﷺ کے محبّ اور سچے عاشق کہلوانا تو ہمیں بہت محبوب ہے، لیکن کیا ہمارے معاشرے میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کا ایسا پہلو موجود ہے؟ کیا کوئی بڑے منصب والا، کوئی چوہدری، کوئی ایم پی اے، کوئی ایم این اے، کوئی وزیر، حتی کہ کوئی بڑے درجے کا خطیب و مولوی یا کوئی قابل احترام پیر صاحب اپنی گاڑی میں کسی پیدل چلنے والے، دوران سفر بارش وطوفان میں گِھرے ہوئے، کسی روڈ پر سواری کے انتظار میں پریشان کھڑے مسافر کو اپنی گاڑی میں سوار کر کے اس کی منزل تک یا منزل کے قریب پہنچانے کا احساس رکھتا ہو؟ کسی بچے کو ازراہ محبت و شفقت اپنی گاڑی میں سوار کرنے والا ہو؟ ہرگز نہیں، بلکہ ہمارے پاس لاکھ بہانے ہیں، سکیورٹی رِسک؛ ڈکیتی کی واردات کرنے والوں سے بچنا، انجان کو گاڑی میں لِفٹ دے کر جانی و مالی نقصان کا اندیشہ ہونا وغیرہ وغیرہ۔ اگر ان باتوں کو مان بھی لیا جائے تو کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہم اپنی گاڑی میں آرام سے بیٹھے ہوئے جا رہے ہوں تو ہم اپنے علاقے سے تعلق رکھنے والے، اپنے جاننے والے اور حتی کہ رشتہ دار سے بھی نظر چرا کر گزرنے میں عافیت سمجھتے ہیں؟ کامل و اکمل اخلاق تھا ہمارے پیارے نبی ﷺ کا؛ آپ ﷺ نے ہمیشہ دوسروں سے ہمدردی اور شفقت فرمائی۔

اس حدیث کے متعلق مزید وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 35 کی توضیح کا مطالعہ کیجیے۔



عَبدُ اللّٰہِ بنُ عُمَرَ عَن أُسَامَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُما

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ احادیث

[30]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِیعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَکرِ بنُ أَبِی شَیبَةَ وَأَبُو خَیثَمَةَ وَالحَسَنُ بنُ مُحَمَّدٍ ، قَالُوا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ خَازِمٍ ، قَالَ:حَدَّثَنَاالأَعمَشُ ، عَن عُمَارَةَ ، عَن أَبِی الشَّعثَاءِ ، قَالَ: خَرَجتُ حَاجًّافَدَخَلتُ البَیتَ ، فَلَمَّا کُنتُ بَینَ السَّارِیَتَینِ مَضَیتُ حَتَّی لَزَقتُ بِالحَائِطِ ، قَالَ:وَجَاءَ ابنُ عُمَرَ حَتَّی قَامَ إِلَی جَانِبِی فَصَلَّی أَربَعًا ، فَلَمَّا صَلَّی قُلتُ لَهُ: أَینَ صَلَّی رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ؟ قَالَ:هَاهُنَا ، أَخبَرَنِی أُسَامَةُ بنُ زَیدٍ أَنَّهُ صَلَّی۔ قَالَ: قُلتُ: کَم صَلَّی؟ قَالَ: عَلَی هَذَا أَخبَرَنِی ، ثُمَّ خَرَجَ فَرَکَعَ عِندَ البَابِ رَکعَتَینِ فِی قُبُلِ البَیتِ .

تخریج الحدیث صحیح مسلم ، کتاب الحج ، باب استحباب دخول الکعبة للحجاج وغیره ، حدیث ، 395 ۔ (1330) ۔ سنن النسائی ، کتاب مناسك الحج ، باب الذکر والدعاء فی البیت ، حدیث ، 2914 ۔ مصنف عبدالرزاق : 78/5 ، حدیث ، 9056 ۔ مسند أحمد بن حنبل : 21809 ۔ صحیح ابن خزیمة : 333/4 ، حدیث ، 3015 ۔ شرح معانی الآثار ، للطحاوی : 389/1 ، حدیث ، 2279 ۔ صحیح ابن حبان : حدیث ، 3208 ۔ مستدرك الحاکم : 652/1 ، حدیث ، 1763 ۔ السنن الکبری ، للبیهقی : 465/2 ، حدیث ، 3789 ۔ مزید دیکھیے: مسند اسامة بن زید، حدیث، 19، 24، 32، 33، 34۔

ترجمة الحدیث ابوشعثا سلیم بن اسود المحاربی (تابعی) رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں حج کے لیے گیا۔ بیت اللہ میں داخل ہوا، اور جب دوسطونوں کے درمیان چلتے چلتے ایک دیوار کے ساتھ لگ گیا۔ اتنے میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تشریف لے آئے۔ اور میرے ایک طرف کھڑے ہوکر آپ رضی اللہ عنہ نے چار رکعات پڑھیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھ لی تو میں نے ان سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں نماز پڑھی تھی؟ انھوں نے فرمایا: اسی جگہ پر،

اور مجھے یہ بات اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بتائی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ ابوشعثا رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی رکعات پڑھی تھیں؟ انھوں نے مجھے یہ بھی بتایا۔ پھر وہ باہر تشریف لے آئے اور بیت اللہ کے سامنے، دروازے کے قریب دو رکعات پڑھیں۔

شرح الحدیث یہ حدیث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ ہے، جبکہ اسی کتاب کی حدیث نمبر: 19، 24، 32، 33، 34، میں یہ واقعہ، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ لیکن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے اندر نماز نہیں پڑھی تھی۔ جبکہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے اندر نماز پڑھی تھی۔ سند کے اعتبار سے دونوں اصحاب کی بیان کردہ احادیث صحیح ہیں۔ اور علوم الحدیث کا مسلمہ اصول ہے کہ مثبت، منفی سے مقدم ہوتا ہے۔ لہٰذا جس حدیث میں بیان ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے اندر نماز پڑھی تھی، اس حدیث کو مقدم سمجھا جائے گا۔ اس حدیث کے متعلق مزید وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 19 کی توضیح کا مطالعہ کیجئے۔

[31]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحمَدُ بنُ مَسعُودٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبدُ الرَّزَّاقِ ، قَالَ: أَخبَرَنِی ابنُ جُرَيجٍ ، قَالَ: قُلتُ لِعَطَاءٍ: أَسَمِعتَ ابنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ يَقُولُ: فَذَكَرَ مِثلَهُ .

تخریج الحدیث صحيح مسلم ، كتاب الحج ، باب استحباب دخول الكعبة للحجاج وغيره ، حديث ، 395 ـ (1330) ـ سنن النسائی ، كتاب مناسك الحج ، باب الذكر والدعاء فی البيت ، حديث ، 2914 ـ مصنف عبدالرزاق : 78/5 ، حديث ، 9056 ـ مسند أحمد بن حنبل : 21809 ـ صحيح ابن خزيمة : 333/4 ، حديث ، 3015 ـ شرح معانی الآثار ، للطحاوی : 389/1 ، حديث ، 2279 ـ صحيح ابن حبان : حديث ، 3208 ـ مستدرك الحاكم : 652/1 ، حديث ، 1763 ـ السنن الكبرى ، للبيهقی : 465/2 ، حديث ، 3789 ـ مزید دیکھیے: مسند اسامۃ بن زید ، حدیث، 19، 24، 30، 32، 33، 34

ترجمۃ الحدیث ابن جریج کہتے ہیں: میں نے عطاء بن ابی رباح سے پوچھا: کیا آپ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا ہے؟ تو انھوں نے اسی طرح ہی بیان فرمایا۔

[32]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابنُ الأُمَوِیِّ سَعِيدٌ، قَالَ: حَدَّثَنِی أَبِی ، قَالَ: حَدَّثَنِی ابنُ جُرَيجٍ ، قَالَ: قُلتُ لِعَطَاءٍ: أَسَمِعتَ ابنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ ، يَقُولُ: إِنَّمَا أُمِرتُم

بِـالـطَّـوَافِ ، وَلَـم تُـؤمَـرُوا بِدُخُولِهِ ، قَالَ: لَم يَكُن يَنهَى عَن دُخُولِهِ ، وَلَكِنِّى سَمِعتُهُ يَقُولُ: أَخبَرَنِى أُسَامَةُ بنُ زَيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا دَخَلَ البَيتَ ، دَعَا فِى نَوَاحِيهِ كُلِّهَا ، وَلَم يُصَلِّ حَتَّى خَرَجَ ، فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ رَكعَتَينِ فِى قُبُلِ الكَعبَةِ .

تخریج الحدیث صـحـيـح مسـلـم ، كتـاب الـحج ، باب استحباب دخول الكعبة للحجاج وغيره ، حديث ، 395 ـ (1330) ـ سنن النسائى ، كتاب مناسك الحج ، باب الذكر والدعاء فى البيت ، حديث ، 2914 ـ مصنف عبدالرزاق : 78/5 ، حديث ، 9056 ـ مسند أحمد بن حنبل : 21809 ـ صـحـيـح ابن خزيمة : 333/4 ، حديث ، 3015 ـ شـرح مـعـانـى الآثار ، للطحاوى : 389/1 ، حديث ، 2279 ـ صـحـيـح ابن حبان : حديث ، 3208 ـ مستـدرك الحاكم : 652/1 ، حديث ، 1763 ـ السنن الكبرى ، للبيهقى : 465/2 ، حديث ، 3789 ـ مزید دیکھیے: مسند اسامۃ بن زید ، حدیث، 19، 24، 30، 31، 33، 34۔

ترجمة الحدیث ابن جریج کہتے ہیں: میں نے عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے پوچھا: کیا آپ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ، انھوں نے فرمایا: تم لوگوں کو طواف کا حکم دیا گیا ہے بیت اللہ میں داخلے کا حکم نہیں دیا گیا۔ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے فرمایا: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیت اللہ میں داخلے سے منع نہیں کرتے تھے۔ البتہ میں نے انھیں یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ (انھوں نے کہا): مجھے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بتایا رسول اللہ ﷺ جب بیت اللہ میں داخل ہوئے تو اس کے ہر کونے میں آپ ﷺ نے دعا کی۔ لیکن (اس میں) نماز نہیں پڑھی۔ پھر آپ ﷺ باہر تشریف لے آئے اور بیت اللہ کے سامنے دو رکعات پڑھیں۔

شرح الحدیث وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 19 کی توضیح کا مطالعہ کیجئے۔

[**33**]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ شُعَيبٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبدُ المَجِيدِ ، قَالَ: أَخبَـرَنَـا ابنُ جُرَيجٍ ، عَن عَطَاءٍ ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه ، عَـن أُسَامَةَ بنِ زَيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَـنْـهُ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ دَخَـلَ البَيـتَ فَـدَعَـا فِـى نَوَاحِيهِ ، وَلَم يُصَلِّ فِيهِ ، ثُمَّ خَرَجَ فَـصَـلَّـى خَـلفَ المَقَامِ رَكعَتَينِ ، ثُمَّ قَالَ: هٰذِهِ القِبلَةُ۔ قَالَ ابنُ جُرَيجٍ: مَا نَوَاحِيهِ ؟ قَالَ: استَقبَلَهُ كُلَّهُ .

تخریج الحدیث صـحـيـح مسـلـم ، كتـاب الـحج ، باب استحباب دخول الكعبة للحجاج

وغیره ، حدیث ، 395 ـ (1330) ـ سنن النسائی ، کتاب مناسك الحج ، باب الذکر والدعاء فی البیت ، حدیث ، 2914 ـ مصنف عبدالرزاق : 78/5 ، حدیث ، 9056 ـ مسند أحمد بن حنبل : 21809 ـ صحیح ابن خزیمة : 333/4 ، حدیث ، 3015 ـ شرح معانی الآثار ، للطحاوی : 389/1 ، حدیث ، 2279 ـ صحیح ابن حبان : حدیث ، 3208 ـ مستدرك الحاکم : 652/1 ، حدیث ، 1763 ـ السنن الکبری ، للبیهقی : 465/2 ، حدیث ، 3789 ـ مزید دیکھیے: مسند اسامۃ بن زید، حدیث، 19، 24، 30، 31، 32، 34۔

ترجمة الحديث سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اس کے اطراف میں آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔لیکن اس میں نماز نہیں پڑھی۔ پھر باہر تشریف لے آئے، اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعات پڑھیں۔ پھر فرمایا: یہ قبلہ ہے۔ ابن جریج نے پوچھا: اس کے اطراف سے کیا مراد ہے؟ عطاء رحمہ اللہ نے کہا: آپ ﷺ نے کونوں کی طرف رخ کیا تھا۔

شرح الحديث وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 19 کی توضیح کا مطالعہ کیجئے۔

[34]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِیعٍ ، قَالَ حَدَّثَنَا هَارُونُ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَكرٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابنُ جُرَیجٍ ، عَن عَطَاءٍ ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: أَخبَرَنِی أُسَامَةُ بنُ زَیدٍ ، أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَم یُصَلِّ فِی البَیتِ .

تخريج الحديث صحیح مسلم ، کتاب الحج ، باب استحباب دخول الکعبة للحجاج وغیره ، حدیث ، 395 ـ (1330) ـ سنن النسائی ، کتاب مناسك الحج ، باب الذکر والدعاء فی البیت ، حدیث ، 2914 ـ مصنف عبدالرزاق : 78/5 ، حدیث ، 9056 ـ مسند أحمد بن حنبل : 21809 ـ صحیح ابن خزیمة : 333/4 ، حدیث ، 3015 ـ شرح معانی الآثار ، للطحاوی : 389/1 ، حدیث ، 2279 ـ صحیح ابن حبان : حدیث ، 3208 ـ مستدرك الحاکم : 652/1 ، حدیث ، 1763ـ السنن الکبری ، للبیهقی : 465/2 ، حدیث ، 3789 ـ مزید دیکھیے: مسند اسامہ بن زید، حدیث، 19، 24، 30، 31، 32، 33۔

ترجمة الحديث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے بیت اللہ کے اندر نماز نہیں پڑھی تھی۔

شرح الحدیث وضاحت کے لیے حدیث نمبر:19 کی توضیح کا مطالعہ کیجئے۔

[35]...... حَـدَّثَـنَـا ابـنُ مَـنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي خَيثَمَةَ زُهَيرُ بنُ حَربٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا حِبَّانُ، ......ح...... وَحَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابنُ هَانِئٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بنُ مُسلِمٍ ، ......ح...... وَحَـدَّثَـنَـا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيرٌ ، ......ح...... وَحَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَـدَّثَـنَا شُرَيحٌ ، قَالُوا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ ، عَن قَيسٍ ، عَن عَطَاءٍ ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما ، أَنَّ أُسَـامَةَ بـنِ زَيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، قَالَ: أَفَاضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِن عَرَفَةَ وَأَنَا رَدِيفُهُ ، فَجَعَلَ يَكبَحُ رَاحِلَتَهُ ، حَتَّى إِنَّ ذِفرَاهَا لَيَكَادُ يُصِيبُ قَادِمَةَ الرَّحلِ ، يَقُولُ: ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيكُم بِالسَّكِينَةِ وَالوَقَارِ ، فَإِنَّ البِرَّ لَيسَ بِإِيضَاعِ الإِبِلِ)) وَاللَّفظُ لِزُهَيرٍ .

تخريج الحديث صـحيح ـ سنن النسائی ، كتاب مناسك الحج ، باب فرض الوقوف بعرفة ، حديث ، 3018 ـ مسند أحمد بن حنبل : حديث ، 21761 ـ السنن الكبرىٰ للنسائی: 160/4 ، حديث ، 4000 ـ حجة الوداع، لابن حزم : ص، 173 ، حديث ، 98 ـ مزید دیکھئے، حدیث نمبر: 43۔

ترجمة الحديث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ عرفہ سے نکلے تو میں آپ ﷺ کے پیچھے (سواری پر) سوار تھا۔ آپ ﷺ اپنی سواری (کو بہت آہستہ چلانے کی غرض سے اس) کی نکیل اس قدر کھینچنے لگے کہ اس کے کان، پالان کے اگلے حصے کو چھونے لگے۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے: لوگو! اطمینان اور وقار سے چلو، بھلائی اونٹ دوڑانے میں نہیں ہے۔ یہ الفاظ زہیر بن حرب کی روایت کے ہیں۔

شرح الحدیث اس حدیث مبارکہ میں حج کے ایک عمل کا ذکر ہوا ہے۔ اسی کتاب کی دیگر احادیث میں بھی حج کے دوران عرفہ سے مزدلفہ جانے کے طریقہ کار اور آداب کا تذکرہ آیا ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ یہاں حج کا مکمل مسنون طریقہ بیان کر دیا ہے تا کہ اس کتاب میں مذکور حج کے رکن سے متعلقہ احادیث کی وضاحت بھی ہو سکے اور ان کا سیاق وسباق بھی قارئین کو سمجھ آ سکے۔

حج کی اقسام:

حج کی تین اقسام ہیں:

① ..حج تمتع ② ..حج افراد ③ ..حج قران

❁ حج تمتع:

حج تمتع سے مراد یہ ہے کہ حج کے لیے آنے والا شخص حج کے ایام شروع ہونے سے کچھ دن پہلے آئے اور عمرہ کا احرام باندھے، عمرہ کرے پھر احرام کھول دے اور احرام کی پابندیوں سے آزاد ہوجائے۔ اس کے بعد 8 ذوالحجہ کو دوبارہ احرام باندھ کر حج ادا کرے۔

❁ حج افراد:

حج افراد سے مراد یہ ہے کہ حج کے لیے آنے والا شخص حج سے قبل عمرہ نہ کرے، بلکہ صرف 8 ذوالحجہ سے حج کا احرام باندھے اور حج ادا کرے۔

❁ حج قران:

حج قران سے مراد یہ ہے کہ حج کے لیے آنے والا شخص 8 ذوالحجہ سے پہلے مکہ مکرمہ آئے اور عمرہ کے لیے احرام باندھے پھر اسی احرام میں 8 ذوالحجہ سے حج کی ادائیگی کرے۔

ایام حج:

اسلامی مہینہ، ذوالحجہ کی 8 تاریخ سے ایام حج کا آغاز ہوتا ہے۔ اس دن کو ''یوم الترویہ'' بھی کہتے ہیں۔ حج قران والوں نے تو عمرہ کے وقت سے ہی احرام باندھ رکھا ہوتا ہے البتہ حج افراد اور حج تمتع والے 8 ذوالحجہ کو نماز فجر کے بعد اپنی اپنی رہائش گاہوں سے غسل کر کے خوشبو لگا کر احرام باندھتے اور مندرجہ ذیل کلمات کہتے ہوئے، منیٰ کی طرف نکلتے ہیں:

''اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ''

منیٰ میں زوال (دوپہر) سے پہلے پہنچنا ضروری ہے۔ ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور 9 ذوالحجہ کی فجر منیٰ میں ہی ادا کرتے ہیں۔ ظہر، عصر، عشاء قصر (دوگانہ) پڑھتے ہیں۔

9 ذوالحجہ کو سورج طلوع ہونے کے بعد منیٰ سے عرفات کی طرف تلبیہ اور تکبیرات کی صدائیں بلند کرتے ہوئے چل پڑتے ہیں۔ تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں:

''لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ''

منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے راستے میں عرفات سے پہلے وادی نمرہ میں ٹھہرتے ہیں۔ سورج ڈھل

جانے کے بعد ظہر کی نماز دو رکعتیں اور پھر ظہر کے وقت ہی عصر کی نماز دو رکعتیں پڑھتے اور مسجد نمرہ میں حج کا خطبہ سنتے ہیں۔

اس کے بعد میدان عرفات میں کہیں بھی (جہاں جگہ ملے) ٹھہرتے ہیں۔ کیونکہ سارا میدان عرفات ہی وقوف کی جگہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((عَرَفَةُ كُلُّهَا مَوقِفٌ .)) ❶

''عرفات کا میدان سارے کا سارا، موقف (ٹھہرنے کی جگہ) ہے۔''

لہٰذا عرفات میں کسی خاص جگہ ٹھہرنا ضروری نہیں ہے، جہاں بھی جگہ میسر آئے وہیں حجاج کرام وقوف عرفہ کر لیتے ہیں۔ عرفہ کا وقوف، حج کا رکن لازم ہے۔ جو شخص 9 ذوالحجہ کو عرفات میں داخل نہ ہو سکے اس کا حج نہیں ہوگا۔ بعض لوگ عرفات میں نہیں جاتے بلکہ وادی نمرہ میں ہی ٹھہرے رہتے ہیں اور وہیں سے واپس آ جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا حج نہیں ہوتا۔ حقیقت یہی ہے کہ عرفات میں جانا فرض ہے۔

حجاج کرام، عرفات کے میدان میں جب ٹھہرتے ہیں تو ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتے ہیں۔ سب سے بہترین دعا یہ ہے:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ ، وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیءٍ قَدِيْرٌ"

اس دن اللہ ذوالجلال دعائیں قبول کرتے ہیں۔ اسی لیے حجاج کرام اس موقع پر کثرت سے توبہ، استغفار اور ذکر واذکار کرتے ہیں۔ ...... یہ عمل غروب آفتاب تک جاری رکھنا چاہیے...... اور اس بات کا خیال رکھنا تمام حاجیوں کے لیے ضروری ہے کہ عرفات میں مغرب کی نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ بلکہ مغرب کی نماز پڑھے بغیر مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔ اور جب عرفات سے نکل کر مزدلفہ کی طرف روانہ ہوں تو بہت آہستہ اور اطمینان سے چلتے ہوئے مزدلفہ کی طرف جانا چاہیے۔

ہمارے زیر بحث حدیث مبارکہ میں سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے یہی بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ عرفہ سے نکلے تو میں آپ ﷺ کے پیچھے (سواری پر) سوار تھا۔ آپ ﷺ اپنی سواری کو بہت آہستہ چلانے کی غرض سے اس کی نکیل اس قدر کھینچ رہے تھے کہ سواری کے کان، پالان کے اگلے حصے کو چھونے لگے۔ آپ ﷺ

❶ صحيح مسلم ، كتاب الحج ، باب ماجاء أن عرفة كلها موقف ، حديث ، 149 ـ (1218) .

فرما رہے تھے: لوگو! اطمینان اور وقار سے چلو، بھلائی اونٹ دوڑانے میں نہیں ہے۔

مزدلفہ پہنچ کر مغرب کی تین رکعتیں اور عشا کی دو رکعتیں جمع کر کے پڑھتے ہیں۔ اس سے پہلے یا درمیان اور بعد میں کوئی نماز نہیں ہے۔

اس بات کا ذکر اسی کتاب کی حدیث نمبر: 38، 40، 41، 43 میں بھی آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ کی طرف جاتے ہوئے نماز مغرب کا وقت ہونے پر بھی نماز ادا نہیں کی بلکہ سورج غروب ہونے کے بعد آپ ﷺ نے مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشا اکٹھی پڑھی تھیں۔

اس موقع پر مغرب اور عشا کے صرف فرائض پڑھے جاتے ہیں، سنن ونوافل حتی کہ وتر بھی پڑھنا اس موقع پر ثابت نہیں ہے۔ مغرب وعشا کی ادائیگی کے بعد حجاج کرام وقت ضائع کیے بغیر سو جاتے ہیں۔ اس رات تہجد پڑھنا بھی ثابت نہیں ہے۔ پھر نماز فجر ادا کرنے کے بعد مزدلفہ میں ایک پہاڑی ''المشعر الحرام'' پر قبلہ رخ کھڑے ہو کر دعائیں مانگتے ہیں۔

اور جب خوب سفیدی ظاہر ہو جائے تو طلوع آفتاب سے پہلے سکون سے تلبیہ پکارتے ہوئے منیٰ روانہ ہو جاتے ہیں۔ راستے میں وادی محسّر ہے۔ جہاں ابرہہ کے لشکر پر عذاب نازل ہوا تھا۔ اس وادی سے تیزی کے ساتھ گزر جانا چاہیے۔

معذور، بیمار، بچے اور بھاری جسم والی خواتین مزدلفہ میں کچھ دیر قیام کر کے رات کے پچھلے حصہ میں منیٰ کی طرف جاسکتی ہیں۔

❁ دس ذوالحجہ کے اہم کام:

10 ذوالحجہ کو چار اہم کام کیے جاتے ہیں۔ جن کی ترتیب اور تفصیل حسب ذیل ہے:

❶:...... 10 ذوالحجہ کو سورج نکلنے کے بعد جمرہ کبریٰ (جمرہ عقبی) کو کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ کنکریاں چنے کے دانے کے برابر ہوتی ہیں۔ یہاں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ کنکریوں کی بجائے بڑے پتھر یا جوتے مارنا جائز نہیں۔ اگر کوئی کسی عذر کی وجہ سے خود نہیں کنکریاں مار سکتا تو اس کی جگہ دوسرا آدمی مار سکتا ہے۔

کنکریاں ایک ایک کر کے ماری جاتی ہیں۔ اور ہر کنکری مارتے وقت ''اللّٰہ اکبر'' پکارا جاتا ہے۔ یہاں یہ بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ سات کنکریاں اکٹھی مارنا یا دو دو، تین تین کر کے مارنا جائز نہیں۔ اگر کوئی چند کنکریاں اکٹھی مارے گا تو وہ ایک ہی شمار ہوگی۔ جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے کے بعد تلبیہ کہنا چھوڑ دینا چاہیے۔

❷:...... 10 ذوالحجہ کو دوسرا اہم ترین عمل، قربانی کرنا ہے۔ حج تمتع اور قران کرنے والوں پر قربانی کرنا واجب ہے۔ اگر کوئی طاقت نہیں رکھتا تو دس روزے رکھے، تین روزے، 11 ، 12 اور 13 ذوالحجہ کو اور سات روزے گھر واپس آ کر۔

❸:...... 10 ذوالحجہ کو تیسرا اہم ترین عمل حجامت بنوانا ہے۔ حجاج کرام قربانی کرنے کے بعد سر کے بال منڈواتے یا کترواتے ہیں۔ اور یاد رکھیے بال کتروانے کی نسبت منڈوانا افضل ہے۔ اس کے بعد حجاج کرام احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتے ہیں۔

قربانی کے بعد احرام کھول کر خوشبو لگانا، عام لباس پہننا اور وہ تمام کام کرنا جائز ہو جاتے ہیں جو حالت احرام میں منع تھے۔ لیکن کوئی حاجی اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری نہیں کر سکتا۔

❹:...... 10 ذوالحجہ کو چوتھا اہم ترین عمل طواف افاضہ ہے۔ یہ طواف ضروری ہے۔ حج کا اہم رکن ہے۔ حجامت کے بعد حجاج کرام بیت اللہ آتے اور اس کا طواف کرتے ہیں۔ اس طواف میں کندھا ننگا نہیں کرنا اور رمل بھی نہیں کرنا۔ یہ طواف سورج غروب ہونے سے پہلے کرنا افضل ہے۔ اس کے بعد احرام کی تمام پابندیوں سے آزاد ہو جاتے ہیں۔

طواف افاضہ کے بعد صفا و مروہ کی سعی کی جاتی ہے۔ سعی کے بعد حجامت کروانا ثابت نہیں ہے۔ سعی سے فارغ ہو کر تمام حجاج کرام منیٰ میں واپس جاتے ہیں اور رات وہاں گزارتے ہیں۔ 11، 12 اور 13 ذوالحجہ کی راتیں منیٰ میں گزارنا حجاج کرام کے لیے واجب ہے لیکن حجاج کی خدمت کرنے والوں کے لیے رخصت ہے۔

❁ ایام تشریق:

حجاج کرام 11، 12 اور 13 ذوالحجہ کو ہر روز زوال آفتاب کے بعد تینوں جمروں کو کنکریاں مارتے ہیں۔ پہلے سات کنکریاں جمرہ اولیٰ کو جسے جمرہ دنیا یا جمرہ صغریٰ بھی کہا جاتا ہے، جو مسجد خیف کے قریب ہے۔ اس کے بعد سات کنکریاں جمرہ وسطیٰ کو، جو جمرہ اولیٰ اور کبریٰ کے درمیان ہے۔ تیسرا جمرہ عقبہ جس کو کبریٰ اور جمرہ اخریٰ بھی کہتے ہیں۔ جمرہ اولیٰ کو کنکریاں مارنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر قبلہ رخ ہو کر دعائیں کی جاتی ہیں کیونکہ یہ دعا کی قبولیت کا مقام ہے۔

جمرہ وسطیٰ کو کنکریاں مارنے کے بعد بھی دعائیں کی جاتی ہیں۔ اور جمرہ عقبہ، جس کو بڑا جمرہ کہتے ہیں اس کو کنکریاں مارنے کے بعد وہاں ٹھہرنا یا دعا کرنا جائز نہیں۔ ہر کنکری مارتے وقت ''اللّٰہ اکبر '' کہنا چاہیے۔ حجاج

کرام منیٰ میں 13 ذوالحجہ تک ٹھہرتے ہیں۔لیکن اگر کوئی بارہ 12 ذوالحجہ کو کنکریاں مارنے کے بعد جانا چاہے تو جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ 12 ذوالحجہ کو سورج غروب ہونے سے پہلے منیٰ سے روانہ ہوجائے۔ اگر کوئی سورج غروب ہونے تک روانہ نہ ہوسکا تو اسے یہیں ٹھہرنا ہوگا۔ اور پھر 13 ذوالحجہ کو رمی کرے گا۔ پھر سورج ڈھلنے کے بعد یہاں سے نکلے گا۔ اور پھر یہاں سے فارغ ہوکر حجاج کرام بیت اللہ کا الوداعی طواف کرتے ہیں۔ اور پھر گھروں کی طرف روانہ ہوجاتے ہیں۔

بعض حجاج کرام 11، 12 اور 13 ذوالحجہ کو نفلی طواف کرتے ہیں، جو کہ بالکل صحیح اور جائز ہے۔

زیارات مدینہ منورہ:

اکثر حجاج کرام طواف وداع کے بعد مسجد نبوی، روضہ رسول، مسجد قبا اور دیگر زیارات مقدسہ کے لیے مدینہ منورہ روانہ ہوجاتے ہیں۔ حج کے بعد مدینہ منورہ جانا حج کا حصہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ سفر محض سعادت اور برکات کے حصول کے لیے کیا جاتا ہے۔ کوئی ایسا مسلمان نہیں جس کے دل میں مدینہ منورہ کی محبت اور زیارت کا شوق نہ ہو۔ حجاج کرام مدینہ منورہ پہنچ کر مسجد نبوی میں باجماعت نمازیں ادا کرتے ہیں۔ کیونکہ مسجد نبوی میں ایک نماز ادا کرنے کا ثواب ایک ہزار نماز کے برابر ہے۔ ❶

مسجد نبوی سے تقریباً 4 میل کے فاصلے پر مسجد قبا ہے۔ رسول اللہ ﷺ مسجد قبا میں پیدل اور سوار ہوکر آیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد قبا میں دو رکعت نماز پڑھنے کا ثواب مقبول عمرہ کے ثواب کے برابر ہے۔ ❷

[36]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَدِّي ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بنُ هَارُونَ ، قَالَ: أَخبَرَنَا عَبدُ المَلِكِ ، عَن عَطَاءٍ ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَفَاضَ مِن عَرَفَةَ وَأُسَامَةُ بنُ زَيدٍ رِدفُهُ۔ قَالَ أُسَامَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ: فَمَا زَالَ يَسِيرُ عَلَى هِينَتِهِ حَتَّى أَتَى جَمعًا .

تخریج الحدیث صحیح۔ صحیح ابن خزیمة : 265/4 ، حدیث ، 2844 (بتحقیق: دکتور محمد مصطفی اعظمی) ۔ مسند أحمد بن حنبل : حدیث ، 21812 ۔ أخبار مکة وما جاء فیها من الأثار ، للأزرقی : 196/2 .

❶ صحیح البخاری ، کتاب فضل الصلاة فی مسجد مکة و المدینة ، حدیث ، 1190 .

❷ **صحیح**: سنن النسائی ، کتاب المساجد ، باب فضل مسجد قباء والصلاة فیها ، حدیث ، 699 .

ترجمة الحديث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ سے نکلے تو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (سواری پر) سوار تھے۔ اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح ہی (نہایت کم رفتار سے) چلتے آئے حتی کہ مزدلفہ پہنچ گئے۔

شرح الحديث اس حدیث کی وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 35 کی توضیح کا مطالعہ کریں۔

[**37**]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو خَيثَمَةَ زُهَيرُ بنُ حَربٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَهبُ بنُ جَرِيرٍ ، قَالَ: أَخبَرَنِي أَبِي ، قَالَ: سَمِعتُ يُونُسَ يُحَدِّثُ عَنِ الزُّهرِيِّ ، عَن عُبَيدِ اللّٰهِ بنِ عَبدِ اللّٰهِ ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه ، قَالَ: كَانَ أُسَامَةُ بنُ زَيدٍ رَدِيفَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مِن عَرَفَةَ إِلَى المُزدَلِفَةِ ، ثُمَّ أَردَفَ الفَضلَ بنَ العَبَّاسِ مِنَ المُزدَلِفَةِ إِلَى مِنًى۔ وَكِلَاهُمَا قَالَ: لَم يَزَل رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى الجَمرَةَ .

تخريج الحديث صحيح البخارى ، كتاب الحج ، باب النزول بين عرفة و جمع ، حديث ، 1669 ـ صحيح مسلم ، كتاب الحج ، باب اضافة من عرفات الى المزدلفة ، حديث ، 279 ـ (1280) ـ سنن أبى داؤد ، كتاب المناسك ، باب الدفعة من عرفة ، حديث ، 1921 ـ سنن النسائى ، كتاب مناسك الحج ، باب الجمع بين الصلاتين بالمزدلفة ، حديث ، 3031 ـ مزید دیکھیے: حدیث نمبر: 26، 27، 38 تا 44۔

ترجمة الحديث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: عرفہ سے مزدلفہ تک سیدنا اسامہ بن زید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (سواری پر) سوار رہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ سے منیٰ تک فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو بھی اپنے ساتھ سوار کر لیا۔ وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل تلبیہ کہتے رہے حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ (عقبہ) کو کنکر مارے۔

شرح الحديث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال محبت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کم سن صحابہ کو اپنے ساتھ سواری پر سوار کیا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ نہایت شفقت اور مہربانی کا رویہ رکھتے تھے۔ بچوں کو نیکی کے کاموں میں ساتھ رکھا جائے تو ان کی اخلاقی و مذہبی تربیت میں وسعت و پختگی آتی ہے۔ انھیں نیکی کا شعور اور جذبہ ملتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سیرت مبارکہ سے ہماری توجہ اٹھتی چلی جارہی ہے۔ جس طرح ہم اپنی اولاد کے لیے کاروباری، معاشرتی اور دیگر امور میں دلچسپی رکھتے ہیں اسی طرح ہمیں اپنے بچوں کی اچھی تربیت کی طرف بھی

توجہ دینی چاہیے۔

[38]...... حَـدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو خَيثَمَةَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابنُ عُيَينَةَ ، عَن إِبرَاهِيمَ بـنِ عُقبَةَ ، عَن كُرَيبٍ ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ ، عَـن أُسَامَةَ بنِ زَيدٍ...... وَابنُ أَبِي حَرمَلَةَ عَـن كُرَيبٍ ، عَن أُسَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حِينَ نَزَلَ فِي عَرَفَةَ وَجَمْعٍ ، قُلتُ لَهُ أَو قِيلَ لَهُ: الصَّلَاةَ؟ فَقَالَ: الصَّلَاةُ أَمَامَكَ۔ قَالَ أَحَدُهُمَا: أَو أَهرَاقَ المَاءَ .

تخریج الحدیث صحيح البخاري ، كتاب الحج ، باب النزول بين عرفة و جمع ، حديث ، 1669 ۔ صـحيح مسلم ، كتاب الحج ، باب افاضة مـن عرفات الى المزدلفة ، حديث ، 279 ۔ (1280) ۔ سـنـن أبـي داؤد ، كتـاب الـمناسك ، باب الدفعة من عرفة ، حديث ، 1921 ۔ سنن الـنسـائـي ، كتاب مناسك الحج ، باب الجمع بين الصلاتين بالمزدلفة ، حديث ، 3031 ۔ مزید دیکھیے: حدیث نمبر: 26، 27، 37، 39، 40، 41، 42، 43، 44۔

ترجمة الحدیث سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ جب عرفہ اور مزدلفہ تشریف لائے تو اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے عرض کیا، یا (انھوں نے کہا کہ) کسی نے عرض کیا: نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز آگے چل کر پڑھیں گے۔ ابن عباس یا اسامہ رضی اللہ عنہما میں سے ایک نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ وہاں پیشاب کرنے کے لیے رکے تھے۔

شرح الحدیث اس حدیث کی وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 35 کی توضیح کا مطالعہ کریں۔

[39]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ قَالَ: حَدَّثَنَا۔ . . . ❶ ۔ قَـالَ: حَدَّثَنَا سُفيَانُ ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبرَاهِيمُ بـنُ عُـقبَةَ وَابـنُ أَبِي حَرمَلَةَ ، عَن كُرَيبٍ ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ ، عَن أُسَامَةَ بنِ زَيدٍ ، قَـالَ: لَـمَّا أَتَى النَّبِيُّ ﷺ الشِّـعـبَ نَـزَلَ فَبَـالَ ، وَلَم يَقُل: أَهرَاقَ المَاءَ فَتَوَضَّأَ ، فَصَبَبتُ عَلَيهِ ، فَتَوَضَّأَ وُضُوءًا خَفِيفًا ، ثُمَّ قُلتُ: الصَّلَاةَ۔ قَالَ: الصَّلَاةُ أَمَامَكَ فَلَمَّا أَتَى المُزدَلِفَةَ صَلَّى المَغرِبَ ، ثُمَّ تَرَكُوا رِحَالَهُم ثُمَّ صَلَّى العِشَاءَ .

تخریج الحدیث صحيح البخاري ، كتاب الحج ، باب النزول بين عرفة و جمع ، حديث ،

❶ یہاں متن میں خالی جگہ ہے۔ کیونکہ مخطوطہ میں اس مقام پر مذکور لفظ پڑھا نہیں جاتا۔ [محقق] گذشتہ حدیث کی سند کی رو سے ممکن ہے کہ یہاں بھی ابوخیثمہ ہی کا نام ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔ [مترجم]

1669 ۔ صحیح مسلم ، کتاب الحج ، باب افاضة من عرفات الى المزدلفة ، حدیث ، 279 ۔ (1280) ۔ سنن أبی داؤد ، کتاب المناسك ، باب الدفعة من عرفة ، حدیث ، 1921 ۔ سنن النسائی ، کتاب مناسك الحج ، باب الجمع بین الصلاتین بالمزدلفة ، حدیث ، 3031 ۔ مزید دیکھیے: حدیث نمبر: 26، 27، 37، 38، 40، 41، 42، 43، 44۔

ترجمة الحديث سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب نبی کریم ﷺ گھاٹی پر پہنچے تو سواری سے نیچے اترے اور پیشاب کیا ......سیدنا اسامہ نے ''پیشاب کیا'' کہا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے ''أهْرَاقَ الْمَاءَ '' (یعنی: پانی بہایا) کے الفاظ استعمال نہیں کیے...... (سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) پھر میں نے پانی انڈیلا تو نبی کریم ﷺ نے ہلکا پھلکا وضو کیا۔ پھر میں نے کہا: نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز آگے چل کر پڑھیں گے۔ پھر جب آپ ﷺ مزدلفہ پہنچے تو آپ ﷺ نے مغرب پڑھی، پھر لوگوں نے اپنے خیمے چھوڑے اور نماز عشا پڑھی۔

شرح الحديث اس حدیث کی وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 35 کی توضیح کا مطالعہ کریں۔

[**40**]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسحَاقُ بنُ إِبرَاهِيمَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ زَيدٍ ، عَن إِبرَاهِيمَ بنِ عُقبَةَ، عَن كُرَيبٍ مَولَى ابنِ عَبَّاسٍ ، عَن أُسَامَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ حَيثُ أَفَاضَ مِن عَرَفَةَ ، دَخَلَ الشِّعبَ فَقَضَى حَاجَتَهُ ، ثُمَّ أَتَيتُهُ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ ، قُلتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ المَغرِبَ۔ قَالَ: المُصَلَّى أَمَامَكَ .

تخريج الحديث صحیح البخاری، کتاب الحج، باب النزول بین عرفة وجمع، ح، 1669 ۔ صحیح مسلم ، کتاب الحج ، باب افاضة من عرفات الى المزدلفة ، حدیث ، 279 ۔ (1280) ۔ سنن أبی داؤد ، کتاب المناسك ، باب الدفعة من عرفة ، حدیث ، 1921 ۔ سنن النسائی ، کتاب مناسك الحج ، باب الجمع بین الصلاتین بالمزدلفة ، حدیث ، 3031 ۔ مزید دیکھیے: حدیث نمبر: 26، 27 ، 37 ، 38 ، 39، 41 ، 42 ، 43 ، 44 .

ترجمة الحديث سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ عرفہ سے نکلے اور گھاٹی میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے قضائے حاجت کی۔ پھر میں آپ ﷺ کے پاس پانی لایا تو آپ ﷺ نے وضو کیا۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز پڑھنے کا مقام آگے ہے۔

شرح الحدیث اس حدیث کی وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 35 کی توضیح کا مطالعہ کریں۔

[**41**]...... حَـدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَاهُ عُبَيدُ اللّٰهِ بنُ عُمَرَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ زَيدٍ ، عَـن مُـوسَى بنِ عُقبَةَ ، قَالَ حَمَّادٌ: وَقَد سَمِعتُ أَخَاهُ إِبرَاهِيمَ بنَ عُقبَةَ ، يُخبِرُ بِهِ أَيضًا ، عَـن كُـرَيبٍ ، عَن أُسَامَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ حَيثُ أَفَاضَ مِن عَرَفَةَ دَخَلَ الشِّعبَ ، فَقَضَى حَاجَتَهُ ، فَأَتَيتُهُ بِمَاءٍ ، فَقُلتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! صَلَاةَ المَغرِبِ۔ قَالَ: الصَّلَاةُ أَمَامَكَ .

تخریج الحدیث صحيح البخاری ، كتاب الحج ، باب النزول بين عرفة و جمع ، حديث ، 1669 ۔ صـحيح مسلم ، كتاب الحج ، باب افاضة مـن عرفات الى المزدلفة ، حديث ، 279 ۔ (1280) ۔ سـنـن أبـى داؤد ، كتـاب الـمناسك ، باب الدفعة من عرفة ، حديث ، 1921 ۔ سنن الـنسـائـی ، كتاب مناسك الحج ، باب الجمع بين الصلاتين بالمزدلفة ، حديث ، 3031 ۔ مزید دیکھیے: حدیث نمبر: 26، 27، 37، 38، 39، 42، 43، 44۔

ترجمة الحدیث سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ عرفہ سے نکلے اور گھاٹی میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے قضائے حاجت کی۔ پھر میں آپ ﷺ کے پاس پانی لایا۔ اور میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! نمازِ مغرب کا وقت ہوگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز آگے چل کر پڑھیں گے۔

شرح الحدیث اس حدیث کی وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 35 کی توضیح کا مطالعہ کریں۔

[**42**]...... حَـدَّثَـنَـا ابـنُ صَاعِدٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبرَاهِيمُ بنُ هَانِئٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيدُ اللّٰهِ بنُ مُـوسَـى وَقَبِيصَةُ ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفيَانُ ، عَن إِبرَاهِيمَ بنِ عُقبَةَ ، عَن كُرَيبٍ ، عَن أُسَامَةَ قَالَ: حَجَجنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ حَتَّـى إِذَا بَلَغَ البَيتَ الَّذِى يَنِيخُ عِندَهُ الأُمَرَاءُ ، نَزَلَ ، فَبَالَ ، ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءًا خَفِيفًا ، فَقُلتُ: الصَّلَاةَ۔ فَقَالَ: الصَّلَاةُ أَمَامَكَ ، حَتَّى أَتَى جَمعًا ، ثُمَّ أَقَـامَ المَغرِبَ فَصَلَّى ، ثُمَّ لَم يَحُلَّ أَحَدُهُم حَتَّى أَقَامَ العِشَاءَ فَصَلَّى . وَهَذَا لَفظُ حَدِيثِ عُبَيدِ اللّٰهِ بنِ مُوسَى .

تخریج الحدیث صحيح البخاری ، كتاب الحج ، باب النزول بين عرفة و جمع ، حديث ، 1669 ۔ صـحيح مسلم ، كتاب الحج ، باب افاضة مـن عرفات الى المزدلفة ، حديث ، 279 ۔ (1280) ۔ سـنـن أبـى داؤد ، كتـاب الـمناسك ، باب الدفعة من عرفة ، حديث ، 1921 ۔ سنن

النسائی ، کتاب مناسك الحج ، باب الجمع بين الصلاتين بالمزدلفة ، حديث ، 3031 ۔ مزید دیکھیے: حدیث نمبر: 26، 27، 37، 38، 39، 41، 43، 44۔

ترجمة الحديث سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس مقام پر پہنچے، جہاں امراء اپنے سواریاں باندھتے تھے۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے اترے، پیشاب کیا، پھر مختصر سا وضو کیا۔ میں نے عرض کیا: نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز آگے جا کر پڑھیں گے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم چل پڑے) پھر مزدلفہ پہنچے تو نمازِ مغرب کی اقامت کہلوائی اور نماز پڑھی، پھر ابھی لوگ خیموں میں نہیں گئے تھے، کہ نمازِ عشا کی اقامت کہلوائی اور عشا بھی پڑھ لی۔ یہ الفاظ عبیداللہ بن موسیٰ کی روایت کے ہیں۔

شرح الحديث اس حدیث کی وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 35 کی توضیح کا مطالعہ کریں۔

[**43**]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بكرِ بنُ أَبِي شَيبَةَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبدُ اللّٰهِ بنُ المُبَارَكِ ، عَن إِبرَاهِيمَ بنِ عُقبَةَ ، قَالَ: حَدَّثَنِي كُرَيبٌ مَولَى ابنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: سَمِعتُ أُسَامَةَ ، يَقُولُ: أَفَاضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِن عَرَفَاتٍ ، فَلَمَّا أَتَينَا إِلَى الشِّعبِ نَزَلَ ، فَبَالَ ، ......وَلَم يَقُل أُسَامَةُ: أَهرَاقَ المَاءَ...... فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وُضُوءًا لَيسَ بِالبَالِغِ ، قَالَ: قُلتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! الصَّلَاةَ۔ قَالَ: الصَّلَاةُ أَمَامَكَ .

تخريج الحديث صحيح البخاری ، کتاب الحج ، باب النزول بين عرفة و جمع ، حديث ، 1669 ۔ صحيح مسلم ، کتاب الحج ، باب افاضة من عرفات الى المزدلفة ، حديث ، 279 ۔ (1280) ۔ سنن أبی داؤد ، کتاب المناسك ، باب الدفعة من عرفة ، حديث ، 1921 ۔ سنن النسائی ، کتاب مناسك الحج ، باب الجمع بين الصلاتين بالمزدلفة ، حديث ، 3031 ۔ مزید دیکھیے: حدیث نمبر: 26، 27، 37، 38، 39، 41، 42، 44۔

ترجمة الحديث سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے نکلے۔ جب ہم گھاٹی میں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پیشاب کیا۔ ......سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے "پانی بہایا" نہیں کہا...... پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور مختصر وضو کیا۔ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز آگے جا کر پڑھیں گے۔

شرح الحديث اس حدیث کی وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 35 کی توضیح کا مطالعہ کریں۔

[44]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَدِّي ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابنُ عُيَينَةَ ، عَن مُحَمَّدِ بنِ أَبِي حَرمَلَةَ وَإِبرَاهِيمَ بنِ عُقبَةَ ، عَن كُرَيبٍ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ: دَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِن عَرَفَةَ ، وَأَردَفَ أُسَامَةَ ، فَلَمَّا بَلَغَ الشِّعبَ نَزَلَ ، فَبَالَ ......وَلَم يَقُل: أَهرَاقَ المَاءَ...... قَالَ أُسَامَةُ: فَصَبَبتُ عَلَيهِ مِنَ الإِدَاوَةِ ، فَتَوَضَّأَ وُضُوءًا خَفِيفًا ، قُلتُ: الصَّلَاةَ۔ قَالَ: الصَّلَاةُ أَمَامَكَ۔ ثُمَّ أَتَى المُزدَلِفَةَ ، فَصَلَّى المَغرِبَ ، ثُمَّ رَفَعَ رَحلَهُ ثُمَّ صَلَّى العِشَاءَ .

قَالَ سُفيَانُ: أَتَمُّهُمَا حَدِيثُ إِبرَاهِيمَ إِلَى قَولِهِ الصَّلَاةُ أَمَامَكَ وَالزِّيَادَةُ مِن حَدِيثِ ابنِ أَبِي حَرمَلَةَ۔

تخريج الحديث صحيح البخارى ، كتاب الحج ، باب النزول بين عرفة و جمع ، حديث ، 1669 ـ صحيح مسلم ، كتاب الحج ، باب افاضة من عرفات الى المزدلفة ، حديث ، 279 ـ (1280) ـ سنن أبى داؤد ، كتاب المناسك ، باب الدفعة من عرفة ، حديث ، 1921 ـ سنن النسائى ، كتاب مناسك الحج ، باب الجمع بين الصلاتين بالمزدلفة ، حديث ، 3031 ـ مزید دیکھیے: حدیث نمبر: 26، 27، 37، 38، 39، 41، 42، 43۔

ترجمة الحديث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ عرفہ سے نکلے اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے ساتھ سوار کرلیا۔ جب آپ ﷺ گھاٹی میں پہنچے تو آپ ﷺ سواری سے اترے، اور پیشاب کیا۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے برتن سے پانی بہایا، آپ ﷺ نے اس سے مختصر وضو کیا۔ میں نے عرض کیا: نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز آگے چل کر پڑھیں گے۔ پھر آپ ﷺ مزدلفہ پہنچے تو مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر اپنی سواری کو اٹھایا، پھر نمازِ عشا پڑھی۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ابراہیم بن عقبہ کی بیان کردہ حدیث ''نماز آگے چل کر پڑھیں گے'' تک ہے۔ جبکہ اس کے بعد والے الفاظ کا اضافہ محمد بن ابی حرملہ کی بیان کردہ حدیث میں ہے۔

شرح الحديث اس حدیث کی وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 35 کی توضیح کا مطالعہ کریں۔

[45]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكرِ بنُ أَبِي شَيبَةَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفيَانُ بنُ عُيَينَةَ ، عَن إِبرَاهِيمَ بنِ عُقبَةَ ، عَن كُرَيبٍ ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: أَخبَرَنِي أُسَامَةُ

، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَفَاضَ مِن عَرَفَاتٍ . . . ـ وَذَكَرَ الحَدِيثَ . وَرَوَى زُهَيرٌ هَذَا الحَدِيثَ عَن إِبرَاهِيمَ بنِ عُقبَةَ أَتَمَّ مِن حَدِيثِ ابنِ عُيَينَةَ وَغَيرِهِ .

تخریج الحدیث صحيح البخارى ، كتاب الحج ، باب النزول بين عرفة و جمع ، حديث ، 1669 ـ صحيح مسلم ، كتاب الحج ، باب افاضة من عرفات الى المزدلفة ، حديث ، 279 ـ (1280) ـ سنن أبى داؤد ، كتاب المناسك ، باب الدفعة من عرفة ، حديث ، 1921 ـ سنن النسائى ، كتاب مناسك الحج ، باب الجمع بين الصلاتين بالمزدلفة ، حديث ، 3031 ـ مزید دیکھیے: حدیث نمبر: 26، 27، 37، 38، 39، 41، 43، 44۔

ترجمة الحدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مجھے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ عرفات سے نکلے.....اس کے بعد مکمل حدیث بیان کی۔

زہیر بن حرب نے بھی یہ حدیث ابراہیم بن عقبہ سے روایت کی ہے، جو سفیان بن عیینہ وغیرہ کی حدیث کی نسبت مکمل ہے۔ ❶

شرح الحدیث اس حدیث کی وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 35 کی توضیح کا مطالعہ کریں۔

[46]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمرٌو ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكُ بنُ إِسمَاعِيلَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسرَائِيلُ ، عَنِ الأَشعَثِ ، عَن أَبِيهِ ، عَن عَبدِ اللّٰهِ بنِ عُمَرَ ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَمشِي بَينَ أُسَامَةَ بنِ زَيدٍ وَبِلَالٍ ، حَتَّى دَخَلَ الكَعبَةَ ، وَفِيهَا خَشَبَةٌ مَعرُوضَةٌ ، فَلَمَّا خَرَجَ أُسَامَةُ ، سَأَلتُهُ: كَيفَ صَنَعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: تَرَكَ مِنَ الخَشَبَةِ ثُلُثَيهَا عَن يَمِينِهِ وَصَلَّى فِي الثُّلُثِ البَاقِي عَن شِمَالِهِ ـ قُلتُ: كَم صَلَّى؟ قَالَ: لَم أَسأَلهُ عَنهَا .

تخریج الحدیث صحيح: مسند البزار: 192/4، حديث: 1347 .

ترجمة الحدیث ابوشعثا سلیم بن اسود رحمہ اللہ کہتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ، اسامہ بن زید اور بلال بن رباح رضی اللہ عنہما کے درمیان چل رہے تھے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کعبہ (بیت اللہ) میں داخل ہو گئے۔ وہاں ایک لکڑی پڑی ہوئی تھی۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما باہر تشریف لائے تو میں نے ان سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ نے کیا کیا؟ انھوں نے بتایا کہ آپ ﷺ نے وہاں پڑی ہوئی لکڑی کا

❶ زہیر بن حرب کی بیان کردہ حدیث، اسی کتاب میں 26 نمبر پر مذکور ہے۔

دوتہائی حصہ اپنی دائیں طرف چھوڑا، اور ایک تہائی آپ ﷺ کی بائیں جانب تھا، آپ ﷺ نے وہاں نماز پڑھی۔ ابوشعثاء رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: نبی کریم ﷺ نے کتنی نماز پڑھی؟ انھوں نے فرمایا: یہ تو میں نے اسامہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا ہی نہیں تھا۔

شرح الحدیث وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 19 کی توضیح کا مطالعہ کیجیے۔

[**47**]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا الرَّمَادِيُّ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُؤَمِّلُ بنُ إِسمَاعِيلَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسرَائِيلُ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَشعَثُ وَهُوَ ابنُ سُلَيمٍ ، عَن أَبِيهِ ، عَن عَبدِ اللّٰهِ بنِ عُمَرَ ، قَالَ: جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَمشِي بَينَ أُسَامَةَ وَبِلَالٍ ، حَتَّى دَخَلَ الكَعبَةَ۔ وَفِيهَا خَشَبَةٌ مَعرُوضَةٌ۔ فَلَمَّا خَرَجَ أُسَامَةُ سَأَلتُهُ ، كَيفَ صَنَعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: تَرَكَ مِنَ الخَشَبَةِ ثُلُثَيهَا عَن يَمِينِهِ وَصَلَّى فِي الثُّلُثِ البَاقِي عَن شِمَالِهِ۔ قُلتُ: كَمْ صَلَّى؟ قَالَ: سَل بِلَالًا .

تخریج الحدیث صحیح: مسند البزار : 192/4 ، حدیث ، 1347 .

ترجمۃ الحدیث ابوشعثا سلیم بن اسود (تابعی) رحمہ اللہ کہتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ اسامہ بن زید اور بلال بن رباح رضی اللہ عنہما کے درمیان چلتے ہوئے تشریف لائے۔ آپ ﷺ کعبہ (بیت اللہ) میں داخل ہوگئے۔ وہاں ایک لکڑی پڑی ہوئی تھی۔ جب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما باہر آئے تو میں نے ان سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ نے (بیت اللہ میں) کیا کیا؟ انھوں نے بتایا کہ آپ ﷺ نے پڑی ہوئی لکڑی کا دو تہائی اپنی دائیں جانب اور ایک تہائی اپنی بائیں جانب چھوڑ کر وہاں نماز پڑھی۔ ابوشعثا سلیم بن اسود رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ ﷺ نے کتنی نماز پڑھی؟ انھوں نے فرمایا: یہ بات سیدنا بلال سے پوچھیں۔

شرح الحدیث وضاحت کے لیے حدیث نمبر: 19 کی توضیح کا مطالعہ کیجیے۔



أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ أُسَامَةَ بنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہما

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ احادیث

[48]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكرِ بنُ أَبِي شَيبَةَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَيدُ بنُ الحُبَابِ ، قَالَ: حَدَّثَنِي ثَابِتُ بنُ قَيسٍ أَبُو الغُصنِ ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ المَقبُرِيُّ ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيرَةَ ، عَن أُسَامَةَ بنِ زَيدٍ ، قَالَ: قُلتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! رَأَيتُكَ تَصُومُ مِن شَعبَانَ صَومًا لَا تَصُومُهُ فِي شَيءٍ مِنَ الشُّهُورِ إِلَّا فِي شَهرِ رَمَضَانَ۔ قَالَ: ذَاكَ شَهرٌ يَغفَلُ النَّاسُ عَنهُ بَينَ رَجَبٍ وَشَهرِ رَمَضَانَ ، تُرفَعُ فِيهِ أَعمَالُ النَّاسِ۔ فَأُحِبُّ أَن لَا يُرفَعَ عَمَلِي إِلَّا وَأَنَا صَائِمٌ .

تخریج الحدیث حسن: سنن النسائی ، کتاب الصیام ، باب صوم النبی صلی الله علیه وسلم بأبی هو و أمی ، حدیث ، 2357 ـ مصنف عبدالرزاق : 314/4 ، حدیث ، 7917 ـ مسند إبن أبی شیبة : 127/1 ، حدیث ، 166 ـ مصنف ابن أبی شیبة : 346/2 ، حدیث ، 9665 ـ مسند أحمد بن حنبل ، حدیث ، 21753 .

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا: میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں دیکھتا ہوں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) شعبان میں جس قدر روزے رکھتے ہیں، رمضان کے علاوہ اس قدر کسی مہینے میں روزے نہیں رکھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ رجب اور رمضان کے درمیان ایسا مہینہ ہے جس سے لوگ غفلت کا شکار ہیں۔ حالانکہ اس مہینے میں لوگوں کے اعمال اوپر پہنچائے جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کی میرے اعمال پیش ہوں تو میرا روزہ ہو۔

شرح الحدیث روزہ اسلام میں اہم ترین عبادت ہے۔ اور اسلام کے بنیادی فرائض میں سے ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بُنِيَ الإِسلَامُ عَلَى خَمسٍ: شَهَادَةِ أَن لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ ،

وَ إِقَامِ الصَّلَاةِ ، وَ إِيتَاءِ الزَّكَاةِ ، وَ الحَجِّ ، وَ صَومِ رَمَضَانَ .)) ❶

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: ❶ ''لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ ، مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰه'' کی شہادت دینا۔ (یعنی یہ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے، اور محمد ﷺ یقیناً اللہ کے رسول ہیں) ❷ نماز قائم کرنا ❸ زکوۃ ادا کرنا ❹ حج کرنا ❺ رمضان کے روزے رکھنا''

روزہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قدر محبوب عمل ہے کہ دیگر اعمال صالحہ کی نسبت اس کا اجر لامحدود ہے۔ ایک حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((الصَّومُ لِي وَأَنَا أَجزِي بِهِ)) ❷

یعنی: روزہ دار میرے لیے روزہ رکھتا ہے، تو اس کا اجر میں ہی دوں گا (اس کا اجر فرشتوں سے نہیں لکھواؤں گا)۔ اور روزہ کی حالت میں بھوک کی وجہ سے انسان کے منھ سے محسوس ہونے والی بو بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر فرمایا:

((وَالَّذِي نَفسِي بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطيَبُ عِندَ اللّٰهِ تَعَالَى مِن رِيحِ المِسكِ .)) ❸

''مجھے اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً روزہ دار کے منھ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی مہک سے زیادہ پاک (پسندیدہ) ہے۔''

روزے کی اقسام:

روزہ کی دو قسمیں ہیں: ①...فرض ②...نفل

روزہ اپنی دونوں صورتوں میں اسلام کا بنیادی اور اہم رکن ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دیہاتی آیا اور اس نے اسلامی تعلیمات کے متعلق دریافت کیا۔ تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا تھا: دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ اس نے پوچھا: اس کے علاوہ بھی نمازیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فرض تو یہی ہیں البتہ اگر نفل پڑھنا چاہو تو پڑھ لو۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے فرمایا: رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں۔ اس شخص نے

❶ صحيح البخاري ، كتاب الايمان ، باب قول النبي ﷺ بني الإسلام على خمس ، حديث ، 8 .

❷ صحيح البخاري ، كتاب التوحيد، باب يريدون أن يبدلوا كلام الله، حديث، 7492 .

❸ صحيح البخاري ، كتاب الصوم ، باب فضل الصوم ، حديث ، 1894 ـ صحيح مسلم ، كتاب الصيام ، باب فضل الصيام ، حديث ، 161 ـ (1151) .

پوچھا: اس کے علاوہ بھی روزے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: فرض تو نہیں، البتہ اگر تم نفل روزے رکھنا چاہو تو رکھ لو۔ پھر آپ ﷺ نے زکوۃ کا ذکر فرمایا تو اس شخص نے پوچھا: اس کے علاوہ بھی کچھ (خرچ کرنا) میرے ذمے ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فرض تو زکوۃ ہی ہے؛ البتہ اگر تم نفل (صدقہ) کرنا چاہو تو کرلو۔ پھر وہ شخص یہ کہتے ہوئے واپس چلا گیا کہ اللہ کی قسم! میں اس میں اضافہ کروں گا نہ ہی کمی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ اپنی بات میں سچا ہے تو کامیاب ہوگیا۔'' ❶

فرض روزہ:

فرض روزہ سے مراد وہ روزہ ہے جس کا بروقت رکھنا لازم ہو۔ اور اگر بروقت نہ رکھ سکے تو قضا کے طور پر بعد میں رکھنا بھی لازم ہی رہے۔ فرض روزے کی تین مختلف نوعیتیں ہیں:

❶:...... رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی وجہ سے رمضان المبارک میں روزے نہیں رکھ سکا تو اس کے ذمہ ان روزوں کی قضا فرض ہی رہے گی۔

❷:...... کوئی انسان کسی معاملے میں نذر مان لے کہ میرا فلاں مسئلہ حل ہو جائے، فلاں کام ہو جائے تو میں روزہ رکھوں گا، جسے منذور روزہ کہا جاتا ہے۔ یہ روزہ بھی نذر ماننے والے کے ذمہ فرض ہوتا ہے۔

❸:...... بعض مذہبی اور معاشرتی معاملات کی اصلاح کے لیے کفارے کے طور پر روزے رکھنے کا شریعت حکم دیتی ہے۔ ایسے روزے بھی فرض کے زمرے میں آتے ہیں۔ مثلا! قسم کا کفارہ، نذر کا کفارہ، سر میں تکلیف کے باعث حالت احرام میں سر منڈانے کے کفارہ میں تین روزے۔ [البقرۃ: 196] حالت احرام میں شکار کرنے کا کفارہ۔ [المائدۃ: 95]، حج قران یا حج تمتع کرنے والا شخص اگر قربانی نہ کر پائے تو اس کے کفارہ کے طور پر تین روزے ایام حج میں اور سات واپس آ کر رکھے [البقرۃ: 196]، حالت روزہ میں بیوی سے جماع کرنے کے کفارہ کی ایک شق: دو ماہ کے روزے، ❷ ظہار یعنی بیوی کو ماں کہنے کے کفارہ کی ایک شق: دو ماہ مسلسل روزے [المجادلۃ: 4]، قتل خطا یعنی غلطی سے قتل ہو جانے کا کفارہ دو ماہ کے روزے [النساء: 92] وغیرہ۔ یہ تمام روزے کفارے کے طور پر فرض قرار پاتے ہیں۔

فرض روزہ کسی بھی نوعیت کا ہو، اسے رکھنا ہی ہوگا، اگر کسی شرعی عذر کی بنا پر بروقت روزہ نہ رکھ سکے تو انسان

❶ صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب الزکاۃ من الاسلام، حدیث، 46.

❷ صحیح البخاری: 192.

کو اس روزے کی قضا دینا ہوگی اور اگر روزہ رکھنے سے عاجز آجائے تو اس کا کفارہ دینا ہوگا۔ اگر نذر یا کفارے کا روزہ نہیں رکھ سکا اور موت واقع ہوگئی تو اس روزے کی ادائیگی اس شخص کے ورثا کے ذمہ ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَن مَاتَ وَعَلَيهِ صِيَامٌ صَامَ عَنهُ وَلِيُّهُ .)) ❶

''جو شخص فوت ہوگیا، اور اس کے ذمہ روزہ تھا، تو اس کی طرف سے اس کا وارث روزہ رکھے گا۔''

نفل روزہ:

فرض روزوں کے بعد نفل روزے کی اہمیت ہے۔ نفل روزوں سے مراد وہ تمام روزے ہیں جو فرض نہیں لیکن ہمارے پیارے نبی ﷺ نے رکھے اور رکھنے کی ترغیب دی ہے۔ مثلاً! ہر قمری مہینے کی 13 ، 14 اور 15 تاریخ کو روزہ رکھنا، ❷ ماہ شوال کی یکم تاریخ کے بعد چھ روزے رکھنا۔ ❸ یوم عرفہ یعنی 9 ذوالحجہ کا روزہ رکھنا، ❹ ماہِ محرم میں روزے رکھنا۔ ❺ یوم عاشوراء یعنی دس محرم کا روزہ رکھنا۔ ❻ ماہ شعبان کے روزے [دیکھئے حدیث نمبر: 48 اور 49]، سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھنا [دیکھئے اگلی حدیث، نمبر: 49]۔ اس کے علاوہ بھی نفل روزے کی متعدد صورتیں ہیں، جنھیں فقہ اسلامی کی کتب میں بالتفصیل دیکھا جاسکتا ہے۔

روزہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہایت پسندیدہ عمل ہے۔ اسی لیے نفل عبادات میں رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ کثرت سے نفل روزے رکھتے تھے۔ تمام نفل روزوں کے پیچھے کوئی نہ کوئی حکمت موجود ہے۔ جیسا کہ شعبان میں نفل روزے رکھنے کی حکمت رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے کہ شعبان ایسا مہینہ ہے جس میں لوگوں کے اعمال اوپر پہنچائے جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کی میرے اعمال پیش ہوں تو میرا روزہ ہو۔

اسی طرح سوموار اور جمعرات کے روزے کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دو دن ایسے ہیں، جن میں اعمال اوپر بھیجے جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال اوپر جائیں تو میرا روزہ ہو۔

چونکہ روزہ ہی ایک ایسی عبادت اور ایسی نیکی ہے جو سارے دن پر محیط ہوتی ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے سوموار اور جمعرات کے دن روزہ رکھنے کا معمول اپنایا کہ ان دنوں میں کسی بھی وقت اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں

❶ صحيح البخاري ، كتاب الصوم، باب من مات وعليه صوم ، حديث ، 1952 .
❷ صحيح البخاري: 1981 . ❸ صحيح مسلم: 1164 .
❹ صحيح مسلم: 1162 . ❺ صحيح مسلم: 1163 .
❻ صحيح مسلم:1162 .

پیش کیے جائیں تو میرے اعمال میں نیکی، روزے کی صورت میں موجود ہو۔

ایک حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے سوموار کے روزے کی حکمت یوں بیان فرمائی ہے:

((ذَاكَ يَومٌ وُلِدتُ فِيهِ وَيَومٌ بُعِثتُ .)) ❶

''یہ ایسا دن ہے جب میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھے نبوت عطا کی گئی۔''

اس حدیث کے پیش نظر سوموار کے روزے کی حکمت میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بحیثیت امتی اگر ہم اس روزے کو معمول بنالیں تو سنت پر عمل کا ثواب اپنی جگہ مسلمہ ہے، البتہ ہمارے اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے تو ان میں فرشتوں کی گواہی ہوگی کہ یہ انسان روزے سے ہے۔ اور سوموار کا روزہ رکھنا ہماری طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور شکرانہ ہوگا کہ اس نے اس دن ہمیں دو طرح کی برکات سے نوازا، ایک برکت اپنے نبی کو دنیا میں پیدا فرما کر جہالت اور لاقانونیت کی سرکوبی کی صورت میں اور دوسری برکت اسی روز اپنے نبی کو باقاعدہ مبعوث فرما کر ہماری ہدایت کا سامان فرمایا۔ ہم جس قدر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہیں، کم ہے۔ جبکہ مجموعی طور پر ہماری کیفیت یہ ہے کہ بدقسمتی سے ہم نے بعض سنتوں کو بھلا ہی دیا ہے، جن میں ایک سنت سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھنا ہے۔

اسی طرح ہمارے اعمال کا سالانہ ریکارڈ اللہ تعالیٰ کے ہاں، ماہ شعبان میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے بعد سب سے زیادہ تعداد میں روزے، ماہ شعبان میں رکھنے کو معمول بنایا۔

ماہ شعبان کی فضیلت میں ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا سُمِّيَ شَعبَانُ لأَنَّهُ يَنشَعِبُ فِيهِ خَيرٌ كَثِيرٌ لِلصَّائِمِ حَتَّى يَدخُلَ الجَنَّةَ)) ❷

''ماہ شعبان کا نام (شعبان) اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس میں روزے دار کے لیے نیکیاں کثرت سے جمع ہوتی ہیں، حتی کہ وہ روزہ دار جنت میں داخل ہو جائے گا۔''

یہ روایت موضوع، من گھڑت ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ ❸

شعبان کی فضیلت میں اتنا کافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمادیا کہ اس مہینہ میں انسان کے اعمال بارگاہ الٰہی میں پہنچائے جاتے ہیں۔ اور یہ بات صحیح سند سے ثابت ہے۔

❶ صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب استحباب ثلاثة ايام من كل شهر، حديث، 197 ـ (1162).

❷ التدوين فی أخبار قزوين، للرافعی: 153/1.

❸ سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيئ فی الأمة، 209/7، روایت نمبر: 3223.

نامۂ اعمال میں روزے جیسی عظیم نیکی کا بکثرت ہونا بڑی سعادت کی بات ہے۔ روز قیامت جہاں دیگر اعمال صالحہ انسان کے لیے باعث نجات و کامیابی ہوں گے وہاں روزہ اللہ تعالیٰ کے حضور گزارش اور بھرپور سفارش کر کے انسان کی عملی کوتاہیوں کی معافی طلب کرے گا اور اپنے مالک کو جنت میں داخلے کا حقدار بنائے گا۔ میدان محشر میں جب اعمال نامے تولے جا رہے ہوں گے ایسے کٹھن ترین مرحلہ میں جس شخص کو کوئی سفارشی مل جائے گا جو اسے یقینی طور پر معافی دلوا کر جنت کا وارث بنوا دے گا؛ تو یہ یقیناً بہت بڑی کامیابی ہوگی۔

[49]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو خَيثَمَةَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ العَقَدِيُّ ، عَن أَبِي الغُصنِ ثَابِتِ بنِ قَيسٍ ، قَالَ: سَمِعتُ أَبَا سَعِيدٍ المَقبُرِيَّ ، عَنِ ابنِ الحِبِّ يَعنِي أُسَامَةَ بنَ زَيدٍ أَو عَن أَبِي هُرَيرَةَ ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَصُومُ الأَيَّامَ يَسرُدُهُنَّ حَتَّى نَقُولَ: لَا يُرِيدُ أَن يَصُومَ إِلَّا يَومَينِ مِنَ الجُمُعَةِ، إِن دَخَلَا فِي صَومِهِ دَخَلَا ، وَإِن وَافَقَ إِفطَارَهُ صَامَهُمَا ، وَكَانَ يَصُومُ فِي شَهرٍ مِنَ الشُّهُورِ صَومًا مَا يَصُومُهُ فِي شَيءٍ مِنَ الشُّهُورِ أَكثَرَ إِلَّا فِي رَمَضَانَ۔ فَقُلتُ لَهُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ رَأَيتُكَ تَصُومُ الأَيَّامَ تَسرُدُهُنَّ لَا تَكَادُ أَن تُفطِرَ ثُمَّ تُفطِرُ الأَيَّامَ تَسرُدُهُنَّ لَا تَكَادُ أَن تَصُومَ إِلَّا يَومَينِ مِنَ الجُمُعَةِ إِن دَخَلَا فِي صَومِكَ دَخَلَا وَإِن وَافَقَا فِطرًا صُمتَهُمَا۔ قَالَ: أَيُّ يَومَينِ؟ قُلتُ: يَومُ الاثنَينِ وَالخَمِيسِ۔ قَالَ: ذَينَكَ يَومَينِ تُعرَضُ فِيهِمَا الأَعمَالُ ، فَأُحِبُّ أَن يُعرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ۔ قُلتُ: وَرَأَيتُكَ تَصُومُ شَهرًا مِنَ السَّنَةِ صَومًا لَا تَصُومُهُ فِي شَهرٍ يَعنِي مِنَ الشُّهُورِ أَكثَرَ إِلَّا فِي رَمَضَانَ۔ قَالَ: أَيُّ شَهرٍ قُلتُ: شَعبَانَ۔ قَالَ: ذَلِكَ شَهرٌ بَينَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ يَغفُلُ النَّاسُ عَنهُ وَهُوَ شَهرٌ تُرفَعُ فِيهِ الأَعمَالُ إِلَى رَبِّ العَالَمِينَ ، وَأُحِبُّ أَن يُرفَعَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ .

تخريج الحديث حسن: سنن النسائی ، کتاب الصیام ، باب صوم النبی صلی الله علیه وسلم بأبی هو و أمی ، حدیث ، 2357 ـ مصنف عبدالرزاق : 314/4 ، حدیث ، 7917 ـ مسند إبن أبی شیبة : 127/1 ، حدیث ، 166 ـ مصنف ابن أبی شیبة : 346/2 ، حدیث ، 9665 ـ مسند أحمد بن حنبل ، حدیث ، 21753 .

ترجمة الحديث سیدنا اسامہ بن زید یا سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دنوں کے

تسلسل کے ساتھ (ایک ترتیب) سے روزے رکھتے تھے۔ ہم کہتے کہ آپ ﷺ ہفتے میں جن دو دنوں کا روزہ رکھنا پسند کرتے ہیں، اگر وہ دو دن آپ کے روزہ رکھنے کی ترتیب میں آتے تب تو آپ ان کا روزہ رکھتے ہی تھے، لیکن اگر وہ دونوں دن روزہ چھوڑنے کی ترتیب میں آتے تو تب بھی آپ ان دو ایام کا روزہ رکھ لیتے۔ اور ایک ایسا مہینہ ہے جس میں آپ ﷺ رمضان کے علاوہ سال بھر کے دیگر مہینوں کی نسبت زیادہ روزے رکھتے تھے۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں دیکھتا ہوں کہ آپ اس قدر مسلسل روزے رکھتے ہیں؛ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کسی دن کا روزہ نہیں چھوڑیں گے۔ اور جب آپ روزہ رکھنا چھوڑتے ہیں تو آپ (ﷺ) ہفتے کے دو دنوں کے علاوہ کسی دن کا روزہ نہیں رکھتے۔ اگر روزے رکھنے کی ترتیب میں وہ دو دن آجائیں تب تو آپ ان دو ایام کا روزہ رکھتے ہی ہیں، لیکن اگر وہ دو دن روزہ چھوڑنے کی ترتیب میں آجائیں تو پھر بھی آپ ان کا روزہ رکھ لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: وہ کون سے دو دن ہیں؟ میں نے عرض کیا: سوموار اور جمعرات۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دو دن ایسے ہیں، جن میں اعمال اوپر بھیجے جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال اوپر جائیں تو میرا روزہ ہو۔ میں نے عرض کیا: میں نے دیکھا ہے کہ رمضان کے علاوہ ایک ایسا مہینہ ہے جس میں آپ کثرت سے روزے رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: وہ کون سا مہینہ ہے؟ میں نے عرض کیا: وہ شعبان ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: رجب اور رمضان کے درمیان یہ ایسا مہینہ ہے جس سے لوگ غافل ہیں۔ جبکہ اس مہینہ میں لوگوں کے اعمال؛ رب العالمین کو پہنچائے جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال اوپر پہنچائے جائیں تو میرا روزہ ہو۔

شرح الحدیث اس حدیث کی وضاحت کے لیے گزشتہ حدیث کی توضیح کا مطالعہ کیجئے۔



جَابِرُ بنُ عَبدِ اللّٰهِ عَن أُسَامَةَ رضي الله عنهما

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ احادیث

[50]...... حَـدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكرِ بنُ أَبِي شَيبَةَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ سُلَيمَانُ بـنُ حَيَّـانَ ، عَـن حَرَامِ بنِ عُثمَانَ ، عَن أَبِي عَتِيقٍ ، عَن جَابِرٍ ، أَنَّهُ كَانَ يَستَاكُ إِذَا أَخَذَ مَضجَعَهُ ، وَإِذَا قَامَ مِنَ اللَّيلِ ، وَإِذَا خَرَجَ إِلَى صَلَاةِ الصُّبحِ۔ قَالَ: فَقُلتُ لَهُ: لَقَد شَقَقتَ عَلَى نَفسِكَ۔ فَقَالَ: إِنَّ أُسَامَةَ أَخبَرَنِي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَستَاكُ هٰذَا السِّوَاكَ .

تخریج الحدیث ضعیف۔ مسند ابن أبي شيبة : 127/1 ، حديث ، 165 ۔ مصنف ابن أبي شيبة : 155/1 ، حديث ، 1788 .

ترجمة الحدیث ابوعتیق رحمہ اللہ کہتے ہیں: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جب بستر پر (رات کے وقت) لیٹتے، جب رات کو (قیام کے لیے) اٹھتے اور جب نماز فجر کے لیے نکلتے تو مسواک کرتے تھے۔ میں نے ان سے کہا: آپ نے اپنی جان کو مشقت میں ڈالا ہوا ہے۔ انھوں نے فرمایا: مجھے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ان مواقع پر مسواک کیا کرتے تھے۔

شرح الحدیث یہ حدیث اور آئندہ حدیث نمبر 51 سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ لیکن ان میں دو اہم باتوں کی طرف اشارہ ہے۔ جو دیگر صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ اس لیے ان کی وضاحت کرنا بہت مناسب ہوگا۔

1 دین آسان ہے، اسے مشکل مت بناؤ:

کسی شرعی عمل کو اس طرح سے خود پر مسلط نہ کیا جائے کہ اس کی ادائیگی میں انسان تکلیف اور دشواری کا شکار ہو جائے۔ شریعت اسلامیہ ایسا کرنے سے شدید الفاظ میں منع کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جو کام جس طرح، جس موقع پر اور جس مقدار میں کیا ہے اس کام کو اسی طرح، اسی موقع پر، اسی مقدار میں ادا کرنا چاہیے۔ اپنی استطاعت سے بڑھ کر کوئی عمل انجام دینا نہایت غیر مناسب رویہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے پسند نہیں فرمایا۔ تین صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے گھر آئے اور انھوں نے آپ ﷺ کی ازواج مطہرات سے آپ ﷺ

کی عبادت گزاری کے بارے میں پوچھا۔ جب انھیں بتایا گیا تو انھوں نے کہا: آپ ﷺ کی حیات مبارکہ خطاؤں سے منزہ ہے پھر بھی آپ ﷺ اس قدر عبادت کرتے ہیں۔ ہم تو اس کے مقابلے میں بہت کم اعمال کرتے ہیں۔ اس لیے ان میں سے ایک نے کہا: میں رات بھر نماز پڑھا کروں گا اور نیند ترک کردوں گا۔ دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزے رکھوں گا کسی دن روزہ نہیں چھوڑوں گا۔ تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے دور رہوں گا کسی خاتون سے شادی ہی نہیں کروں گا۔ اس کے بعد وہ تینوں افراد چلے گئے۔

رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے تو آپ ﷺ کو ان تینوں اصحاب (رضی اللہ عنہم) کے ارادوں کے بارے میں بتایا گیا تو آپ ﷺ نے انھیں فرمایا:

((أَنْتُـمُ الَّذِينَ قُلْتُم كَذَا وَكَذَ؟ أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَخشَاكُم لِلَّهِ وَأَتقَاكُم لَهُ لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفطِرُ وَأُصَلِّي وَأَرقُدُ وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَن رَغِبَ عَن سُنَّتِي فَلَيسَ مِنِّي .)) [1]

''کیا تم لوگ ہو، جنھوں نے اس طرح کے ارادے ظاہر کیے ہیں؟ سنو! اللہ کی قسم، میں اللہ تعالیٰ سے تم سب کی نسبت زیادہ ڈرنے اور زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں۔ پھر بھی میں (نفل) روزے رکھتا بھی ہوں اور چھوڑتا بھی ہوں۔ (رات کے وقت) نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ اور میں نے عورتوں سے شادیاں بھی کی ہیں۔ جس شخص نے میرا طریقہ چھوڑا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔''

اسی طرح ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ ایک بوڑھے شخص کو اس کے بیٹوں نے اس کے دونوں اطراف سے سہارا دیا ہوا تھا اور وہ بابا جی اپنے بیٹوں کے سہارے سے چل رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: یہ کیا ماجرا ہے؟ اس بابا جی کے بیٹوں نے بتایا کہ یہ ہمارے ابا جان ہیں، انھوں نے نذر مانی تھی کہ حج کرنے کے لیے پیدل جائیں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اركَب أَيُّهَا الشَّيخُ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنكَ وَعَن نَذرِكَ .)) [2]

''بابا جی، سواری پر سوار ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سے اور آپ کی نذر سے غنی ہے۔''

لہٰذا کسی بھی عمل کو اپنے لیے مشقت کا باعث بنانا کوئی نیکی نہیں ہے۔ نیکی یہ ہے کہ انسان شریعت کے احکام پر اپنی استطاعت کے مطابق عمل پیرا رہے اور کوشش کرے کہ نیک اعمال پر مداومت رکھے۔ ام المومنین سیدہ

[1] صحيح البخاري ، كتاب النكاح ، باب الترغيب في النكاح ، حديث ، 5063 .

[2] صـحيح مسلم ، كتاب النذر ، باب من نذر أن يمشي إلى الكعبة ، حديث ، 10 ـ (1643) ـ سنن ابن ماجة ، كتاب الكفارات ، باب من نذر أن يحج ماشيا ، حديث ، 2135 .

عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنَّ أَحَبَّ الأَعمَالِ إِلَی اللّٰهِ أَدوَمُهَا وَإِن قَلَّ .)) ❶

''اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ عمل وہی ہے جس پر ہمیشگی و باقاعدگی کی جائے، اگرچہ وہ عمل تھوڑا ہی ہو۔''

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میرے پاس ایک خاتون بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا: یہ فلاں خاتون ہے جو کثرت سے (رات کے وقت) نمازیں پڑھنے میں معروف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَهْ ، عَلَيكُم بِمَا تُطِيقُونَ ، فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتَّی تَمَلُّوا ، وَكَانَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيهِ مَادَامَ عَلَيهِ صَاحِبُهُ .)) ❷

''چھوڑو، تمھیں اتنا ہی عمل کرنا چاہیے جتنی تم میں استطاعت ہے۔ اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ (ثواب دیتے) نہیں اکتاتے، جبکہ تم (مشقت سے عمل کرتے ہوئے) اُکتا جاؤ گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین دین تو وہی ہے جس پر مسلمان ہمیشگی کرے۔''

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ صحابہ کرام نے اپنی استطاعت سے بڑھ کر رات کی نماز پڑھنا شروع کردی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! خُذُوا مِنَ الْأَعمَالِ مَا تُطِيقُونَ ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتَّی تَمَلُّوا ، وَإِنَّ أَحَبَّ الأَعمَالِ إِلَی اللّٰهِ مَا دَامَ وَإِن قَلَّ .)) ❸

''لوگو! اتنے ہی اعمال کرو، جتنی تم میں استطاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ تو (ثواب دیتے) نہیں اکتاتا البتہ تم لوگ (مشقت سے عمل کرتے کرتے) اُکتا جاؤ گے۔ اور (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی عمل پسندیدہ ہے جس پر ہمیشگی کی جائے، چاہے وہ تھوڑا ہی ہو۔''

لہٰذا ہمیں شریعت پر عمل کرتے ہوئے اپنی استطاعت کو مدنظر رکھنا چاہیے، کہ ہم اس عمل کو اسی مقدار سے جاری رکھ سکیں گے یا نہیں۔ اور یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ استطاعت کے مطابق عمل اپنانا نوافل امور

❶ صحیح البخاری ، کتاب الرقاق ، باب القصد و المداومة علی العمل ، حدیث ، 6464.

❷ صحیح البخاری ، کتاب الإیمان ، باب أحب الدین إلی اللّٰه عزوجل أدومه، حدیث ، 43.

❸ صحیح البخاری ، کتاب اللباس ، باب الجلوس علی الحصیر ، حدیث ، 5861.

سے تعلق رکھتا ہے۔ جو کام فرض ہیں ان کی ادائیگی ضروری ہے۔ البتہ شریعت نے کسی شرعی عذر کی بنا پر ان فرائض کی ادائیگی کے طریقہ میں آسانیاں کردی ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ کوئی انسان یہ کہے کہ میں نماز اس لیے نہیں پڑھتا کہ مجھے معلوم ہے میں اس پر ہمیشگی نہیں کرسکتا۔ یا میں صرف دو نمازیں ہی پڑھتا ہوں، لیکن باقاعدگی سے پڑھتا ہوں، اس لیے میری طرف سے نماز کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔ اور دلیل یہ بنائے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر ہمیشگی کی جائے چاہے وہ تھوڑا ہی ہو۔

ہرگز نہیں، یاد رکھیے! اس حدیث کا تعلق نفل عبادت سے ہے۔ اور ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے دین نے کوئی بھی ایسا کام ہمیں کرنے کو نہیں کہا جو ہماری طاقت سے بڑھ کر اور ہمارے لیے دشوار ہو۔ جہاں پر کسی وجہ سے دشواری پیش آتی ہے، وہاں پر شریعت اسلامیہ نے ہمیں استثنائی صورتوں کے تحت آسانیاں میسر کی ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کا مزاج گرامی ایسا تھا کہ آپ ﷺ ہمیشہ آسان کام کو اپناتے تھے۔ تاکہ میری امت پر مشقت نہ پڑے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَينَ أَمرَينِ إِلَّا أَخَذَ أَيسَرَهُمَا .)) ❶

''رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو میں سے ایک عمل کو اپنانے کا اختیار دیا گیا، آپ ﷺ نے ہمیشہ آسان کو اختیار فرمایا۔''

رسول اللہ ﷺ نے رات کا ایک تہائی حصہ، بلکہ ایک حدیث کے مطابق آدھی رات گزر جانے کے بعد نمازِ عشا پڑھائی اور فرمایا: اگر میری امت کے لیے مشقت کا باعث نہ ہو تو عشا کی نماز اسی وقت پڑھاؤں۔ ❷

ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَولَا أَن أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي أَو عَلَى النَّاسِ لَأَمَرتُهُم بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ .)) ❸

''اگر میری امت پر مشقت نہ ہوتی تو میں انھیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دے دیتا۔''

ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ اگر میری امت پر مشقت نہ ہوتی تو میں انھیں ہر وضو کے ساتھ مسواک

❶ صحيح البخارى ، كتاب المناقب ، باب صفة النبى صلى الله عليه وسلم ، حديث ، 3560 .

❷ صحيح البخارى ، كتاب مواقيت الصلاة ، باب النوم قبل العشاء لمن غلب ، حديث ، 571 ـ صحيح مسلم ، كتاب المساجد و مواضع الصلاة ، باب وقت العشاء و تاخيرها ، حديث ، 639 ـ مسند السراج ، حديث ، 575 .

❸ صحيح البخارى ، كتاب الجمعة ، باب السواك يوم الجمعة ، حديث ، 888 .

کرنے کا حکم دے دیتا۔ ❶

ایک حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ کا فرمان ان الفاظ میں مذکور ہے:

((لَو لَا أَن أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي مَا قَعَدتُ خَلفَ سَرِيَّةٍ ، وَلَوَدِدتُ أَنِّي أُقتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ، ثُمَّ أُحيَا ، ثُمَّ أُقتَلُ ، ثُمَّ أُحيَا ، ثُمَّ أُقتَلُ .)) ❷

''اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خدشہ نہ ہوتا تو میں کسی بھی عسکری مہم سے پیچھے نہ رہتا، میں تو چاہتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں شہید کردیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کردیا جاؤں۔''

اسی طرح کی بے شمار مثالیں ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ہمیشہ آسانی فراہم کی ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیں مشقتوں سے بچایا ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ اپنے لیے بھی آسان عمل ہی اپنایا ہے کیونکہ آپ ﷺ کا عمل ہی امت کے لیے نمونہ و قابل اتباع ہے۔ اگر آپ ﷺ ہر نماز اور ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دے دیتے تو یہ ہمارے لیے دشواری کا باعث تھا۔ اسی لیے آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔ اسی طرح اگر آپ ﷺ آدھی رات کے وقت عشا کی نماز پڑھنے کا حکم دے دیتے تو امت کے لیے بہت مشکل پیدا ہوجاتی۔ اسی لیے آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔ اور اگر آپ ﷺ ہر کسی جنگ اور عسکری مہم میں شامل ہوتے تو امت کے ہر فرد پر یہ ضروری ہوجاتا کہ وہ میدان جہاد میں حاضر و شامل ہو۔ چونکہ یہ امت پر مشقت تھی اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ آسانیاں اپنائیں اور آسانیاں ہی اپنانے کی تعلیم دی۔

حاصل بحث یہ ہے کہ دین تو اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ ہر معاملے میں، ہر پہلو سے آسان اور فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔ اس میں اپنی طرف سے سختیاں پیدا کرنا اور اعمال کو اپنے لیے مشکل صورتوں میں اختیار کرنا نہایت نامناسب بلکہ غیر شرعی رویہ ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الدِّينَ يُسرٌ وَلَن يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ .)) ❸

❶ صحیح البخاری ، کتاب الصوم ، باب سواك الرطب و اليابس للصائم (تعليقاً) .

❷ صحیح البخاری ، کتاب الإيمان ، باب الجهاد من الإيمان، حديث ، 36 .

❸ صحیح البخاری ، کتاب الإيمان، باب الدين يسر ، حديث ، 39 .

''دین تو آسان ہے۔ جو شخص دین میں شدت اختیار کرنے (یعنی سختی اپنانے) کی کوشش کرتا ہے، اس پر دین غالب آ جاتا ہے (یعنی بالآخر وہ انسان ہی تھک ہار جاتا ہے)۔''

2 مسواک کرنا:

شریعت اسلامیہ میں طہارت و پاکیزگی کو اولیں حیثیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴾ (البقرة: 222)

''اللہ تعالیٰ کثرت سے توبہ کرنے اور پاکیزہ رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

انسان کی طہارت کے لیے ضروری اور اولیں معاملہ اس کے بدن اور لباس کی صفائی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:

﴿ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴾ (المدثر: 4)

''اپنے لباس کو پاک رکھیں۔''

شریعت اسلامیہ میں جسمانی صفائی کے لحاظ سے زیادہ تاکید منہ کی صفائی کے متعلق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ سے نکلنے والی بدبو کو انسانوں اور فرشتوں کے لیے باعث اذیت قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لہسن اور پیاز وغیرہ کھا کر مسجد میں آنے سے شدید الفاظ میں منع فرمایا۔ اور فرمایا جس شخص نے یہ کھایا ہو:

((فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَأَذَّى مِمَّا يَتَأَذَّى مِنْهُ الْإِنْسُ .))❶

''وہ شخص ہماری مساجد کے قریب بھی نہ آئے۔ کیونکہ فرشتے بھی اس چیز سے اذیت محسوس کرتے ہیں، جس سے انسان اذیت محسوس کرتے ہیں۔''

اس لیے انسانی وقار اور انسان کی اللہ کے گھر میں حاضری کا تقاضا ہے کہ وہ جسمانی اعتبار سے پاک ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ کی صفائی کے لیے مسواک کرنے کا معمول اپنایا اور اپنی امت کو بھی اس کی ترغیب دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((السِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ .))❷

---

❶ صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب نھی من أكل ثوما أو بصلا أو كراثا، حدیث، 72 - (563).

❷ صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب سواك الرطب واليابس للصائم (تعليقا) - سنن النسائی، کتاب الطهارة، باب الترغيب فی السواك، حديث، 5.

''مسواک، منہ کی صفائی اور رب کی خوشنودی کے حصول کا باعث ہے۔''

نبی کریم ﷺ اکثر اوقات مسواک کرتے رہتے تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ ﷺ نے براہ راست سید الملائکہ جبریل علیہ السلام سے مخاطب ہونا ہوتا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ مسلمان جب نماز میں ہوتا ہے تو وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے مناجات و سرگوشیاں ہی کر رہا ہوتا ہے۔ ❶ بہر حال ہمیں اپنے منہ کی صفائی کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ اس کے لیے اگر مسواک میسر ہو تو بہت خوب ہے۔ کیونکہ مسواک سے منہ کی صفائی کرنا مسنون عمل ہے۔ لیکن اس عمل میں بنیادی معاملہ منہ کی صفائی کا ہے۔ اس لیے اگر توتھ برش اور پیسٹ کے ذریعے بھی یہ صفائی حاصل کی جائے تو جائز اور درست ہے۔

[51]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَدِّي ، قَالَ: حَدَّثَنَا الهَيثَمُ بنُ خَارِجَةَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَفصُ بنُ مَيسَرَةَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَرَامُ بنُ عُثمَانَ ، عَن عَبدِ الرَّحمَنِ بنِ جَابِرٍ ، قَالَ: كَانَ يَستَنُّ يَعنِي جَابِرًا إِذَا أَخَذَ مَضجَعَهُ ، وَإِذَا قَامَ مِنَ اللَّيلِ ، وَإِذَا خَرَجَ إِلَى الصُّبحِ۔ قَالَ عَبدُ الرَّحمَنِ: فَقُلتُ لَهُ: لَقَد كَلَّفتَنَا مِن هَذَا الأَمرِ مَا لَا نَقوَى عَلَيهِ۔ قَالَ: أَخبَرَنِي أُسَامَةُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَستَنُّ هَكَذَا۔ قَالَ: وَسَمِعتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: لَولَا أَن أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَجَعَلتُ السِّوَاكَ عَزِيمَةً .

تخريج الحديث **ضعيف**۔ مسند ابن أبي شيبة : 127/1 ، حديث ، 165 ۔ مصنف ابن أبي شيبة : 155/1 ، حديث ، 1788 .

ترجمة الحديث سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جب بستر پر لیٹتے، جب رات کے وقت (قیام کے لیے) اٹھتے اور جب نمازِ فجر کے لیے نکلتے تو مسواک کیا کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا: آپ نے خود کو ایسی پابندی میں ڈال رکھا ہے جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔ انھوں نے فرمایا: مجھے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ اسی طرح مسواک کیا کرتے تھے۔ اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ اگر میری امت کے لیے دشواری کا خدشہ نہ ہوتو میں مسواک کرنے کو لازمی قرار دے دوں۔

❶ صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب حك البزاق باليد من المسجد، حديث، 405

أَبُو وَائِلٍ شَقِيقُ بنُ سَلَمَةَ وَأَدرَكَ النَّبِيَّ ﷺ عَن أُسَامَةَ بنِ زَيدٍ رضي الله عنهما

رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پانے والے سیدنا ابووائل شقیق بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ احادیث

[**52**]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بنُ عَمرٍو ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ زَيدٍ ، عَن عَاصِمٍ ، عَن أَبِي وَائِلٍ ، قَالَ: قِيلَ لِأُسَامَةَ: أَلَا تَركَبُ إِلَى هَذَا الرَّجُلِ فَتَأْمُرَهُ وَتَنهَاهُ ......يَعنُونَ عُثمَانَ رَحِمَهُ اللّٰهُ...... فَقَالَ: لَا أَفتَحُ بَابًا أَكُونُ أَوَّلَ مَن فَتَحَهُ، ثُمَّ قَالَ: أَمَا إِنِّي لَا أَزعُمُ أَنَّ أُمَرَائَكُم خِيَارُكُم بَعدَ شَيءٍ ؛ سَمِعتُهُ مِن رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، يَقُولُ: يُجَاءُ بِالَّذِي كَانَ يُطَاعُ فِي مَعصِيَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَيُخَاصِمُهُ رَعِيَّتُهُ۔ ؟؟؟؟؟۔ عَلَيهِ، فَيُدفَعُ فِي النَّارِ فَتَندَلِقُ أَقتَابُهُ ، فَيَستَدِيرُ فِي النَّارِ كَمَا يَستَدِيرُ الحِمَارُ فِي الرَّحَى، فَيَأْتِي عَلَيهِ الَّذِينَ كَانُوا يُطِيعُونَهُ فِي مَعصِيَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ، فَيَقُولُونَ: أَي فُلَانُ مَا بَلَغَ بِكَ مَا نَرَى؟ فَيَقُولُ: إِنِّي كُنتُ آمُرُكُم بِمَا لَا أَفعَلُ وَأَنهَاكُم عَمَّا أُخَالِفُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ .

تخريج الحديث صحيح البخاري ، كتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة ، حديث ، 3267 ـ صحيح مسلم ، كتاب الزهد و الرقائق ، باب عقوبة من يأمر بالمعروف و لا يفعله ، حديث ، 2989 ـ مسند الحميدى ، 470/1 ، حديث ، 557 ـ مسند إبن أبى شيبة ، 118/1 ، حديث ، 152 ـ مسند أحمد بن حنبل ، حديث ، 21784 ، 21800 ، 21819 ـ مستدرك حاكم ، 100/4 ، حديث ، 7010ـ السنن الكبرىٰ ، للبيهقى: 162/10 ، حديث ، 20209 ـ شعب الإيمان ، للبيهقى ، 59/10 ، حديث ، 7161 ـ مزید دیکھیے آئندہ احادیث، نمبر: 53، 54۔

ترجمة الحديث ابووائل کہتے ہیں کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ آپ اس شخص کے پاس کیوں نہیں جاتے، انھیں کئی حکم دیں؛ کسی بات سے منع کریں؟ اس شخص سے مراد سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ اسامہ بن

زید رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں ایسے کام کے لیے کوشش نہیں کرسکتا جس کا دروازہ کھولنے والا؛ مَیں پہلا آدمی بن جاؤں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سننے کے بعد تمھارے امراء کو اچھا خیال نہیں کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: جس شخص کی اطاعت، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کاموں میں ہوتی رہی، اسے سامنے لایا جائے گا۔ اس کی رعایا اس سے جھگڑا کرے گی۔ اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ اس انتڑیاں باہر نکل آئیں گی۔ وہ آگ میں (اپنی انتڑیوں کے گرد) اس طرح گھومے گا جس طرح کوئی گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ جو لوگ اللہ کی نافرمانی میں اس شخص کی پیروی کرتے تھے، وہ سب آئیں گے اور اس سے پوچھیں گے: اے فلان! تو اس تکلیف میں کیوں مبتلا ہے؟ تو وہ کہے گا: میں تمھیں ان کاموں کا حکم دیتا تھا جو میں خود نہیں کرتا تھا، اور تمھیں ان کاموں سے روکتا تھا جن کاموں میں مَیں خود اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا تھا۔

[**53**]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسحَاقُ بنُ إِسمَاعِيلَ وَأَبُو خَيثَمَةَ ، قَالَا: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنِ الأَعمَشِ ، عَن أَبِي وَائِلٍ شَقِيقِ بنِ سَلَمَةَ ، قَالَ: كُنَّا عِندَ أُسَامَةَ بنِ زَيدٍ ، فَقَالَ: سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ، يَقُولُ: يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَومَ القِيَامَةِ فَيُلقَى فِي النَّارِ فَتَندَلِقُ أَقتَابُهُ ، فَيَدُورُ كَمَا يَدُورُ الحِمَارُ بِرَحَاهُ ، فَيَفزَعُ لَهُ أَهلُ النَّارِ وَيَجتَمِعُونَ إِلَيهِ ، فَيَقُولُونَ لَهُ: يَا فُلَانُ مَا لَقِيتَ ، أَلَم تَكُن تَأمُرُ بِالمَعرُوفِ وَتَنهَى عَنِ المُنكَرِ؟ قَالَ: بَلَى كُنتُ آمُرُ بِالمَعرُوفِ وَلَا آتِيهِ ، وَأَنهَى عَنِ المُنكَرِ وَلَا أَنتَهِي .

تخريج الحديث صحيح البخاري ، كتاب بدء الخلق ، باب صفة النار و أنها مخلوقة ، حديث ، 3267 ـ صحيح مسلم ، كتاب الزهد و الرقائق ، باب عقوبة من يأمر بالمعروف و لا يفعله ، حديث ، 51 ـ (2989) ـ مسند الحميدي : 470/1 ، حديث ، 557 ـ مسند إبن أبي شيبة : 118/1 ، حديث ، 152 ـ مسند أحمد بن حنبل : حديث ، 21784 ، 21800 ، 21819 ـ مستدرك حاكم : 100/4 ، حديث ، 7010 ـ السنن الكبرىٰ ، للبيهقي : 162/10 ، حديث ، 20209 ـ شعب الإيمان ، للبيهقي : 59/10 ، حديث ، 7161 ـ مزید دیکھیے سابقہ حدیث نمبر: 52 اور آئندہ حدیث، نمبر: 54۔

ترجمة الحديث ابووائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے: قیامت کے روز

ایک آدمی کو لایا جائے گا، اور جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی (وہ اپنی انتڑیوں کے گرد) اس طرح گھومے گا جس طرح چکی کے گرد گدھا گھومتا ہے۔ جہنمی بھی اس کے لیے پریشان ہوں گے، اور اس کے گرد جمع ہوکر اس سے پوچھیں گے: اے فلاں! تمھیں کس جرم کی سزا ملی ہے؟ کیا تم نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے اور برائی سے منع نہیں کرتے تھے؟ وہ کہے گا: ہاں، میں نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا۔ اور برائی سے منع کرتا تھا لیکن خود باز نہیں آتا تھا۔

[**54**]...... حَدَّثَنَا ابنُ مَنِيعٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بكرِ بنُ أَبِي شَيبَةَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ، عَنِ الأَعمَشِ ، عَن شَقِيقٍ ، عَن أُسَامَةَ ، قَالَ: قِيلَ لَهُ: أَلَا تَدخُلُ عَلَى هَذَا الرَّجُلِ فَتُكَلِّمَهُ ......يَعنُونَ عُثمَانَ...... فَيَقُولُ: أَتَرَونَ أَنِّي لَا أُكَلِّمُهُ إِلَّا أُسمِعُكُم ، وَاللّٰهِ لَقَد كَلَّمتُهُ فِيمَا بَينِي وَبَينَهُ مَا دُونَ أَن أَفتَتِحَ أَمرًا لَا أُحِبُّ أَن أَكُونَ أَوَّلَ مَن يَفتَحُهُ ، وَلَا أَقُولُ لِأَحَدٍ يَكُونُ عَلَيَّ أَمِيرًا إِنَّهُ خَيرُ النَّاسِ بَعدَمَا سَمِعتُ مِن رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: يُؤتَى بِالرَّجُلِ يَومَ القِيَامَةِ فَيُلقَى فِي النَّارِ فَتَندَلِقُ أَقتَابُ بَطنِهِ ، فَيَدُورُ كَمَا يَدُورُ الحِمَارُ فِي الرَّحَى ، فَيَجتَمِعُ إِلَيهِ أَهلُ النَّارِ فَيَقُولُونَ: مَا لَكَ أَلَم تَكُ تَأمُرُ بِالمَعرُوفِ وَتَنهَى عَنِ المُنكَرِ فَيَقُولُ: بَلَى كُنتُ آمُرُ بِالمَعرُوفِ وَلَا آتِيهِ وَأَنهَى عَنِ المُنكَرِ وَآتِيهِ .

تخریج الحدیث صحيح البخاری ، كتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة ، حديث ، 3267 ـ صحيح مسلم ، كتاب الزهد و الرقائق ، باب عقوبة من يأمر بالمعروف و لا يفعله ، حديث ، 51 ـ (2989) ـ مسند الحميدی : 470/1 ، حديث ، 557 ـ مسند إبن أبی شيبة : 118/1 ، حديث ، 152 ـ مسند أحمد بن حنبل : حديث ، 21784 ، 21800 ، 21819 ـ مستدرك حاكم : 100/4 ، حديث ، 7010 ـ السنن الكبریٰ ، للبيهقی : 162/10 ، حديث ، 20209 ـ شعب الإيمان ، للبيهقی : 59/10 ، حديث ، 7161 ـ مزید دیکھیے سابقہ احادیث، نمبر: 52، 53۔

ترجمة الحدیث ابووائل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے کہا گیا: آپ اس شخص کے پاس جا کر بات کیوں نہیں کرتے۔ اس شخص سے مراد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ لوگ کیا سمجھتے ہیں کہ میں نے ان سے جو بات کی ہے وہ تمھیں بھی بتاؤں؟ اللہ کی قسم! میں نے ان سے بات کی ہے۔ جو میرے اور ان کے درمیان ہی ہے۔ میں اس بات سے بچتا ہوں کہ کوئی ایسا کام کر بیٹھوں جس کا دروازہ کھولنے

والا (آغاز کرنے والا) مَیں بن جاؤں۔ اور رسول اللہ ﷺ سے ایک بات سننے کے بعد مَیں نہیں سمجھتا کہ جو شخص مجھ پر امیر مقرر ہے وہ لوگوں میں سے بہتر انسان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: قیامت کے روز ایک آدمی کو لایا جائے گا اور جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اس کے پیٹ کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی۔ اور وہ (ان کے گرد) اس طرح گھومے گا جس طرح ایک گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ جہنمی لوگ اس کے پاس جمع ہو جائیں گے اور اس سے پوچھیں گے: تمھارا کیا جرم تھا؟ کیا تم نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے؟ برائی سے منع نہیں کرتے تھے؟ تو وہ آدمی کہے گا: ہاں، میں نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود نیکی نہیں کرتا تھا۔ اور برائی سے منع کرتا تھا لیکن خود باز نہیں آتا تھا۔

شرح الحدیث نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا امت محمدیہ کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔ اس امت کا وصف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾

(آل عمران : 110)

''تم بہترین امت ہو، جسے لوگوں (کی اصلاح) کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔ تم اچھائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہو۔ اور تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔''

معاشرے میں ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی اور ہمدردی کا سب سے مضبوط اور اعلیٰ انداز یہی ہے کہ ایک دوسرے کو اچھائی کی دعوت دی جائے، بھلائی کے کاموں کی رغبت اور ہمدردی کی تعلیم دی جائے۔ برائی سے روکا جائے، غیر اخلاقی معاملات سے احتراز کرنے کی تعلیم دی جائے۔ اور ہمارے ایمان کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾

(التوبة : 71)

''مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے خیر خواہ ہیں۔ وہ اچھائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔''

اس فریضے کو سادہ الفاظ میں تبلیغ کہا جاتا ہے۔ تبلیغ کی ذمہ داری ہر وقت اور ہر موقع پر ہر شخص ادا نہیں کر سکتا۔ کم علمی، مصروفیات اور دیگر بے شمار عناصر اس راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر احسان فرمایا کہ ساری امت کی بجائے مخصوص افراد کو اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے میدان عمل میں آنے کا حکم

دیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ (آل عمران : 104)

''تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو بھلائی کی دعوت دے، اچھائی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔''

رسول اللہ ﷺ نے اگرچہ ساری امت کے لیے پیغام دیا ہے کہ ((بَـلِّـغُوا عَنِّی وَلَو آيَةً)) ❶ یعنی: ''جو بات میری طرف سے تمھیں پہنچی ہے اس کی تبلیغ کردو۔ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔'' لیکن آپ ﷺ نے بھی اہل اسلام میں سے ایک جماعت کو خصوصی طور پر اس فریضے کی ادائیگی کے لیے نامزد کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ ❷ یعنی انبیاء کا کام اللہ کے احکام کی تبلیغ کرنا، لوگوں کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد ان کے اس کام کو امت کے علماء جاری رکھتے ہیں۔

اب ضروری ہے کہ جو لوگ اس مقدس فریضہ کے لیے منتخب ہوں ان کا کردار دیگر افرادِ معاشرہ کے لیے مثالی ہونا چاہیے۔ ان کی تبلیغ کا اثر اور رنگ سب سے پہلے خود ان کی ذات پر نظر آنا چاہیے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) کو حکم دیا ہے:

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ ﴾ (الأنعام : 162 ، 163)

''کہہ دو یقیناً میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور مجھے یہی حکم ہے۔ اور میں خود پہلا فرمانبردار ہوں۔''

اس لیے مبلغین کی اولیں ذمہ داری یہ ہے کہ ان کا اپنا کردار بے داغ اور فرمانبرداری کا ہو۔ ان کی زندگی کا عملی پہلو کسی بھی قسم کی شرعی، اخلاقی یا معاشرتی بغاوت کا عکاس نہ ہو۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ مبلغین اور امراء جس نیکی کا حکم دیں اس پر خود بھی عمل پیرا ہوں۔ اگر خود عمل پیرا نہیں ہوتے تو ان کے لیے شدید وعید ہے۔

❶ صحيح البخاری ، كتاب أحاديث الأنبياء ، باب ما ذكر عن بنى إسرائيل ، حديث ، 3461 .

❷ صحيح البخاری ، كتاب العلم ، باب العلم قبل القول و العمل [تعليقاً] ـ سنن أبى داؤد ، كتاب العلم ، باب الحث على طلب العلم ، حديث ، 3641 .

ہمارے زیر بحث حدیث (نمبر: 54) کی رو سے دورحاضر کے مبلغین، علماء، مدرسین، والدین اور دیگر سربراہان اور امراء کے لیے ضروری ہے کہ ان کے قول وفعل میں تضاد نہ ہو۔ ان کی خلوتیں بھی نیکی اور بھلائی والی ہوں، خلوتوں میں اللہ ورسول کی بغاوت اور حرام کاری وغیرہ جیسے عناصر نہ ہوں۔ عوام الناس کے سامنے جس قدر نیکوکاری کا مظاہرہ اور الفاظ میں چاشنی کا پرچار کیا جائے اسی طرح نجی محافل اور گھریلو زندگیوں میں بھی شگفتگی و شائستگی پائی جائے۔

جو علماء و دعاۃ، مبلغین ومقررین، سربراہان و امراء اور والدین و اساتذہ اپنے قول وفعل میں تضاد کا شکار ہیں۔ ان کی دعوت تو نیکی کی طرف ہے لیکن ان کا عمل نیکی والا نہیں، ان کی جلوت تو قابل تعریف ہے لیکن خلوتیں لعنتوں اور بداعمالیوں والی ہیں۔ ایسے بدبخت کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا، اس کے پیٹ کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی، اور وہ ان کے گرد اس طرح گھومے گا جس طرح ایک گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ جہنمی لوگ اس کے پاس جمع ہوجائیں گے اور اس سے پوچھیں گے: تمھارا کیا جرم تھا؟ کیا تم نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے؟ برائی سے منع نہیں کرتے تھے؟ تو وہ آدمی کہے گا: ہاں، میں نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود نیکی نہیں کرتا تھا۔ اور برائی سے منع کرتا تھا لیکن خود باز نہیں آتا تھا۔

......أَلحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی یَعْلَمُ مَا فِی الصّدُورِ......



مصادر ومراجع

1- قرآن مجید [منزل من الله تعالیٰ]

2- تفسير القرطبى (الجامع لأحكام القرآن): أبو عبد الله محمد بن أحمد الأنصارى القرطبى- تحقيق: أحمد البردونى وإبراهيم- الناشر: دار الكتب المصرية القاهرة.

3- تفسير القرآن من الجامع لابن وهب الجزء الثانى: أبو محمد عبد الله بن وهب بن مسلم المصرى القرشى، المحقق: ميكلوش مورانى، الناشر: دار الغرب الإسلامى

4- تفسير الطبرى (جامع البيان فى تأويل القرآن): محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملى أبو جعفر الطبرى- تحقيق: أحمد محمد شاكر- الناشر: مؤسسة الرسالة

5- تفسير القرآن العظيم: أبو محمد عبد الرحمن بن محمد الرازى ابن أبى حاتم- المحقق: أسعد محمد الطيب- الناشر: مكتبة نزار مصطفى الباز السعودية

6- صحيح البخارى: محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخارى الجعفى- تحقيق: محمد زهير بن ناصر الناصر- الناشر: دار طوق النجاة

7- صحيح مسلم: مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيرى- تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقى- الناشر: دار إحياء التراث العربى بيروت

8- سنن أبى داود: أبو داود سليمان بن الأشعث السِّجِستانى- المحقق: محمد محيى الدين عبد الحميد- الناشر: المكتبة العصرية صيدا بيروت

9- سنن الترمذى: محمد بن عيسى الترمذى أبو عيسى- تحقيق وتعليق: أحمد محمد شاكر- ومحمد فؤاد عبد الباقى- الناشر: مصطفى البابى الحلبى مصر

10- سنن النسائى: أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائى- تحقيق: عبد الفتاح أبو غدة- الناشر: مكتب المطبوعات الإسلامية حلب

11- سنن ابن ماجة: ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد القزوينى- تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقى- الناشر: دار إحياء الكتب العربية فيصل عيسى البابى الحلبى

12- السنن الكبرى: أحمد بن الحسين أبو بكر البيهقى- تحقيق: محمد عبد القادر عطا- الناشر: دار الكتب العلمية بيروت

13۔ السنن الكبرى: أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائی۔ تحقيق: حسن عبد المنعم شلبی۔ الناشر: مؤسسة الرسالة بيروت

14۔ سنن الدارمی: أبو محمد عبد الله بن عبد الرحمن الدارمی۔ تحقيق: حسين سليم أسد الدارانی۔ الناشر: دار المغنی المملكة العربية السعودية

15۔ مستدرك حاكم (المستدرك على الصحيحين): أبو عبد الله الحاكم النيسابوری۔ تحقيق: مصطفى عبد القادر عطا۔ الناشر: دار الكتب العلمية بيروت

16۔ صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان: محمد بن حبان بن أحمد التميمی أبو حاتم البُستی۔ تحقيق: شعيب الأرنؤوط۔ الناشر: مؤسسة الرسالة بيروت

17۔ صحيح ابن خزيمة: أبو بكر محمد بن إسحاق بن خزيمة النيسابوری۔ تحقيق: الدكتور محمد مصطفى الأعظمی۔ الناشر: المكتب الإسلامی بيروت

18۔ مصنف ابن أبی شيبة (المصنف فی الأحاديث والآثار): أبو بكر بن أبی شيبة العبسی۔ تحقيق: كمال يوسف الحوت۔ الناشر: مكتبة الرشد الرياض

19۔ مصنف عبدالرزاق: أبو بكر عبد الرزاق بن همام الصنعانی۔ تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمی۔ الناشر: المكتب الإسلامی بيروت

20۔ مسند الإمام أحمد بن حنبل: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيبانی۔ تحقيق: شعيب الأرنؤوط عادل مرشد وآخرون۔ الناشر: مؤسسة الرسالة بيروت

21۔ مسند أبی داود الطيالسی: أبو داود سليمان بن داود بن الجارود الطيالسی۔ تحقيق: الدكتور محمد بن عبد المحسن التركی۔ الناشر: دار هجر مصر

22۔ مسند الحب ابن الحب أسامة بن زيد (مسند أسامة بن زيد): ابوالقاسم البغوی، تحقيق، ابوالاشبال حسن بن امين، الناشر: دارالضياء الرياض

23۔ مسند السراج: أبو العباس محمد بن إسحاق الخراسانی النيسابوری المعروف بالسَّرَّاج۔ تحقيق و تعليق: الأستاذ إرشاد الحق الأثری۔ الناشر: إدارة العلوم الأثرية فيصل آباد باكستان

24۔ مسند الحميدی: أبو بكر عبد اللّٰه بن الزبير القرشی الحميدی۔ تحقيق و تخريج: حسن سليم أسد الدَّارَانیّ۔ الناشر: دار السقا دمشق سوريا

25۔ مسند ابن الجعد: علی بن الجَعد بن عبيد الجَوهَری البغدادی۔ تحقيق: عامر أحمد حيدر۔ الناشر: مؤسسة نادر بيروت

26- مسند ابن أبي شيبة: أبو بكر بن أبي شيبة العبسي- تحقيق: عادل بن يوسف العزازي و أحمد بن فريد المزيدي- الناشر: دارالوطن الرياض
27- مسند البزار (البحر الزخار): أبو بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق العتكي المعروف بالبزار- تحقيق: محفوظ الرحمن زين الله ، وغيره- الناشر: مكتبة العلوم والحكم المدينة المنورة
28- المعجم الكبير: سليمان بن أحمد أبو القاسم الطبراني- تحقيق: حمدي بن عبد المجيد السلفي- دار النشر: مكتبة ابن تيمية القاهرة
29- معجم ابي يعلى الموصلي: أبو يعلى أحمد بن علي التميمي الموصلي- تحقيق: إرشاد الحق الأثري- الناشر: إدارة العلوم الأثرية فيصل آباد
30- الآحاد والمثاني: أبو بكر بن أبي عاصم الشيباني- تحقيق: الدكتور باسم فيصل أحمد الجوابرة- الناشر: دار الراية الرياض
31- شرح معاني الآثار: أبو جعفر أحمد بن محمد المصري المعروف بالطحاوي- تحقيق و تقديم: محمد زهري النجار ، محمد سيد جاد الحق من علماء الأزهر الشريف- الناشر: عالم الكتب
32- معرفة السنن والآثار: أحمد بن الحسين بن علي أبو بكر البيهقي- تحقيق: عبد المعطي أمين قلعجي- الناشر: جامعة الدراسات الإسلامية كراتشي باكستان
33- شعب الإيمان: أحمد بن الحسين بن علي أبو بكر البيهقي- مراجعت: الدكتور عبد العلي عبد الحميد حامد- تحقيق وتخريج أحاديثه: مختار أحمد الندوي صاحب الدار السلفية ببومباى الهند- الناشر: مكتبة الرشد الرياض
34- فضائل الصحابة: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني- تحقيق: الدكتور وصي الله محمد عباس- الناشر: مؤسسة الرسالة بيروت
35- الآداب للبيهقي: أحمد بن الحسين بن علي الخراساني أبو بكر البيهقي- تعليق: أبو عبد الله السعيد المندوه- الناشر: مؤسسة الكتب الثقافية بيروت
36- شرح السنة: محيي السنة أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوي- تحقيق: شعيب الأرنؤوط- الناشر: المكتب الإسلامي دمشق
37- مشكاة المصابيح: محمد بن عبد الله الخطيب أبو عبد الله ولي الدين التبريزي- تحقيق: محمد ناصر الدين الألباني- الناشر: المكتب الإسلامي بيروت
38- حلية الأولياء وطبقات الأصفياء: أبو نعيم أحمد بن عبد الله الأصبهاني- الناشر: السعادة بجوار

محافظة مصر

39۔ حجة الوداع: أبو محمد على بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسى الظاهرى۔ تحقيق: أبو صهيب الكرمى۔ الناشر: بيت الأفكار الدولية للنشر والتوزيع الرياض

40۔ أخبار مكة وما جاء فيها من الأثار: أبو الوليد محمد بن عبد الله الغسانى المكى المعروف بالأزرقى۔ تحقيق: رشدى الصالح ملحس۔ الناشر: دار الأندلس للنشر بيروت

41۔ قسلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة: أبو عبد الرحمن محمد ناصر الدين بن الحاج نوح بن نجاتى الألبانى۔ الناشر: دار المعارف الرياض المملكة العربية السعودية

42۔ الفهرست: أبو الفرج محمد بن إسحاق بن محمد الوراق البغدادى المعروف بابن النديم۔ تحقيق: إبراهيم رمضان۔ الناشر: دار المعرفة بيروت

43۔ فهرس مخطوطات دارالكتب الظاهرية ، (المنتخب من مخطوطات الحديث): العلامة محمد ناصرالدين الالبانى ۔ تعليق: مشهور حسن آل سلمان۔ الناشر: مكتبة المعارف للنشر والتوزيع الرياض

44۔ فتح البارى شرح صحيح البخارى: أحمد بن على بن حجر أبو الفضل العسقلانى الشافعى۔ الناشر: دار المعرفة بيروت

45۔ شرح النووى على صحيح مسلم (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج): أبو زكريا محيى الدين يحيى بن شرف النووى۔ الناشر: دار إحياء التراث العربى بيروت

46۔ عون المعبود شرح سنن أبى داود: شمس الحق العظيم آبادى۔ الناشر: دار الكتب العلمية بيروت

47۔ تحفة الأحوذى بشرح جامع الترمذى: أبو العلا محمد عبد الرحمن بن عبد الرحيم المباركفورى۔ الناشر: دار الكتب العلمية بيروت

48۔ العرف الشذى شرح سنن الترمذى۔ محمد أنور شاه بن معظم شاه الكشميرى الهندى۔ تحقيق: الشيخ محمود شاكر۔ الناشر: دار التراث العربى بيروت

49۔ كشف المشكل من حديث الصحيحين: جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن على بن محمد الجوزى۔ تحقيق: على حسين البواب۔ الناشر: دار الوطن الرياض

50۔ الردة مع نبذة من فتوح العراق: محمد بن عمر بن واقد السهمى أبو عبد الله الواقدى۔ تحقيق: يحيى الجبورى۔ الناشر: دار الغرب الإسلامى بيروت

51۔ فتح المغيث بشرح الفية الحديث للعراقى: شمس الدين أبو الخير محمد بن عبد الرحمن

السخاوی۔ تحقیق: علی حسین علی۔ الناشر: مکتبة السنة مصر

52۔ التنبیه علی مشکلات الهدایة۔ صدر الدین علیّ بن علیّ ابن أبی العز الحنفی۔ تحقیق: عبد الحکیم بن محمد شاکر۔ الناشر: مکتبة الرشد المملکة العربیة السعودیة

53۔ البدایة والنهایة: أبو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی۔ الناشر: دار الفکر بیروت

54۔ تاریخ الإسلام: شمس الدین أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَایماز الذهبی۔ تحقیق: عمر عبد السلام التدمری۔ الناشر: دار الکتاب العربی بیروت

55۔ الإیمان لابن منده: أبو عبد الله محمد بن إسحاق بن محمد بن یحیی بن مَندَه۔ تحقیق: الدکتور علی بن محمد بن ناصر الفقیهی۔ الناشر: مؤسسة الرسالة بیروت

56۔ تاریخ الطبری (تاریخ الرسل والملوك): محمد بن جریر بن یزید أبو جعفر الطبری۔ الناشر: دار التراث بیروت

57۔ طبقات ابن سعد: أبو عبد الله محمد بن سعد بن منیع البغدادی المعروف بابن سعد۔ تحقیق: محمد عبد القادر عطا۔ الناشر: دار الکتب العلمیة بیروت

58۔ الجزء المتمم لطبقات ابن سعد (الطبقة الرابعة من الصحابة ممن أسلم عند فتح مکة وما بعد ذلك): أبو عبد الله محمد بن سعد الهاشمی البغدادی المعروف بابن سعد۔ تحقیق: الدکتور عبد العزیز عبد الله السلومی۔ الناشر: مکتبة الصدیق الطائف

59۔ مغانی الأخیار فی شرح أسامی رجال معانی الآثار: أبو محمد محمود بن أحمد الحنفی بدر الدین العینی۔ تحقیق: محمد حسن محمد حسن إسماعیل۔ الناشر: دار الکتب العلمیة بیروت

60۔ توضیح المشتبه فی ضبط أسماء الرواة: محمد بن عبد الله الدمشقی الشافعی شمس الدین الشهیر بابن ناصر الدین۔ المحقق: محمد نعیم العرقسوسی۔ الناشر: مؤسسة الرسالة بیروت

61۔ أسد الغابة فی معرفة الصحابة: أبو الحسن علی بن أبی الکرم الشیبانی الجزری عز الدین ابن الأثیر ۔ الناشر: دار الفکر بیروت

62۔ الإصابة فی تمییز الصحابة: أبو الفضل أحمد بن علی إبن حجر العسقلانی۔ تحقیق: عادل أحمد عبد الموجود۔ الناشر: دار الکتب العلمیة بیروت

63۔ تاریخ بغداد: أبو بکر أحمد بن علی بن ثابت بن أحمد بن مهدی الخطیب البغدادی۔ تحقیق: مصطفی عبد القادر عطا۔ الناشر: دار الکتب العلمیة بیروت

64۔ سیر أعلام النبلاء: شمس الدین أبو عبد الله محمد بن أحمد الذهبی۔ تحقیق: مجموعة من

المحققين بإشراف الشيخ شعيب الأرناؤوط ۔ الناشر : مؤسسة الرسالة بيروت
65۔ تاريخ دمشق: أبو القاسم على بن الحسن بن هبة الله المعروف بابن عساكر ۔ تحقيق: عمرو بن غرامة العمروى ۔ الناشر: دار الفكر بيروت
66۔ التدوين فى أخبار قزوين: عبد الكريم بن محمد بن عبد الكريم أبو القاسم الرافعى القزوينى ۔ تحقيق: عزيز الله العطاردى ۔ الناشر: دار الكتب العلمية بيروت
67۔ صفة الصفوة ، أبوالفرج عبدالرحمن بن الجوزى ۔ تحقيق: أحمد بن على ۔ دارالحديث القاهرة
68۔ نسب قريش: مصعب بن عبد الله بن مصعب بن ثابت بن عبد الله بن الزبير أبو عبد الله الزبيرى ۔ تحقيق: ليفى بروفنسال ۔ الناشر: دار المعارف القاهرة
69۔ الرياض النضرة فى مناقب العشرة: أبو العباس أحمد بن عبد الله بن محمد محب الدين الطبرى ۔ الناشر: دار الكتب العلمية
70۔ جمهرة أنساب العرب: أبو محمد على بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسى القرطبى الظاهرى ۔ تحقيق: لجنة من العلماء ۔ الناشر: دار الكتب العلمية بيروت
71۔ القاموس المحيط: مجد الدين أبو طاهر محمد بن يعقوب الفيروزآبادى ۔ تحقيق: محمد نعيم العرقسُوسى ۔ الناشر: مؤسسة الرسالة بيروت
72۔ لسان العرب ، المؤلف: محمد بن مكرم بن على أبو الفضل جمال الدين ابن منظور الأنصارى الرويفعى الإفريقى ، الناشر: دار صادر بيروت

